وسیجنبها الاتقیٰ الایہ

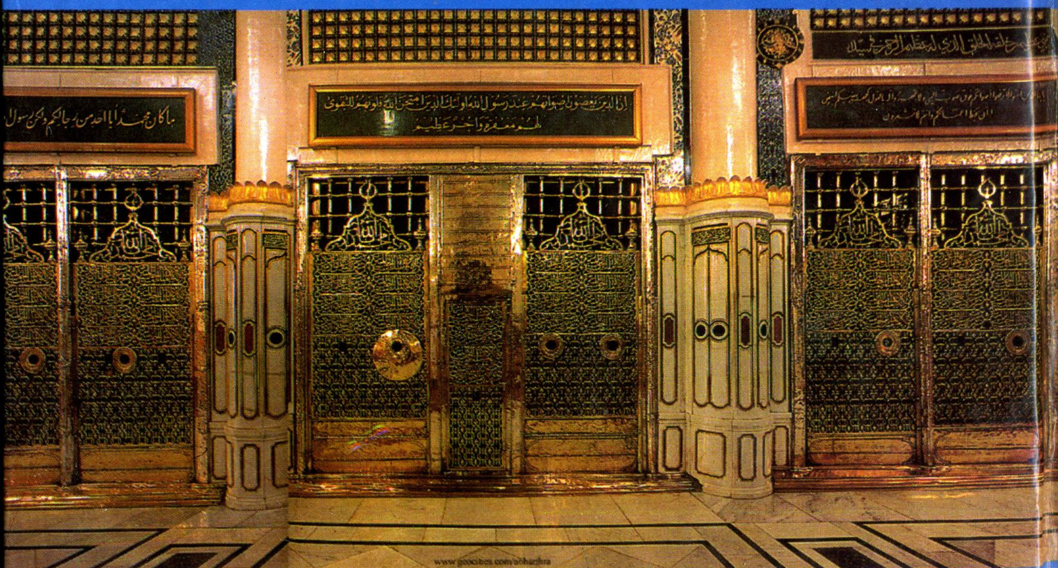
عمدۃ التحقیق

دوم

در

افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بجواب زبدۃ التحقیق



مُصنّف

استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی

ریٹائرڈ ضلع قاضی کوٹلی آزاد کشمیر

مجلس علما اہلسنت

وادی بناہ کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

عُمْدَةُ التّحْقِيق

در

افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بجواب

زبدة التحقیق

حصہ دوم

مصنّف

مناظر اسلام اهل سنت و جماعت کی پهچان

محافظ عقائد اهل سنت

استاذ العلماء و الفضلا

قاضی محمد عظیم نقشبندی مجددی مدظله العالی

کتاب کانام..............عمدۃ التحقیق در افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مصنف..............استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی

پروف ریڈنگ..............مجلس علمائے اھلسنت

کمپوزنگ..............صغیر احمد قادری/محمد عدیل

سال اشاعت ....ذوالحج 1432ھجری بمطابق نومبر 2011ء

....

ضروری نوٹ

پروف ریڈنگ دقت نظر سے کی گئی ہے مگر خطاء فطرت انسانی کا حصہ ہے غلطی نظر آنے پر ضرور مطلع فرمائیں، انشاء اللہ درستگی کی جائے گی،،

۲: کتاب میں مکررات ہیں بندۂ ناچیز پر بارگراں بن کر گرے، زبان وقلم نے اکتاہٹ محسوس کی ،مگر ہم نے یہ تحریری ذمہ داری لی تھی کہ ہر دلیل کا رد دلیل سے کیا جائے گا سید صاحب نے چونکہ ایک بات اور ایک روایت کا تکرار در تکرار کیا ہے اس لئے بامر مجبوری جواب بھی اسی نہج پر دیا گیا ہے تکرار میں جدت اور ادب کو بھی شامل کیا گیا ہے،، امید ہے کہ آپ ضرور بہرہ ور ہوں گے۔

طالب عفو، بندۂ گنہگار

قاضی محمد عظیم نقشبندی

﴿عرض مصنّف﴾

☆اگر خوف ناراضگی دامنگیر ،اور نام کو صیغہء راز میں رکھنے کا عہد و پیماں نہ ہوتا تو میں ان شخصیات مقدسہ کو صفحہ اوّل کی پیشانی کا جھومر بناتا جن کی جان ،مال،فکر و دانش مسلک حقّہ اہل سنت و جماعت کیلئے وقف ہے☆

بندۂ گنہگار

قاضی محمد عظیم نقشبندی عفی عنہ

فہرست مضامین

☆بسم اللہ الرحمن الرحیم☆

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

''عمدۃ التحقیق'' درافضلیت ابوبکرصدیق بجواب زبدۃ التحقیق کی دوسری جلد کا آغاز اسی ذات وحدہ لاشریک کے مقدس اور برتر نام سے کرتے ہیں جس نے عمدۃ التحقیق کی پہلی جلد مکمل کرنے اور ہدیہ ناظرین کرنے کی توفیق رفیق عطافرمائی ہے۔ یہ اسی ذات وحدہ لاشریک کا فضل بیکراں ہے کہ بوسیلہ سیدناابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ''عمدۃ التحقیق'' پوری دنیامیں شہرت اورعظمت کی سندحاصل کرچکی ہے اور ہرسامع اور قاری کی مانگ ہے اللہ وحدہ لاشریک کی بارگاہ بےکس پناہ میں یہ عاصیانہ، عاجزانہ التجاہے کہ وہ عمدۃ التحقیق کواپنی بارگاہ ذوالجلال میں شرف اجابت عطافرمائے، راقم اوردیگر شرکاءکارکیلئے ذریعہ نجات بنائے، اور ہرسنی کواس کے مندرجات سے استفادہ کرنے کی توفیق جمیل عطافرمائے، امین

ہم بارگاہ ایزدی میں رسول اللہ ﷺ اوران کے محبوب، یارغار، یارمزاراورحشرونشر کے ساتھی اورحوض کوثر کے معاون ساقی جناب صدیق اکبر کا دامن صدق وصفا، تھام کردست بدعاہیں کہ وہ عمدۃ التحقیق کی جلدثانی کی تکمیل وتدوین میں اپنےفضل واحسان کی برسات فرمائے، فلک بوس بلکہ عرش رسیدہ جناب صدیق اکبر کی عظمتوں کوزبدۃ نے اعتزالی اورشیعی اقوال ودلائل سے زمین بوس اورداغدارکرنے کی جوسعی لاحاصل کی ہےان کو برقراراور برمحل رکھنے کا حوصلہ، ہمت، جرأت، اور علم بلیغ عطافرمائے۔

ہمیں نہ توعلم ودانش کے رموزواسرارپرگرفت رکھنے کااظہارواقرارہےنہ ہی حسب ونسب کے بلنداقتدارہونے پرانحصارہے، نہ ہی لبادۂ شریعت وطریقت شعاراورذریعہءافتخار ہے ہمارے

لیے طرۂ امتیاز اور وجہ ءناز صرف یہ ہے کہ ہم بادۂ عظمت صدیق کے میخوار، جذبہ ءصدق ویقین سے سرشار، کاسہ ءگدائی لیے درصدیق پر حاضری اور گدائی کیلئے گنبد حضریٰ کی جانب رواں بہ سفر ہیں بلند ہمتی اور سعادتوں کے سائے میں طے ہونے والے اس سفر میں کوئی کاٹ کھائے، ذاتیات کی قہر مذلت میں گرکر نسبت صدیقیت کے بخیے ادھیڑ دے، خداداد عزت وناموس کے برخچے اڑائے، خفت بھرے الفاظ سے آوازے کسے، دشنام طرازی اور بدتمیزی کے تیر چلائے گھٹیا اور خسیس رکاوٹوں سے سدّ راہ کرے ہم ڈرنے والے پیچھے ہٹنے والے اور پلٹ کر دیکھنے والے نہیں بلکہ جرأت اور استقلال، ثبات اور استقام سے مسلح ہوکر دیوانہ وار آگے بڑھنے والے اور اس آواز مقدس پر لبیک کہنے والے ہیں، جو عظمت صدیق کی پاسداری کیلئے گنبد خضریٰ سے آرہی ہے۔

جناب صدیق اکبر کی زندگی کا فلسفہ توجہ الی اللہ اور ذات رسول اللہ ﷺ سے ہر پہلو وابستگی، شیفتگی اور فریفتگی ہے، اخوت اسلامی اور مودت ایمانی کیلئے دل پرنور میں ایثار وقربانی کے بے پناہ جذبات اور احترام وتکریم کے احساسات ہیں مخالفت ومخاصمت کی چیرہ دستیوں کے لئے نرمی اور شفقت کے رجحانات ہیں بفضل اللہ تعالیٰ ہمیں جناب صدیق اکبر اور صدیقیوں کی غلامی کا شرف حاصل ہے تادم زیست اس اعزاز کا دفاع ہماری گفتار اور ہمارے کردار کا لازمی حصہ ہے، ذاتیات کی جنگ کیلئے میدان سجالینا ہمارا مذہبی شعار ہے نہ اصول حیات جمہور علمائے امت کے ان گنت قافلہء جاں گداز کی راہ چلنا اس کے سایہء عاطفت میں رواں بامنزل رہنا ہمارا عہد وپیماں ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تمام صحابہ کرام، خلفائے اربعہ، بالخصوص جناب صدیق اکبر اور صدیقیوں کی رحمت بیکراں کا سائباں میسر ہے، جو دنیا اور آخرت میں ہماری سرخروئی اور نجات کی پختہ ضمانت ہے اس لئے بخشش اور شفاعت کیلئے کسی اور کے حضور سرنگوں ہونے کی

ضرورت ہی کیا ہے؟

ہم اللہ وحدہ لاشریک کی بارگاہ اقدس میں یہ التجا بھی کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے قلم کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے، زبان اور قلم کی آوارگی ہمارے منشور کا حصہ نہیں، کیونکہ سوقیانہ انداز تکلم اور سطحی طرز تخاطب اسلام کی خدمت ہے نہ فکر اسلامی، خواہ شب دیجور کے جھرمٹ میں ہو یا دن کے اجالے میں، اگر کوئی زبان کے تیر وسنان چلا کر ہمارے قلوب واذہان سے نسبت صدیقی ، یا عظمت صدیقی چھیننا چاہے تو یہ اس کی بھول ہے اگر بڑا بننے کیلئے عظمت یافتہ خداداد کسی کے منصب کو فکر فاسد اور عمل کاسد سے داغدار کرنے کیلئے بے راہ روی کی راہ چل دیا جائے تو یہ فکر نا ہنجار اور جبلی خست ہے، بدوں امتیاز عالم اور جاہل یہ علم ہونا چاہیے کہ انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ طیبہ طاہرہ پر ان کے ذاتی اور شخصی کردار پر حملہ آور ہونے والے کون اور کیا تھے؟

اس ناپاک اور نازیبا حملے کا آغاز کب ہوا؟ اور اختتام کا سلسلہ کہاں رکا؟ وہ کون سی آیت ہے جو ذاتی شخصی کردار اور خاندان پر حملہ کرنے والوں کی مذمت میں نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے جلوہ آرائے منبر ہو کر اعلان فرمایا جن شر پسندوں نے میرے حسب ونسب پر طعن کیا ہے وہ دل کے کان کھول کر سن لیں پوری انسانیت اور پوری اولاد آدم میں حسب ونسب کے لحاظ سے بے مثل اور بے مثال ہوں رسول اللہ ﷺ کا یہ جارحانہ اور معجزانہ انداز جواب اس بات کی دلیل ہے کہ عدم حاضری اور غیوبت میں کسی کی تنقیص شان کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہرگز پسند نہیں۔

"فتفکر وتدبر' ماعلینا الا البلاغ "

ہم اپنی اس مختصر سی گفتگو اور عندیہ کے بعد رواں بمنزل ہوتے ہیں پہلی جلد میں ہم نے سید صاحب کو سید صاحب ایسے عظمت بھرے لقب سے موسوم اور مخاطب کیا اور باور کرایا تھا کہ ہم دلیل کا مقابلہ دلیل ، اور موقف کے مقابل نقیض پیش کریں گے جو طریقہ سلف وخلف چلا

آرہا ہے، عزت نفس کو مجروح کریں گے نہ ذاتیات پر اتریں گے، ہماری تحریر کردہ یہ سند توصیف
ان کوراس نہ آئی اور اپنے ارادتمندوں کے سامنے اپنی شیخی بگاڑنے کیلئے شان سادات سے حد
درجہ نیچے اترے آئے لیکن ہم بایں ہمہ ان کے موقف کی تردید اور ان کے دلائل کی تکسیر انشاءاللہ
ضرور کریں گے مگر ان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے لئے بازاری زبان نوک قلم پر نہیں
لائیں گے، عظمت صدیق پر برسنے والے تیروں کیلئے اپنا سینہ اور جگر پیش کرتے ہوئے کہیں گے،

آؤ پیارے ہنر آزمائیں   تم تیر آزماؤ ہم جگر آزمائیں

اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:

مسئلہ افضلیت ضروریات دین میں سے ہے

سید صاحب کا کہنا کہ مسئلہ افضلیت ضروریات دین میں سے نہیں، اس کا جواب

سید صاحب: کیا مسئلہ افضلیت ضروریات دین میں سے ہے؟ یعنی اس کے نزدیک ضروریات دین
میں سے نہیں،

جواب: خلیفہ کا تقرر اور اس کا اہل زماں سے افضل ہونا ضروریات دین میں سے ہے اس کی
تفصیل درج ذیل ہے،

ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر تمیمی بغدادی متوفی ۴۲۹ھ اپنی کتاب اصول دین کے ص: ۲۹۳ پر
تحریر فرماتے ہیں: "فقال ابو الحسن الا شعری (المتوفی سنہ ۳۳۰ھ) یحب ان یکون
الامام افضل اهل زمانه فی شروط الامامة ولا ینعقد الامامة لا حد مع وجود من
هوا افضل منه فیها فان عقدها قوم للمفضول کان المعقود له من الملوک دون
الأئمة ولهذ اقال فی الخلفاء الاربعةافضلهم ابو بکر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم

علی "(زبدة . ص. ۲۲۰)

ترجمہ : امام ابوالحسن اشعری نے کہا، کہ شرائط امامت سے ہے کہ امام (خلیفہ) کا اہل زمان سے افضل ہونا ضروری ہے، اگر قوم غیر افضل کو خلیفہ بنالے تو وہ بادشاہ ہوگا خلیفہ نہیں ہوگا بشرطیکہ بوقت انتخاب افضل موجود ہو، اسی قانون اور قاعدہ کے تحت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ خلفاء اربعہ میں سے ابوبکر صدیق افضل ہیں۔اس قاعدے کی بنیاد اور اصل اجماع صحابہ ہے، ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا۔

﴿واما الخليفة فليس لهم ان يولوا الخلافة الا افضلهم وهذافي الخلفاء خاصة وعليه اجماع الامة﴾ [شرح فقه اكبر ،ص: ۷۵ مطبع سعيدی كراچی]

سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں صحابہ نے لازماً سب سے افضل شخص (ابوبکر صدیق) کو ہی خلیفہ بنانا تھا خلیفۃ المومنین کیلئے سب سے افضل ہونا اس کی ماہیت کیلئے خاصہ ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے معلوم ہوا اسلام میں خلیفہ کی حقیقت اور ذات کیلئے افضلیت خاصہ لازمہ بینہ ہے کہ وہ اپنے تمام معاصرین سے بہرصورت اور بہر پہلو افضل ہو۔سقیفہ بنی ساعدہ میں اسی قانون اور قاعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام صحابہ بشمول انصار مہاجرین نے تاج خلافت حضرت ابوبکر صدیق کے سر پر رکھا۔الصواعق المحرقہ اور التمہید کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے نام کی جگہ، حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی پیش کیے، اور خود خلیفہ بننے سے انکار کیا، مگر ہر سہ حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے بلکہ سب صحابہ سے افضل قرار دیتے ہوئے ان کا نام تجویز کیا، جس پر تمام صحابہ نے اتفاق کیا اور بیعت کی، اس سے یہ بات ثابت اور محقق ہوگئی کہ خلافت کی شرط اولین یہی ہے کہ وہ اپنی ذات، صفات اور شناخت میں یکتائے روزگار ہو، کسی

جہت اور کسی وصف کے حوالے سے اس کی افضلیت اور انفرادیت کے مقابل کوئی معارض قول اور مخالف چیز سامنے نہ آئے، سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی ہمہ صفت موصوف شخصیت پر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے دلائل دیئے صحابہ کرام کے اتنے بڑے مجمع عام میں کسی طرف سے ان دلائل کی تردید، یا تنقیص سامنے نہ آئی، جس سے یہ محقق ہوگیا کہ خلیفہ کیلئے بالاجماع یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل زمان سے افضل ہو،

یہاں تک تو یہ واضح ہوگیا کہ اسلام میں خلیفہ کا اپنے اہل زمان سے افضل ہونا ضروری ہے اور اس پر اجماع صحابہ کی تائیدی مہر ثبت ہے اجماع صحابہ دلیل قطعی ہے، محبّ طبری رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿فان الاجماع﴾ قطعی، اجماع جو ادلہ شرعیہ میں تیسرے نمبر پر ہے دلیل قطعی ہے۔

(الریاض النضرۃ:۱:ص:۲۲۰)

امام موصوف مزید فرماتے ہیں کہ: ﴿ام کیف یحل اعتقاد خلاف ذالک والاجماع علی خلافه وهو قطعی﴾ [الریاض النضرہ: ۱: ۲۲۹]

اجماع کے خلاف یہ عقیدہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اس کے خلاف اجماع صحابہ ہے جو دلیل قطعی ہے، ان اقتباسات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اجماع دلیل قطعی ہے تو گویا خلیفہ کے افضل الناس ہونے پر دلیل قطعی موجود ہے اور یہی دلیل قطعی تقاضا کرتی ہے کہ خلیفہء اسلام افضل الناس ہو، جس طرح اجماع دلیل قطعی سے خلیفہ اسلام کا افضل الناس ہونا ثابت ہے اسی طرح اجماع جو دلیل قطعی ہے خلیفہ کے تقرر کا تقاضا کرتا ہے۔

اور صحابہ کا عمل اس پر شاہد عدل ہے امام ابوشکور سالمی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو سقیفہ بنی ساعدہ خزرجی میں صحابہ کرام مہاجرین وانصار نے جمع ہوکر کہا کہ ہم نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو بغیر امام کے مرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور ہم

ایک دن بھی، بغیر امام کے رہنا پسند نہیں کرتے۔

صحابہ کرام جمع ہوئے اور سب نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا۔ (التمہید ابوشکور سالمی بحث خلافت وامارت: ص:۳۵۱)

ملاعلی قاری، محبّ الدین طبری، اور امام شکور سالمی رحمہم اللہ کی توضیحات سے واضح ہوا کہ اسلام میں خلیفہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام اہل زمان سے افضل ہو اور اس افضلیت پر اجماع امت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع امت ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع امت ہے، اور اسی طرح آپ کی افضلیت آپ کی خلافت پر بھی اجماع امت ہے، اجماع امت دلیل قطعی ہے، جس طرح آپ کی خلافت پر ایمان رکھنا اجماع امت کی بنیاد پر واجبات شرعیہ میں سے ہے۔ اسی طرح آپ کی افضلیت پر ایمان رکھنا بھی واجب ہے اسلام میں خلافت اور افضلیت کے درمیان تلازم ہے سید صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ افضلیت ضروریات دین میں سے نہیں غلط ہے جب افضلیت اور خلافت دونوں کا وجود اور صدور اجماع امت سے ہے اجماع دلیل قطعی ہے کیا اجماع دلیل قطعی نہیں؟ اور دلیل قطعی سے جو حکم اور اثر مرتب ثابت ہے ضروریات دین میں سے نہیں؟ اگر خلیفہ کا انتخاب اور اس کی افضلیت ضروریات دین میں سے نہ ہوتے تو سقیفہ بنی ساعدہ خزرجی میں انصار کے اجماع جو انتخاب خلیفہ کیلئے منعقد ہوا تھا کاسن کر شیخین کریمین بعجلت وہاں کیوں پہنچتے؟ خدشہ تو یہی تھا کہ کہیں عجلت میں انصار خلافت کیلئے کسی ایسے شخص کی نامزدگی نہ کر بیٹھیں جو اسلام کی مقرر کردہ شرط افضلیت پوری نہ کرتا ہو، کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو گلشن اسلام کی ہر شاخ تنے سے الگ، ہر پتہ ٹہنی سے جدا، اور ہر پھول اپنی شاخ سے کٹ کر ضائع اور برباد ہو جائے گا، اور ہر شجر کے برگ و بار افتراق و تشتت کی بادخزاں کی چیرہ دستیوں سے نیست و نابود ہو جائیں گے اور گلشن اسلام کی نکہت و بہار باہمی رنجش

وچپقلش کے ہاتھوں تاخت اور تاراج ہو جائے گی، رسول اللہ ﷺ کی شبانہ روز محنت اور کاوش سے اسلام کا جو نور عرب وعجم کو منور کر رہا ہے وہ بجھ جائے گا صحرائے عرب اور خطہ ہائے عجم کے جن جن علاقوں میں عظمت اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے ذرا سی غفلت اور عجلت سے وہاں شرک وکفر کے پھریرے اڑنے لگیں گے شیخین کریمین کی سوچ اور فکر کا بنیادی اور مرکزی نکتہ یہ تھا کہ امکانی حد تک قصر اسلام کی جلالت شان کو اینٹ، اینٹ ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بنیادوں میں تیئیس سالہ خون نبوت کارفرما ہے، شیخین کریمین کے سقیفہ بنی ساعدہ پہنچنے پر خلیفہ کے تقرر کا باضابطہ اعلامیہ جاری ہونے سے رک گیا، کیونکہ انصار تو حضرت سعد بن عبادہ کا انتخاب بحیثیت خلیفہ کر چکے تھے، صرف اعلامیہ جاری کرنا باقی تھا، اگر شیخین کریمین اس نازک اور فیصلہ کن وقت میں سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما نہ ہوتے تو فتنہ وفساد کی آگ نہ صرف حاضرین اور مجتمعین کو متاثر کرتی بلکہ اس کے زوردار اور منہ مار شعلے نہ صرف خطہ عرب بلکہ نوآباد اسلامی ریاستوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے، اور کفر کو پھر سے اپنے پر پھیلانے اور نوع انسانی کو یرغمال بنانے کا موقعہ مل جاتا، اور دنیا کے کسی بھی خطے سے صدائے توحید ورسالت بلند ہوتی اور نہ کوئی مسلمان ڈھونڈنے سے ملتا، سقیفہ بنی ساعدہ خزرجی میں شیخین کریمین کی تشریف آوری کو غرض خلافت، طلب خلافت کا نام دینا اس لئے غلط ہوگا کہ شیخین کریمین تو وحدت اسلامی کی بقا اور تحفظ کیلئے وہاں تشریف فرما ہوئے تھے، اگر مقصود خلافت کا حصول ہی ہوتا تو جناب صدیق اکبر اجماع صحابہ کی قوت سے خلیفۃ النبی ﷺ منتخب ہونے کے بعد خلافت سے دستبردار ہونے کا اعلان کیوں فرماتے؟

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے نامزد خلیفہ تھے انہوں نے انصار کی افضلیت اور استحقاق بارے ایک جامع اور بلیغ خطاب فرمایا، اگر شیخین کریمین وہاں موجود نہ ہوتے، جناب

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تردیدی دلیل نہ ہوتی تو قبیلائی معرکہ برپا ہوتا، تلواریں نیام سے نکل کر صحابہ کے خون مآب سے رنگین ہوتیں لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے، خون کی ندی بہہ نکلتی ،فرشتوں کا وہ خدشہ اور استدلال بام صدق کو پہنچ پاتا جو انہوں نے اللہ رب العزۃ کے حضور ﴿اتجعل فیھا من یفسد فیھا﴾ کے الفاظ میں پیش کیا تھا، جن کی گردنیں تلواروں کی دھار، جبر اور تشدد سے بچ نکلتیں وہ آنے والی نسلوں کو درس انتقام دیتیں اس طرح تئیس سالہ محنت ومشقت کا یہ مجموعی ثمر لخت لخت ہوجاتا جسکے حصول کیلئے آقائے دوجہاں ﷺ نے جاں نثاری اور جانگدازی کے ایسے معرکے دکھائے تھے کہ چشم فلک خیرہ اور کائنات کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے، حضرت سعد بن عبادہ کے جواب میں جناب صدیق اکبر نے الآئمہ من قریش سے استدلال کیا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی جامع تقریر کے جواب میں جناب صدیق اکبر نے ایک فصیح وبلیغ خطاب فرمایا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے حدیث الآئمہ من قریش کی صحت اور سماعت پر توثیق اور معاونت چاہی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موقف کو درست تسلیم کیا ،پھر نامور شخصیات کا مقام ومرتبہ زیر بحث آیا، تکرار و بحث کے بعد تمام صحابہ نے بیعت کی اگر خلیفہ کیلئے افضلیت شرط اور لازم ماہیت اور فرد کیلئے خاصہ لازمہ بینہ نہ ہوتی تو انصار ومہاجرین کے درمیان خلافت کے حصول کیلئے دلائل، اور فضائل کا تبادلہ اور ٹکراؤ کیوں ہوتا؟ اس پورے منظر کو تحقیق اور تقابلی جائزے کے سانچے میں ڈھال کر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ اجماع صحابہ ہے جس نے یہ ثابت کیا ہے کہ خلیفہ المسلمین کیلئے معاصرین سے افضل ہونا ضروری ہے ،یعنی افضلیت ماہیت خلافت من حیث ہی کیلئے، اور اس کے فرد متحقق فی الخارج کیلئے خاصہ لازمہ بینہ ہے، عبارت پہلے نقل ہوچکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اجماع شریعت مطہرہ کی دلیل ثالث ہونے کی بنیاد پر ضروریات دین سے نہیں ؟ پھر اجماع صحابہ کی قوت سے ثابت ہونے والا حکم ضروریات دین سے نہیں ؟ اگر اجماع اور اس سے ثابت ہونے والا حکم ضروریات دین سے نہ ہوتا تو صحابہ رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے امر خلافت کی یک سوئی کیلئے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہرگز جمع نہ ہوتے ، رسول اللہ ﷺ نے اجماع پر اعتقاد رکھنے اور اجماع کے مقتضیٰ پر عمل کرنے کا سختی سے حکم فرمایا ہے ، ﴿اتبعوا السواد الاعظم﴾ میری امت کی جماعت کثیرہ کی پیروی کرو ، ﴿من شذ شذ فی النار﴾ جو اجماع امت سے الگ ہوا وہ جہنم رسید ہوا ، کیا جہنم میں جانا ضروریات دین میں سے ہے ؟ بلکہ جنت میں جانا ضروریات دین میں سے ہے اگر جنت کی طلب اور داخلہ ضروریات دین میں سے نہ ہوتا تو صحائف و کتب کا نزول ہوتا نہ انبیاء اور مرسلین کو بھیجا جاتا ، نبی کریم ﷺ نے ضروریات دین کی پوری اور مکمل تفصیل ، اور اس کے اعداد و شمار اپنے اس فرمان ذی شان میں بند کر دیئے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا جنتی گروہ کون ہوگا ؟ فرمایا ﴿ما انا علیه و اصحابی﴾ ترجمہ : جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق ہدایت پر ہوگا ، سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کا اجتماع کیا اس حدیث کی علمبرداری نہیں ؟ جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو بغیر امیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا ، رسول اللہ ﷺ کے سانحہ ارتحال کے بعد وحی کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا مسلمانوں پر خلیفہ کا تقرر لازمی شرعی ضرورت ٹھہرا اس لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں نبی کریم ﷺ کے فرمان عالی قدر کو روبعمل لانے کیلئے اجتماع صحابہ ہوا جس میں افضلیت کی شرط پر خلیفہ کا انتخاب ہوا ، صحابہ نے چونکہ رسول اللہ ﷺ کے منہ مبارک سے عظمت صدیق کے جھڑتے ہوئے گلہائے عطر ریز اپنے قلوب و اذہان میں محفوظ کر رکھے تھے ، اور ہر صحابی کی طبع نفیس ان کی رعنائی اور خوشبو سے آشنا اور بہرہ ور تھی اسلئے بالاتفاق تاج خلافت عظمتوں کے اس بے تاج بادشاہ کے سر رکھا گیا جس کا نام صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ ہے، سقیفہ بنی ساعدہ خزرجی میں صحابہ کرام کی جملہ کاروائی ﴿ماانا علیہ و اصحابی ﴾ کی عملی تفسیر اور واضح عمل داری تھی، جو ضروریات دین میں سے تھی۔ سید صاحب بتائے کہ ﴿ماانا علیہ و اصحابی ﴾ کا حکم فقط سقیفہ بنی ساعدہ تک محدود اور محصور تھا یا اس کا حکم اور اتباع اپنی غیر محدود وسعتوں کو لیے ہوئے صبح قیامت تک جاری وساری ہے؟ بلاشبہ جاری وساری ہے۔ اگر اس کا حکم اور اس کی تعمیل ضروریات دین کی فہرست میں نہ آتے تو قیام قیامت تک آنے والے قافلہ ہائے اہل ایمان کو اس کیلئے پابند عمل نہ کیا جاتا، یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت اور استحقاق خلافت کی جملہ کاروائی (افضلیت) ﴿ماانا علیہ و اصحابی ﴾ کے تحت ہوئی جو ضروریات دین کا حصہ بن گئی، عبدالقادر شاہ کا یہ کہنا کہ افضلیت ضروریات دین سے نہیں، غلط اور خلاف عقل ودانش ہے، ﴿اتبعو االاسوادالاعلم ﴾ اور ﴿ماانا علیہ و اصحابی ﴾ ہر دو احادیث کا حکم یہ ہے کہ عقیدہ جمہور اور اجماع صحابہ کی پیروی کی جائے، اجماع صحابہ کا جمہوری عمل اور مجموعی رائے دلیل افضلیت ہے، جو ضرورت دین میں سے ہے اس لئے جمہور علماء کا اتفاق اور اجتماعی عقیدہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ان الاجماع علی افضلیۃ الصدیق محمول علی اجماع من یعتدبہ من اہل السنۃ اذلا یصح حملہ علی اجماع الامۃ المخالفۃ بعض اہل البدعۃ ﴾

(شرح فقہ اکبر: ص: ۸۲)

ترجمہ: یہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع ہے اس سے مراد قابل اعتماد اہل سنت ہیں۔ (یعنی علمائے اہل سنت ہیں) اس اجماع کو، اجماع امت نہیں کہہ سکتے کیونکہ اہل بدعت (شیعہ) افضلیت ابوبکر صدیق اور اجماع کے مخالف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اہل سنت وجماعت کے دسویں صدی ہجری کے مجدد، اور

سالار قافلہ ٔ حنفیت ملا علی قاری رحمہ اللہ کی قبر انور پر جنہوں نے عقیدۂ اہل سنت و جماعت ،اور عقیدۂ اہل تشیع کی تفصیل بیان کی اوران کے درمیان پایا جانے والا اختلاف بھی واضح فرمایا: کہ جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت و جماعت حضرت ابوبکر صدیق کو افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین مانتے ہیں اوراہل تشیع ،اس کا انکاراوراسکی مخالفت کرتے ہیں سید صاحب اگر افضلیت کا انکارکرتا ہےاور دلیل یہ دیتا ہے کہ یہ ضروریات دین سے نہیں ،قبر میں اس کے متعلق سوال نہیں ہوگا،،اس کی اس بہانہ جوئی سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا موقف اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مغائر ہے سید صاحب نے زبدۃ میں بار ،بار اجماع کا انکار کیا ہے ،اجماع صحابہ ہو یا اجماع اہل سنت ،اس کا انکار اہل سنت و جماعت کیلئے ناممکن ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت کے مضبوط دلائل میں سے ایک دلیل اجماع صحابہ بھی ہے ،تحقیق وعلم کی دنیا میں اجماع کا انکار دلیل قطعی کا انکار ہے جو ایمان کے چولہوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے ،،سید صاحب سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر قبر میں مسئلہ افضلیت نہیں پوچھا جائے گا تو کیا ضروریات دین کا حصہ بننے والے جملہ امور شرعیہ کا بھی سوال ہوگا ؟ بے شک انفراداً،تفصیلاً فرشتے بندے سے تمام ضروریات دین کا سوال تو نہیں پوچھیں گے اور یہ یقینی امر بھی ہے تو کیا پھر فرشتوں کا سوال نہ بننے والے احکام شرعیہ کو چھوڑ دیا جائے ؟اگر سید صاحب کا پختہ ایمان ہے کہ نکیرین افضلیت کا سوال نہیں پوچھیں گے تو پھر بتایا جائے کہ زبدۃ التحقیق کو چارصد صفحات پر پھیلانے کا مقصد؟ آج پوری دنیا اس کے عنوانات ،دلائل ،اور تبصرہ جات کو پڑھ کر یہ کہہ رہی ہے کہ زبدۃ التحقیق ایک ایسی دستاویز ہے جس میں اجماع صحابہ ،جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت اور افضلیت ابوبکر صدیق پر تابڑ توڑ حملے کئے گئے ہیں ،اس کوسنی کتب سے شمار نہیں کیا جاسکتا،،

اور پھر اس میں جا بجا افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو افضل البشر

بعد الانبیاء والمرسلین لکھنے اوراس پر ضعیف، سقیم، اور بے بنیاد دلائل ذکر کرنے اوران کا سہارا لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟اگر دینی ضرورت کے ہاتھوں مجبوری اور بے بسی تھی تو یہ ضرورت صرف اہل تشیع کی ہوسکتی ہے اہل سنت و جماعت کی نہیں ،سید صاحب کو اہل تشیع کا وکیل اور ترجمان بننے کی کیا ضرورت تھی؟

بہر حال اگر خلافت کے مصداق سے افضلیت کی شق اور شرط کو حذف کر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد مسند آرائے امارت ہونے والے سب امراء کو خلیفہ کہا جائے ،اوران کے تقرر اور استحقاق پر مہر تصدیق ثبت کی جائے جبکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تصریح کہ خلیفہ کیلئے افضلیت شرط ہے اوراس پر اجماع امت ہے کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے امراء کے سروں پر تاج خلافت رکھنا محال شرعی ہے۔ کیونکہ وہ افضلیت کے حامل نہ تھے، ماننا پڑے گا کہ خلافت کے عنوان میں لازمی اور بنیادی شرط افضلیت ہے،،اوراس پر اجماع امت ہے۔

شرط افضلیت بطریق دیگر اسلام میں خلیفہ کا انتخاب اور تقرر واجبات شرعیہ میں

سے ہے۔محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿اعلم ایضاً ان الصحابة رضوان الله علیهم اجمعوا علی ان نصب الامام،بعد انقراض زمن النبوة واجب بل جعلوه اهم الواجبات حیث اشتغلوا به عن دفن رسول الله ﷺ واختلافهم فی التعیین لا یقدح فی الاجماع المذکور ولتلک الاهمیة لما توفی رسول الله ﷺ قام ابوبکر خطیبا کما سیاتی فقال ایهاالناس من کان یعبدمحمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبدالله فان الله حی لا یموت و لا بدلهذاالامر ممن یقوم به فانظروا وهاتوا

اراء کم فقالوا صدقت ننظر فیه ﴾ (الصواعق المحرق: ص،۷،۸)

اس امر کالازماً علم ہونا چاہیے کہ زمانہ نبوت کے اختتام پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس امر پر اجماع کیا کہ امام کا تقرر واجب ہے، بلکہ تقرر امام کو اہم واجبات سے شامل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر انتخاب خلیفہ میں مشغول اور مصروف ہو گئے، باوجود یکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے وقتی طور پر اختلاف کیا مگر یہ اختلاف اجماع صحابہ کیلئے نقصان کا باعث نہیں، کیونکہ تقرر امام ایک اہم اور حساس معاملہ تھا،، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت جناب صدیق اکبر نے بلند پایہ مبنی برحقیقت ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، اور اعلان فرمایا: لوگو سنو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ تو انتقال فرما گئے ہیں، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ بھی سن لے کہ اللہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ ہے اس پر کبھی موت نہیں آئے گی، نظام نبوت کو چلانے اور باقی رکھنے کیلئے خلیفہ کا تقرر ضروری ہے اس اہم معاملے کو دقت نظر سے دیکھو اور اپنی اپنی رائے کا اظہار کرو، سب نے کہا اے صدیق رضی اللہ عنہ آپ نے بالکل سچ کہا ہم اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔ اسی غور وفکر کی غرض سے تقرر خلیفہ کی اہمیت کو لئے ہوئے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے، اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نامزدگی ہو چکی تھی چونکہ مہاجرین صحابہ کا کوئی فرد اس وقت موجود نہ تھا اس لئے شیخین کریمین یہ خبر سنتے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے وہاں مسئلہ خلافت کے موضوع پر گفتگو جاری اور گرما گرم بحث ہو رہی تھی، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نامزدگی چونکہ انصار کر چکے تھے، اس لئے حضرت سعد بن عبادہ نے بحیثیت امیدوار دلائل دیئے، خدمات اسلام اور احترام نبوت کے حوالے سے انصار کی خدمات کے حوالہ جات پیش فرمائے اور خلافت کا استحقاق جتلایا۔ بعد میں مہاجرین صحابہ کے آجانے پر حالات کا رخ تبدیل ہوا اور باجماع صحابہ تاج خلافت جناب صدیق اکبر کے سر رکھا گیا، محدث مذکور کی عبارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خلیفہ کا انتخاب تمام واجبات سے بلند ترین اور انتہائی اہم واجب ہے، اس کے اہم واجب ہونے پر اجماع صحابہ ہے اگر مسئلہ خلافت اسلام میں اہم واجبات سے نہ ہوتا تو صحابہ کرام

رسول اللہ ﷺ کے کفن دفن کے معاملات کو چھوڑ کر خلافت کے معاملہ کو یک سواور حتمی شکل دینے کیلئے سقیفہ بنی ساعدہ میں کیوں جمع ہوتے ؟اجماع صحابہ سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ مسئلہ خلافت ضروریات دین اور واجبات شرعیہ میں سے ہے،اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے کہ اسلام میں خلیفہ کا سب سے افضل ہونا ضروری ہے ،مسلمہ قانون ہے کہ واجب کا مقدمہ (جس پر واجب کا وجوداور عمل داری)موقوف ہووہ بھی واجب ہوتا ہے جیسے نماز کیلئے وضو،جس طرح اسلام میں باجماع صحابہ خلیفہ کا تقرر واجبات شرعیہ میں سے ہے اسی طرح باجماع صحابہ خلیفہ کا اپنے تمام اہل زمان سے افضل ہونا بھی واجبات شرعیہ میں سے ہے،ہمارے اس موقف کی تائید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سرکار گولڑہ شریف سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمہما اللہ کے اقوال مبارکہ سے بھی ہوتی ہے،فرماتے ہیں شیخین کی افضلیت اس جماعت پر جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہے او جماعت متقدمہ پر بمفہوم موافق یعنی جماعت متقدمہ میں سے جس کا انفاق وقتال مقدم ہوگا وہ سب سے افضل ہوگا اور شیخین کا انفاق اور قتال احادیث صحیحہ سے مقدم ثابت ہے لہذا خلافت ان کی خلافت راشدہ وخاصہ ٹھہری جس میں خلیفہ کا افضل ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔(تصفیہ ما بین سنی وشیعہ،ص:۲۳)

مندرجہ اس اقتباس کا سیدھا سادہ مفہوم یہ ہے کہ شیخین کی خلافت مطلق خلافت نہیں بلکہ خلافت راشدہ خاصہ ہے۔

اس کے راشدہ ہونے کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد تیس سالوں تک خلافت راشدہ ہوگی ،اور خاصہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اجماع صحابہ سے ان کی خلافت ثابت ہے آیت قرآنی بطور دلیل بھی موجود ہے اور دلیل افضلیت قطعیہ ہے جو دیگر لائل کے علاوہ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ ،سے ثابت ہے،

اسلام میں خلیفہ کا تقرر واجبات شرعیہ میں سے کیوں ہے؟

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ثم ذالک الوجوب عندنا معشر اھل السنة والجماعة وعند اکثر المعتزلة بالسمع ای جھة التواتر والاجماع المذکور﴾ (الصواعق المحرقہ، ص:۸)

ترجمہ: خلیفہ کا تقرر واجب ہے، اور اس کے وجوب پر دلیل سمعی یعنی خبر متواتر اور اجماع صحابہ موجود ہے اس کی وجوب شرعی ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ووجہ ذالک الوجوب انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باقامة الحدود وسدالثغور، وتجھیر الجیوش للجھاد وحفظ بیضة الاسلام﴾ (ایضاً) ترجمہ: خلیفہ کا چناؤ اور تقرر اس لئے واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود اسلامی اور سرحدوں کی حفاظت اور نگرانی، جہاد کیلئے ہمہ اوقات اسلامی افواج کو تیار رہنے اور تیار رکھنے اور اسلامی دارالخلافہ کی مکمل پاسبانی اور دربانی کا حکم دیا ہے،، پھر فرمایا یہ امور واجبات میں سے ہیں اور قانون اسلامی یہ ہے کہ: ﴿وما لایتم الواجب المطلق الا بہ وکان مقدوراً فھو واجب﴾ (ایضاً)

ترجمہ: ہر وہ چیز جس کے بغیر واجب تکمیل پذیر نہ ہوتا ہو اور ہو بھی تحت القدرۃ یعنی اس کا معرض وجود میں لانا طاقت بشری میں ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے۔

یعنی یہ امور جن کو بروئے کار لانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے واجبات میں سے ہیں، لیکن خلیفہ کے بغیر ان امور کو روبعمل لانا ناممکن ہے لہذا ان کو معرض وجود میں لانے کیلئے خلیفہ کا انتخاب اور تقرر واجب ہے کیونکہ واجب کا مقدمہ یعنی جس امر پر واجب کا وجود اور عمل داری موقوف ہو، واجب ہوتا ہے، جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ خلیفہ کا چناؤ اور تقرر واجب ہے تو اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ خلیفہ کا معیار اور اہلیت کیا ہونی چاہیے تو یہ بدیہی بات ہے کہ خلیفہ وہی ہوگا جسکے اعصاب مضبوط ہوں گے، ہمت دلیری، جرأت، اور عزم صمیم کا پیکر ہوگا، جو شخص ان فضائل کا جامع ہوگا وہی افضل ہوگا اور وہی خلیفہ ہوگا اسی لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے افضلیت کو شرط قرار دیتے ہوئے اس پر اجماع امت نقل فرمایا ہے اسلامی حدود و قضا کا قیام، اسلامی سرحدوں کی نگرانی اور پاسبانی، اسلامی افواج کو ہمہ اوقات

چوکس رکھنا جہاد کیلئے تیاری، دارالخلافہ کی حفاظت ضروریات دین میں سے ہیں، ان کا وجود وقیام خلیفہ کے تقرر پر ہے وہ بھی ضروریات دین میں سے ہے،، اس لئے خلیفہ کیلئے تمام اہل زمان سے افضل ہونا باجماع صحابہ بھی ضروریات دین میں سے ہوگا۔ سید صاحب کا افضلیت کو ضروریات دین میں سے شمار نہ کرنا غلط ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان امور کا تحفظ کرنے والا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا چنانچہ آپ کو افضل قرار دیکر خلیفہ منتخب کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعبیر وتوضیح اس وقت سامنے آئی جب فتنہ ہائے ارتداد اور مانعین زکوٰۃ نے سر اٹھایا، اور آپ نے اپنی خداداد ہمت اور جراءت سے ان کا قلع قمع فرمایا۔

جبکہ حضرت عمر، اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ایسے جلیل القدر صحابہ کرام اس نوع کارروائی کے مخالف تھے ،مگر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمت، جراءت اور عزم صمیم کا پیکر بن کر اسلام اور بانیء اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو دبایا، اور ہر مخالف آواز کا گلا دبوچا، اور عظمت اسلام کو انہی خطوط پر استوار فرمایا جو رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک آنے والی اپنی امت کیلئے متعین فرما رکھے تھے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے ابتدائی ایام میں نظر دوڑائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوقات انتہائی سنگین صورت حال کی غمازی کرتے ہیں، ایک طرف اندرونی اختلافی آراء کا دباؤ ہے اور دوسری طرف اسلام اور زکوۃ کے خلاف بغاوت اور انکار کا سیل بے کراں اُمڈ آیا ہے جس کی تیز رو، اور منہ زور لہروں نے ایمان اور اسلام کے ہنستے بستے شہروں اور قبائل کو نگل لیا ہے مگر ذات صدیق رضی اللہ عنہ نے نعرۂ توحید بلند کیا اور ارشاد فرمایا، نگاہ صدیق رضی اللہ عنہ ان شہروں اور علاقوں کو کفر کے ہاتھوں یرغمال اور پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتی جن شہروں اور قصبوں کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے اپنے خون مآب پر رکھی تھی، اور ان کے در و دیوار کو اپنی نبوت کے نور سے چمکایا تھا، ایسے ہوشربا اور معرکۃ الآراء لمحات میں بدامنی، بے چینی کے بڑھتے ہوئے طوفانوں اور کفر کی شعلہ سامانیوں کا رخ پھیر دینا افضلیت ابوبکر صدیق کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

پوری تفصیل کا اجمالی خاکہ اور دو حرفی خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی حدود وقصاص کا نفاذ، اسلامی سرحدوں کی

حفاظت، اسلامی افواج کی تشکیل اور جہاد کیلئے ہمہ اوقات چوکس، اور چاک وچوبند رہنا، اسلامی دارالخلافہ کی حفاظت، وغیرہ امور اہم الواجبات میں سے ہیں، لیکن ان کا وجود، ظہور، ثبوت اور صدور تقرر خلیفہ پر موقوف ہے لہذا تقرر خلیفہ بھی اہم الواجبات میں سے ہے کیونکہ مذکورہ بالا امور واجب ہو کر تقرر خلیفہ پر موقوف ہیں لہذا تقرر خلیفہ جو اس موقوف (امور مذکورہ بالا) کا موقوف علیہ ہے وہ بھی فقہہ اور اصول فقہہ کی روشنی میں واجب ہوگا، تقرر خلیفہ کیلئے باجماع امت افضلیت شرط، اور واجب ہے مصدقہ امر ہے کہ اسلام میں جو امور واجبہ ہیں وہ ضروریات دین میں سے ہیں، لہذا ثابت ہوا کہ اسلام میں خلیفہ کا سب سے افضل ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ سید صاحب کا یہ کہنا کہ افضلیت ضروریات دین میں سے نہیں غلط ہے،،

قبل ازیں یہ تحریر ہو چکا ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے خلفائے اسلام (خلفائے راشدہ) کیلئے افضلیت کو شرط لازم کے طور پر تحریر فرمایا ہے، اور اس پر اجماع امت سے استدلال فرمایا ہے،،

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ کا عقیدہ اور اس پر آیت قرآنی سے استدلال بھی سپرد قلم ہو چکا ہے جس کے مطابق ہر دو کاملین نے شیخین کی خلافت کو خلافت راشدہ اور خلافت خاصہ قرار دے کر ان کی افضلیت کو قطعی فرمایا ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ اسلام میں خلفاء راشدہ کی خلافت، خلافت عامہ، غیر راشدہ، اور ثبوت افضلیت اور بدوں وجود خیریت نہیں تو گویا جناب صدیق اکبر اور دیگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ارباب عقول کے نزدیک بشرط شی کے درجہ میں ہے لا بشرط شی کے درجہ میں نہیں، اگر جناب صدیق اکبر کی خلافت سے افضلیت کو سلب کر دیا جائے اور آپ کی خلافت کو لا بشرط شی کے درجہ میں لایا جائے جس طرح کہ سید صاحب نے زبدۃ میں بار بار دہرایا ہے تو اس سے درج ذیل خرابیاں لازم آئیں گی۔

لابشرطشی کے درجہ میں لانے سے خرابیاں

﴿1﴾ اجماع اہل سنت کا انکار

﴿2﴾ آیت قرآنی، دلیل قطعی کی مخالفت

﴿3﴾ امراء پر اطلاق خلافت

ان خرابیوں سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ خلفاء اربعہ کیلئے ترتیب خلافت کے لحاظ سے افضلیت کو تسلیم کیا جائے، جس طرح جمہور اور تمام اہل سنت کا عقیدہ اجماع صحابہ کے زیر پرورش اور زیر سایہ چلا آرہا ہے،،

ابن حزم کے قول معارض کا جواب

زبدة۔ نے ابن حزم اندلسی کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ جملہ ازواج مطہرات جملہ صحابہ کرام سے افضل ہیں، قرآن حکیم کی آیت: ﴿ومن یقنت منکن لِلّٰہ ورسولہ وتعمل صالحاً نوتھااجرھامرتین﴾ سے اس پر استدلال بھی کیا ہے کہ وہ (ازواج مطہرات) جمیع صحابہ کرام سے افضل ہیں، یعنی سورۃ:۳۳ کی آیت نمبر۳۱ نے واضح طور پر بتلایا کہ اگر جمیع صحابہ کرام اور پوری امت ایک نیکی کرے تو انہیں ان کے عمل کی مناسبت سے اکہرا ثواب ملے گا مگر ازواج مطہرات وہی عمل کریں تو ان کو جملہ امت کے افراد کے مقابلے میں دوگنا ثواب دیں گے، اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ازواج مطہرات افضل ہیں،، (زبدة: ص، ۲۴۸)

جواباً تحریر کیا جاتا ہے

کہ زبدة کی تحریرات، قرآن حدیث کی تصریحات کے مخالف مناقض اور معارض دستاویزات کا مجموعہ ہیں مذکورہ بالا اقتباس ابن حزم کی کتاب، کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل سے لیا گیا ہے، جلد اول میں اس کے نظریات اور اعتقادات پر تبصرہ آچکا ہے مناسبت مقام کے حوالے سے تھوڑا سا خاکہ

مزید پیش کریں گے مگر مذکورہ بالا تحقیق استدلال اور توضیح آیت کریمہ کے بعد اگر ابن حزم آیہ مقدسہ کے شان نزول کو دیکھتا، اور پھر خود نظم آیت ،کلمات مقدسہ پر غور کرتا تو ورود آیت کا پس منظر ،اور نو تھا اجرھا مرتین کی تفسیر اور ترجیحی اجر وثواب کا علم حاصل کر لیتا ،مگر چونکہ یہ شخص فرقہ ظاہریہ کا پیرو کار اور مبلغ ہے اس لئے نہ شان ورود کی گہرائیوں میں اتر کر دوہرے ثواب کی وجوہات تک رسائی حاصل کی اور نہ کلام مقدس کے سیاق وسباق کو ملاحظہ کیا ،صحابہ کرام بالخصوص جناب صدیق اکبر کے پائے افضلیت کو گرانے کی غرض سے نہ آیت کریمہ کا سیاق وسباق اور نہ اس حکم کی حیثیت کو سمجھ پایا جس پر عمل داری سے دوہرے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے'' آیئے دیکھیں کہ آیہ مقدسہ کا محمل اور حقیقی معنی کیا ہے ،اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر دوہرے ثواب کی برسات کیوں فرمائی جارہی ہے؟

اقول باللہ التوفیق

آیہ کریمہ جملہ شرطیہ ہے ﴿من یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا﴾ شرط ہے ﴿نؤتھا اجرھا مرتین﴾ اس کی جزا ہے ،یہ شرط کس کیلئے ہے، منکن کی مدلول ،منطوق ازواج مطہرات کیلئے ہے ،،اور شرائط کیا ہیں ،قناعت اور عمل صالح کی پاسداری ،مشروط بہ کیا ہے؟ اجرھا مرتین ،آیت کریمہ کا صاف اور شفاف ترجمہ یہ ہے: (اللہ نے فرمایا) اے نبی کی بیبیو تم میں سے جو زوجہ اللہ کے دیئے ہوئے مال اور رزق پر قناعت اور نیک اعمال کرے گی ہم اس کے بدلے دُگنا اجر دیں گے ،،

سوال یہ ہے کہ اللہ کے لئے قناعت کرنا عمل صالح نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر انفرادی طور پر ﴿من یقنت منکن﴾ کو پیرائے شرط نؤتھا اجرھا مرتین کو صورت جزا میں ذکر کرنے کا مقصد؟ ان امور کے انکشافات اور ان کی معنویت تک رسائی کیلئے شان نزول کا معلوم ہونا ضروری ہے ،

﴿من یقنت منکن﴾ کا سباق ﴿یایھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا﴾ الایہ سے شروع ہوتا ہے اور ﴿ان اللہ کان لطیفاً خبیراً﴾ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

شان نزول میں یہ تحریر ہوا ہے کہ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں جب مال غنیمت آنا شروع ہوا ،انصار

ومہاجرین کی عورتوں میں خوراک و پوشاک کی نفاست اور جدت سے انقلاب آیا تو ازواج مطہرات نے بھی نبی کریم ﷺ سے نان نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کردیا، رسول اللہ ﷺ چونکہ سادگی پسند تھے یہ مطالبہ سن کر سخت کبیدہ خاطر ہوئے، اور اپنی ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار فرمالی جو ایک مہینہ تک جاری رہی، اللہ تعالیٰ کو یہ صورت حال پسند نہ آئی اور یہ آیات نازل فرمائیں، جس طرح نبی کریم ﷺ سید الاولین والاخرین، اور ﴿ دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ﴾ کی بلندیوں پر فائز اور براجمان ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی بے پناہ عظمتوں اور لامحدود رفعتوں کی علامات اور نشانات ہیں، بلند مرتبت لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں اس لئے انہیں ایک طرف دگنے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے اور دوسری طرف دگنے ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے، یعنی جس طرح گناہ کا عذاب اور وبال دگنا ہوگا اسی طرح نیکیوں کا اجر ثواب دوگنا ہوگا، اس کا سبب اور وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ﴿ینساء النبی لستن کاحدمن النساء الایہ﴾

ترجمہ: اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، کیونکہ تمہیں نبی کی ازواج بننے کا شرف حاصل ہے، جو دنیا کی کسی عورت کا نصیب بنانہ مقدر، تم قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی امہات طیبات ہو، تم نے بنی نوع انسان کیلئے بالعموم اور امت مسلمہ کے لئے بالخصوص ایک نمونہ، اسلامی طرز حیات، اور رشد و ہدایت کی روایات بننا ہے، تمہاری نجی معاشرتی، معاشی اور ازدواجی زندگی کو مینارۂ نور بنا کر، درس و تعلیم کی صورت میں پیش کرنا ہے اس لئے تمہیں خبردار کیا جارہا ہے کہ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ تمہاری مراد اور زندگی کے نمایاں عنصر ہوں تو ہم تمہیں باقی خواتین و مردوں کے مقابل دوگناہ اجر و ثواب سے نوازیں گے، اور اگر تم نے ذرہ بھر کوتائی سے میرے رسول کو ایذاء پہنچائی اور وہ اس کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہوئے تو پھر باقی مومنین اور مومنات کے مقابل دوگنا عذاب دیں گے،،

تمام ازواج مطہرات نے یک زبان ہو کر اعلان کیا کہ ہماری زندگی کا نصب العین اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت رضا جوئی اور خوشنودی ہے، ابن حزم نے ارشاد باری تعالیٰ کا ایک پہلو، اور آدھا حصہ

نقل کیا، کہ دوہرا ثواب ملے گا،،

اور آدھا دوسرا حصہ ''کہ دوگنا عذاب بھی دیا جائے گا،، نقل کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی،،

یہ ہے وہ سیاق کلام جس سے یہ مکمل وضاحت ہوگئی کہ دوگنا اجر وثواب اور دوگنا عذاب دیئے جانے کا فلسفہ اور حکمت یہ ہے،، ازواج مطہرات کو رسول اللہ ﷺ کے حبالہء عقد میں آنے کا ایک اعزاز میسر ہے جس کے بل بوتے انہیں دنیا بھر کی عورتوں پر عظمت وکرامت سے نوازا گیا ہے، جہاں دنیا بھر کی عزت وناموس، شرافت وکرامت ڈھیر، دنیاوی جاہ وحشم، تکابر وتفاخر سرنگوں اور بے بسی کی تصویر بن جاتے ہیں، تو گویا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی، اور رضا مندی دوہرے ثواب وجزاء کا محور ہے اور ناراضگی دوگنے عذاب کا موجب ہے، رسول اللہ ﷺ کی ازاوج مطہرات امہات المومنین ہیں، نمونہء تقلید ہیں اس لئے بھی ثواب وتعذیب کا فارمولا اور کلیہ یہی ہونا چاہیے تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام مکرم میں ارشاد فرمایا ہے، اسی عنوان، اور اسی فلسفے کو ایجاز واختصار میں سمیٹتے ہوئے امام رازی نے فرمایا کہ: ﴿لما ذکر ان عذابهن ضعف عذاب غیرهن واجرهن مثلاً اجر غیرهن صرن کالحرائر بالنسبة الی الاماء﴾ ترجمہ: جب یہ ذکر کر دیا گیا کہ ازواج مطہرات کا عذاب امت کی خواتین کے مقابلہ میں دوگنا ہے اور اجر ثواب کی نوعیت بھی اسی طرح ہے تو ازواج مطہرات اور ان کی ذوات آزاد عورتوں کی مانند ہیں دیگر خواتین امت ان کے مقابل باندیوں اور لونڈیوں کی حیثیت میں ہیں، باندی، آزاد خاتون کے مقابل آدھی اور نصف ہے اس لئے عذاب وثواب کے حکم میں یہی اصول مقرر فرمایا گیا ہے، نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات چونکہ آزاد خواتین کی مثل ہیں ان کا ثواب دوگنا، اور عذاب بھی دوگنا، مقرر فرمایا گیا ہے، باقی خواتین امت، باندیوں اور لونڈیوں کی حیثیت میں ہیں اس لئے ان کے عذاب وثواب کا معاملہ اکہرا یعنی ان کے نصف رکھا گیا ہے۔

سید صاحب نے ابن حزم کے قول کی اتباع کرتے ہوئے،، مفاضلہ ازواج مطہرات اور جمیع صحابہ

کرام بشمول شیخین کریمین کے درمیان قائم کرتے ہوئے کہا ہے کہ دوگنا ثواب دیئے جانے کی وجہ سے ازواج مطہرات شیخین کریمین سے بھی افضل ہیں، حالانکہ یہ عقیدہ باطل ہے، قرآن وحدیث اس کی تائید نہیں کرتے بلکہ تردید کرتے ہیں، دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) یہ مفاضلہ جمیع امت بشمول جمیع صحابہ کرام نہیں بلکہ ازواج مطہرات، اور خواتین امت کے درمیان ہے امت کا کوئی مرد اس میں داخل اور شامل نہیں چہ جائے کہ یہ مفاضلہ ابوبکر صدیق دوسرے صحابہ اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہو،، اس کی دلیل یہ آیہ ءمقدسہ ہے جو ﴿ینساء النبی لستن کاحدمن النساء﴾ کی صورت میں جزوے قرآن ہے، ترجمہ: اے نبی کی ازواج تم امت کی کسی بھی خاتون جیسی نہیں ہو،، کیونکہ تمہیں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے،،

(۲) ومن یقنت منکن سے ماقبل اور مابعد آیات مقدسہ میں ہدایات کا مضمون ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دی جارہی ہیں، نظم قرآن میں صیغہائے جمع مونث وارد کئے گئے ہیں جن سے واضح ہے کہ جملہ آیات میں بیان شدہ جملہ پندونصائح ازواج مطہرات کیلئے ہیں۔

(۳) شان نزول دلیل فاصل اور وجہ ءفیصل کے طور پر موجود ہے۔

(۴) صیغہائے آمدہ جمع مونث ہیں جو رخ کلام اور حکم خداوندی کو ابوبکر صدیق، اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ مقابلہ کے تفاضل اور تعارض کیلئے رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

(۵) اگر یہ کہا جائے یا یہ تسلیم کیا جائے کہ مفاضلہ، جمیع صحابہ بشمول ابوبکر صدیق اور ازواج مطہرات کے درمیان ہے اور ازواج مطہرات جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں جیسا کہ زبدۃ کے ص: ۲۴۷،، پر تحریر کیا گیا ہے تو ان امور کا کیا جواب ہے؟

ا: حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں حضرت عائشہ ابوبکر صدیق، اور حضرت حفصہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی صاحبزادی ہیں تو کیا یہ ازواج مطہرات شیخین کی بیٹیاں ہو کر حضرات شیخین سے افضل ہو سکتی ہیں؟

ب :اگرابن حزم اندلسی کے فارمولے پر امنا و صدقنا کہا جائے ،تو صحابہ ،تابعین اوراجماع اہل سنت کے خلاف صریحاً بغاوت نہیں ؟اگر ہے اور یقیناً ہے تو ایک مسلمان دائرہ ایمان میں رہتے ہوئے اس کا متحمل ہوسکتا ہے؟

ج :حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہما اللہ نے شیخین کی افضلیت قطعیہ جو سورۂ حدید کی آیت : ۱۰ سے ثابت کی ہے اس کا انکار اوراس کی تکذیب لازم نہیں آتی ؟ابن حزم کے موقف کوتسلیم کرنے سے محال عقلی ،اور محال عادی لازم نہیں آتا؟علمی دنیا کے لوگ جس امر سے محالات ثلٰثہ میں سے جو بھی محال لازم آرہا ہواسکوردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں ،کیا یہ قاعدہ درست نہیں ؟حقیقت یہ ہے کہ سید صاحب نے افضلیت شیخین کوسلب کرنے کے لیے ضعیف ترین منفی دلائل کی بیساکھیوں کواستعمال کیااور غیر اہل سنت و جماعت کی کتابوں کا سہارالیا،مگراجماع صحابہ کرام ،تابعین اوراجماع اہل سنت کی سیسہ پلائی ہوئی دیوارکو پھلانگ سکا نہ ان کے محکم دلائل کو فتح کرسکا۔

سید صاحب کا ادعا ہے کہ وہ دربار عالیہ قادریہ جیلانیہ سندھوسیداں شریف کا سجادہ نشین ہے ،سندھو سیداں شریف راولپنڈی میں ہے۔اس کا یہ بھی اظہار ہے کہ وہ سید خاندان سے ہے اور حضرت علی کی اولاد میں سے ہے اگرایسا ہے تو پھراس کا حسبی اور نسبی رشتہ خاندان رسول ﷺ سے ہے جو عراق ،بغداداور مدینہ طیبہ میں ہے،ابن حزم یااس کے آباؤاجداد سے اس کا کوئی رشتہ نہیں سیداور علوی ہونے کے ناطے مسئلہ تفضیل کے حل اور تحقیق کیلئے اندلس کی بجائے عراق ،بغداداور مدینہ طیبہ کا رخ کرنا چاہیے تھا، کیونکہ یہی تو وہ مراکز ہیں جنہیں انوار رسالت کی آماجگاہ ،علوم قرآن وحدیث کی درسگاہ ،رشدوہدایت کی رصدگاہ، ،جلال توحید،اور جمال رسالت کی جلوہ گاہ انوار وتجلیات کی دستگاہ ،سلوک وطریقت کی تفسیر ،فقر وتصوف کی تعبیر ،اعتقادوعرفان کی تشہیر کا شرف حاصل ہے یہی وہ بلاد مقدسہ ہیں جہاں ،علوم نبوت ،اورخون رسالت کی بلند پایہ عظمتیں اور کرامتیں آسودۂ خاک ہیں ،یہی وہ مقامات علیا ہیں ۔جہاں سے صدق وصفائی ،تحقیق وتدقیق کے انوار اُٹھے اور پوری دنیا کواپنی آغوش نور میں لے کرنہلایا اور بسایا،عراق ،

بغداد، اور مدینہ منورہ سے بہنے والے صداقت وحقانیت کے چشمے جو قیامت تک آنے والے ارباب علم کی تشنگی کو بجھاتے رہیں گے ان سے بہرہ ور اور فیضیاب ہونے کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ دلی پیاس بجھانے کی غرض سے اندلس کے ابن حزم کے پاس پہنچ گیا، اور اپنے ہم نواؤں میں بانٹنے کیلئے یہ تحفہ لے کر آیا کہ ازواج مطہرات شیخین سے افضل ہیں، آیئے دیکھیں کہ:

عراق بغداد اور مدینہ طیبہ والوں کا مسئلہ تفضیل میں مبلغ علم اور حتمی فیصلہ کیا ہے؟:

محبّ طبری نقل فرماتے ہیں: ﴿عن ابی الدرداء قال رآنی النبی ﷺ امشی امام ابی بکر ،فقال یااباالدرداء اتمشی امام من هو خیر منک فی الدنیا والاخرة ؟ماطلعت شمس ولا غربت علی احدبعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر﴾ (الریاض النضرة : ۱،ص:۱۳۶)

ترجمہ: ابی الدرداء سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابا الدرداء تو ایسے شخص کے آگے چلتا ہے جو دنیا اور آخرت میں تجھ سے بہتر (افضل) ہے ،کبھی سورج طلوع ہوا نہ غروب کسی بھی شخص پر انبیاء اور رسولوں کے بعد جو ابوبکر سے افضل ہو،، حدیث پاک میں عموم النفی ہے کیونکہ ماطلعت ولاغربت شمس نفی ہے علی احد انکرہ محضہ ہے،، عموم النفی کی موجودگی جناب آدم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے لیکر فرمان رسول ﷺ کے اوقات تک کو شامل ہے جس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ اولاد آدم میں کوئی مرد ہوا ہے۔

نہ ہوگا کوئی خاتون ہوئی ہے نہ ہوگی جو انبیاء اور رسولوں کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو ،، لگے ہاتھوں ایک اور حدیث جس کو محبّ الدین طبری نے حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما کی زبانی دیگر آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے روایت فرمایا ہے، روایت اس طرح ہے:

﴿عن جعفربن محمدوقدسئل من ابی بکر فقال ما اقول فیه لا اقول فیه الا خیرا اوقال الاالخیر بعدحدیث حدثنیه ابی محمد قال حدثنی ابی الحسین قال سمعت ابی علی بن ابی طالب یقول رسول الله ﷺ یقول ماطلعت شمس ولا غربت الحدیث بتمامه ثم

قال لا انا لنی الله شفاعة جدی ان کنت کذبت فیما رویت لک وانی لا رجو شفاعته یوم القیامة یعنی ابابکر ﴾(الریاض النضرة : ۱،ص: ۱۳۶)

ترجمہ: امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا میں خیر (سچی بات) کے علاوہ کچھ نہیں کہوں گا، اس حدیث کے بعد جو میں نے اپنے والد محمد سے سن رکھی ہے امام محمد (زین العابدین) نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے سماعت کی اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ سے (اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب کسی بھی شخص پر جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے جدامجد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ فرمائے جو کچھ میں نے روایت کیا ہے اگر اس میں میں نے کذب بیانی سے کام لیا ہو تو اور میں پر امید ہوں کہ قیامت کے دن جناب صدیق اکبر میری شفاعت فرمائیں گے، حدیث مذکورہ میں آئمہ عظام رضی اللہ عنہم کا نسب یوں ہے جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم روایت کے اس سلسلہ میں حضرت امام زین العابدین کا بھی اسم گرامی ہے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، تدریب الراوی کے حوالے سے سید صاحب نے تحریر کیا ہے کہ سب سے اصح الاسانید (اونچی سے اونچی سند) کون سی مانی جاتی ہے؟ کہتے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام روایت کریں امام حسن علیہ السلام یا امام حسین علیہ السلام سے اور وہ روایت کریں حضرت المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کریں سید الانبیاء علیہ السلام سے وہ حدیث ساری حدیثوں کی سردار ہے،، (نعرۂ حیدری: ص،۱۶)

تدریب الراوی کے حوالے سے جو سید صاحب نے اصح الاسانید اور حدیثوں کی سردار حدیث کیلئے جو کلیہ بیان کیا ہے مذکورہ حدیث پر پوری طرح صادق اور منطبق ہے کیونکہ مذکورہ حدیث امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی

المرتضی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے تو یہ حدیث اصح الاسانید بھی ہے اور تمام احادیث کی سردار بھی ہے۔

یہ حدیث الریاض النضرۃ:۱:ص،۱۳۶، پر محبّ الدین طبری نے نقل کی ہے، محبّ الدین طبری بقول سید صاحب سنی ہیں اور کتاب بھی اہل سنت کی نامی کتاب ہے،، اس کتاب کو آپ چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ یہ اہل سنت کی کتاب نہیں ہے اس کتاب کے حوالہ جات علمائے بریلی شریف علمائے دیوبند، علمائے اہل حدیث نے بھی دیئے ہیں (نعرۂ حیدری ص:۱۵)

سید صاحب نے حدیث کی سیادت، ثقاہت اور صحیح ترین ہونے کیلیے یہ شرط عائد کی تھی کہ راوی امام زین العابدین، امام حسین، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم ہوں اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کریں یہ حدیث چونکہ سید صاحب کی جملہ شرائط کو پورا کرتی ہے لہٰذا سید صاحب پر علمی، تحقیقی اور اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ انصاف و دیانت کا دامن تھام کر وہ تسلیم کرے، اور اعلان کرے کہ ابن حزم کی قیادت شخصی اور سیادت علمی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے زبدۃ:۲۴۸،، پر جو یہ تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات جمیع صحابہ کرام سے بشمول شیخین کریمین افضل ہیں،، غلط ہے، اگر وہ خود تسلیم کردہ کتاب سنیت میں مندرج اصح الاسانید کی حامل روایت کو صحیح تسلیم کرتا ہے نہ اس پر عمل پیرا ہوتا ہے تو کتاب سنیت (الرّیاض النضرۃ) سے خود فتوی لے لے کر اس کا عقیدہ اور مسلک کیا ہے ؟ اگر اپنے ہی مقرر کردہ اصول حدیث کی روشنی میں، مذکورہ حدیث کو تسلیم کرنے سے عاری ہے یا کوئی دشواری ہے تو بتانا پڑے گا کہ حدیث مرفوع کے مقابل گم گشتہ راہ شخص کے قول مردود کو کیوں ترجیح دے رہا ہے؟ آیات قرآنیہ، آحادیث نبویہ، اجماع صحابہ، جمہور علمائے امت، کے مقابل بھٹکے ہوئے شخص کی ذاتی رائے کو اپنانا اور ترجیح دینا فکر اسلام ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ الریاض النضرۃ:۱:ص،۱۳۶، سے دو مرفوع احادیث سے ابن حزم کے ذاتی قول کا معارضہ پیش کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ابن حزم اندلسی اور اس کے متبع سید صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات شیخین اور

دیگر صحابہ سے افضل ہیں غلط اور خلاف نقل ہے، پھر تحریر کیا کہ اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے مقابلے میں ازواج مطہرات افضل ہیں قارئین اور ناظرین حضرات بفضل اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کی شان اور پند و نصائح کے بیان پر مبنی آیات کا سلسلہ سیاق و سباق اور شان نزول کے عنوانات میں ہم زیب قرطاس اور سپرد قلم کر آئے ہیں جس سے ادنیٰ شعور اور معمولی سمجھ بوجھ کا حامل شخص آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ فضیلت میں تقابل صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے درمیان نہیں بلکہ خواتین اسلام دیگر مومنات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے درمیان ہے۔ جنھوں نے انصار و مہاجرین کی آمدنی اور خوشحالی کو دیکھ کر اپنے لیے بھی نان نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا تھا ابنِ حزم فرقہ ظاہریہ کا پیروکار اور متبع نظریات تھا اس نے ومن یقنت منکن الایــــہ کو دیگر آیات بینات سے الگ کیا اور ظاہری معنیٰ پر اکتفاء اور انحصار کرتے ہوئے افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی پر استدلال کیا، جو آیات بینات کی روشنی میں غلط اور باطل ہے، آیت کریمہ کو دیگر آیت کے ساتھ ربط اور ضبط سے کاٹ کر ظاہری اور من پسند معنیٰ تحریر کرنا تحقیق ہے؟ سیّد صاحب کے نزدیک تو ہے مگر واقفان علم و دانش کی نظر میں یہ تحریف لفظی بھی ہے اور معنوی بھی۔

اور یہ امر نہایت ہی تعجب خیز ہے کہ سیّد صاحب اس لفظی اور معنوی تحریف کو تحقیق کا درجہ دیتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر نہ ہی نصی اجماع ہوا ہے اور نہ ہی سکوتی اجماع ہوا (زبدۃ۔ص۔248) ابن حزم کی تحریر کو تحقیق اور حقائق سمجھنے اور تحریر کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ابنِ حزم افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت عائشہ حضرت حفصہ اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن جناب شیخین کریمین سے افضل ہیں یہ شخص شیخین کریمین کی صاحبزادیوں کو اُن سے افضل قرار دے رہا ہے باوجود یہ کہ شیخین کریمین کی افضلیت دلیل قطعی (آیت قرآنی) سے ثابت ہے۔

یہ بات بالائے علم و فہم ہے کہ ابن حزم ظاہری کی بے منطق، غیر مرتبط، اور غیر منطبق، جمہور مخالف، اور ذاتی رائے کو سید صاحب نے تحقیق اور حقائق کیوں کہا اور کیوں تحریر کیا؟۔ اور افضلیت

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ پر ہونے والے اجماع کا کیوں انکار کیا ہے؟ اب رہی یہ بات کہ افضیلت

اجماع سکوتی بھی حجت شرعیہ ہے، مگر ابوبکر پر اجماع نصی تام ہوا ہے

ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نصی ہوا ہے یا سکوتی؟ یا بالکل نہیں ہوا۔ اس کی مفصل بحث عمدۃ التحقیق کی پہلی جلد میں آچکی ہے لیکن موقعہ محل کی مناسبت سے کچھ تھوڑا سا تبصرہ کرنا تقاضائے مقام اور توضیح بیان ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا، عمر و ابوعبیدہ بن الجراح ہمیں دو کس اند کہ اوّل با ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ در سقیفہ بیعت نمودہ اند بعد ازاں دیگراں و ہر دو دراں وقت در حق ابوبکر گفتہ اند کہ انت خیر نا و افضلنا۔

ترجمہ: تو بہترین یا ہستی و بزرگ ترین ماوایں کلمہ ءایشاں را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ۔ بلکہ مسلّم درشتہ پس خیریت وافضلیت ابوبکر نزدیک جمیع صحابہ مسلّم اثبوت وقبعی بود (تحفہ اثنا عشریہ۔ص۔۲۷۱)

ترجمہ: سقیفہ بنی ساعدہ میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابنِ الجراح نے کی اور ان کے بعد دیگر صحابہ نے بیعت کی، بوقت بیعت ان دونوں نے حضرت ابوبکرصدیق کے حق میں کہا کہ آپ ہم سب سے بہتر اور ہم سب سے افضل ہیں ان حضرات کے یہ الفاظ افضیلت سقیفہ میں موجود انصار و مہاجرین کے تمام صحابہ کرام نے سماعت فرمائے، مگر کسی صحابی نے انکار نہ کیا بلکہ اسکو تسلیم کیا، جس سے واضح ہوا کہ صحابہ کے نزدیک بھی افضیلت ابوبکر قطعی تھی ظنی نہیں تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی یہ وضاحت محتاج تشریح اور محل تاویل نہیں عام فہم اور سادہ ہے جس سے ثابت ہوا کہ انتخاب خلیفہ کے وقت انصار و مہاجرین کے تمام صحابہ عظام موجود تھے۔ ﴿انت خیرنا وافضلنا﴾ کے الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما دونوں نے کہے تمام صحابہ نے سماعت فرمائے، مگر انصار و مہاجرین کے صحابہ میں سے کسی فرد صحابی نے ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی خیریت اور افضیلت کا انکار کیا نہ معارضہ، بلکہ سب نے تسلیم کیا جس سے

افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ ثابت ہوا، اور افضلیت بصورت قطعی پایہ ءثبوت کو پہنچی یہ شاہ صاحب کی عبارت میں موجود دو جملوں سے بالکل ثابت اور واضح ہے۔

دراں کلمہ ایشاں راانت خیرنا وافضلنا، جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلّم داشتہ سے ثابت ہوئی ہے مہاجرین اور انصار صحابہ کا سماعت فرمانا اور انکار نہ کرنا بلکہ تسلیم کرنا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ دلیل قطعی نہیں؟ بالفرض اگر انصار ومہاجرین کے تمام صحابہ سن کر خاموش رہے تصدیق کی نہ تکذیب پھر بھی یہ اجماعی سکوتی ہے اور حجت شرعیہ ہے اور مفید قطعیت ہے کیونکہ سکوت تقریر حکم کیلیے مفید ہے۔

انت خیرنا و افضلنا میں حکم خیرنا اور افضلنا ہے جمیع صحابہ نے تسلیم کرتے ہوئے اس حکم کو پختہ اور محکم کیا جس سے افضلیت ابوبکر صدیق قطعی محکم اور اجماعیہ ہوگئی اسی لیے امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں سب سے افضل ہو بلکہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خلیفہ کے افضل ہونے پر اجماع اُمّت ہے اور اس پر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجرح رضی اللہ عنہ کا انصار ومہاجرین صحابہ کے مجمع عام میں انت خیرنا و افضلنا کہنا اور کسی سمت اور کسی صحابی کے منہ سے اس کی تردید اور تکذیب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت صحابہ کے نزدیک مسلّمات میں سے ہے اور اسی کا نام اجماع صحابہ ہے۔

جس میں اتحاد ویگانت کا رنگ غالب ہے تفرق، تشتت، انکار ومخالفت کی کوئی آمیزش نہیں ''اگر اس اجماع کے نفس انعقاد پر اجماع سکوتی کا خول چڑھا دیا جائے تو پھر بھی یہ حجت شرعیہ ہے فکر مخالف کیلئے مفید ہے نہ دلیل وجہ یہ کہ اجماع سکوتی اپنے حکم میں خبر متواتر کے درجہ میں ہو کر لائق اعتقاد اور موجب عمل ہے اصول الشاشی میں ہے، ''ثم الاجماع نبص البعض و سکوت الباقین فھو بمنزلة المتواتر '' پھر وہ اجماع جس میں بعض دعوی کریں یعنی کوئی حکم پیش کریں اور بعض اہل رائے چپ رہیں یہ اجماع اعتقاد اور عمل میں خبر متواتر کی طرح ہے، خبر متواتر دلیل قطعی ہے اور

لائق عمل ہے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کے قول انت خیرنا و افضلنا پر اگر بقیہ تمام صحابہ نے خاموشی بھی اختیار کر لی ہو تو بھی انت خیرنا و افضلنا کا قول مفید قطعیت ہے جو باجماع صحابہ اجماع سکوتی ہے ثابت اور متحقق ہے لیکن جناب صدیق اکبر کی افضیلت پر اجماع سکوتی نہیں بلکہ اجماع نصی تام ہوا ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات کا ذکر فرمایا۔

1: ابوبکر قرآن میں **ثانی اثنین اذھمافی الغار** ہیں۔ 2: **اذیقول لصاحبه لا تحزن**

3: **اناللّٰه معنا** کے مصداق ہیں۔

اور یہ تین فضیلتیں جناب صدیق اکبر کے لیے نصی قرآنی سے ثابت ہیں جو افضیلت ابوبکر کو اندھیری رات میں چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن اور تابدار کر رہی ہیں اور پھر اعلان فرمایا کہ ابوبکر کے علاوہ کوئی بتائے سامنے آئے جو ان فضائل کا حامل ہو، اے معشر انصار تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی علالت کے ایام میں نمازوں میں ابوبکر کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا:

”فایکم یطیب نفساً ان یتقدم علی ابی بکر فقالت الا نصار نعوذبالله ان نتقدم علی ابی بکر شرح شمائل نسائی ابویعلی حاکم“

ترجمہ: تم میں سے کون ہے جو ابوبکر کو پیچھے کر کے خود منصب خلافت پر متمکن ہو انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابوبکر پر پیش قدمی کریں مہاجرین صحابہ کے نمائندہ کی حیثیت سے انصار کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خواص لازمہ بیّنہ کو بیان کرنا ماہیت افضیلت کا فرد کامل اور وجود اخص قرار دینا اور دنیائے افضیلت کا بے تاج بادشاہ ثابت کرنا انہی خصائص کے مماثل، مساوی شخص صحابی کو سامنے لانے کا چیلنج دینا، انصار کا نعوذ باللہ کی گونج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ دلائل اور خواص لازمہ بیّنہ کو بسر و چشم قبول کرنا اور مطالبہ خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرنا اور دست صدیق پر بیعت کر لینا اجماع نصی تام نہیں تو اور پھر کیا ہے؟

علم و تحقیق کی دنیا نے دلائل وشواہد کے دریا بہا دیئے ہیں کہ افضلیت ابوبکر پر صحابہ کا اجماع ہے مگر سید صاحب اوراس کے مقتدایاں ایسے ہیں کہ سب کچھ دیکھ، اور پڑھ لینے کے بعد بھی ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، خلاصہ تحریر کی صورت میں اہل سنت و جماعت اور جمہور علماء امت کا موقف یہ ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ کرام کا اجماع نصی تام ہوا ہے جو آپ کے لیے خلیفہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننے کا باعث اور موجب بنا، اجماع پر تفصیلی بحث بحمد اللہ جلد اوّل میں آچکی ہے تفصیل میں جائے بغیر اختصار کی روشنی میں آگے چلتے ہیں ☆ با اللہ التوفیق ☆

اجماع کیا ہے؟

اجماع کا لغوی معنیٰ العزم والاتفاق ہے۔ یعنی پختہ ارادے اور اتفاق کا نام اجماع ہے۔

اور علمائے اصول کی اصطلاح میں اتفاق علماء "کل عصر من اھل السنة زوی العدالة والاجتھاد بعد عھد النبی علیه السلام علی حکم من احکام الشرعیه" (حاشیه اصول الشاشی . ص . ۱۲۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کے بعد احکام شرعیہ میں سے کسی حکم شرعی پر ہر دور کے اہل عدل اور اہل اجتہاد علمائے اہل سنت کا متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔

صحابہء کرام نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع کیا شارح بخاری امام قسطلانی نے نقل فرمایا: " واما البعدیة فی الرتبة فیقال فیھا الافضل بعد الانبیآء ابوبکر وقد اطبق علی انّه افضل الامّة حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابة والتابعین علیٰ ذالک (حاشیهء بخاری .ص. ۵۱۶ . ۱)

ترجمہ: بخاری کے باب فضل ابی بکر بعد النبی میں بعدیۃً رتبی ہے جس کا معنیٰ ہے کہ تمام انبیاء کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اوراس بات پر سب علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامت ہیں حضرت امام شافعی اور دیگر آئمہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نقل فرمایا ہے۔ جس سے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے عقیدے کا واضح اظہار ہے کہ وہ بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کا عقیدہ رکھتے ہیں اوراس قطعیت کی بنیادوں میں صحابہ اور تابعین کا اجماع کارفرما ہے۔ سید صاحب تو افضلیت ابوبکر صدیق کا قائل ہی نہیں اگر کسی

مجبوری کے ہاتھوں اس پر بے بسی اور درماندگی مسلّط ہوتی ہے تو افضیلت ظنّیہ پر اتر آتا ہے جو چاہے اس کا حسن کرشمہ ساز کرے لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ اور دیگر اسلاف افضیلت قطعیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں آیئے دیکھیں اس کی دلیل کیا ہے؟ ملاحظ ہو۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے جائے ولادت میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے اختلاف اقوال کی بناء پر آپ فلسطین، یمن، یا عسقلان میں پیدا ہوئے، دوسال کی عمر تھی کہ آپ مکّہ مکرمہ میں لائے گئے ۲۰۴ھ میں چون برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے انالله وانا الیه راجعون ،آپ کی حیات طیبہ کے شب وروز تابعین، تبع تابعین کی ذوات مقدسہ ان کی تعلیمات اور ہدایات سے تابدار اور تابناک ہیں، مکّہ مکرمہ تو رشد وہدایت کا مرکز، انوار وتجلیات کا مہبط ہے صحرائے عرب کی گرم فضاؤں اور فرزندان توحید کے در وبام پر، ﴿ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ﴾ کا نور برس رہا ہے صحابہ کی زندگیوں کے نقوش ہر قلب وجگر میں صحائف آسمانی کی طرح راسخ اور پیوست کئے جا رہے ہیں صحابہ وتابعین کے کارہائے حیات زبان زدعام ہیں صحابہ و تابعین کے قول وفعل کو الہامی جان کر اور بعد میں آنے والی امت مسلمہ کی امانت گردان کر دیانت سے مسلح ہو کر حفظ و یادداشت کا پہرہ دیا جا رہا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی چشم ہوش تو مکہ مکرمہ میں کھلی ہے جو رسول ﷺ اور صحابہ کا وطن اور جائے ولادت ہے وحی کا مرکز تعلیم وتعلم کی آماجگاہ رشد وہدایت کی درسگاہ ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے تحقیق وتدقیق کی ایسی جگہ چشم ہوش کھولی ہو جو جگہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان ﷺ تک تمام انبیاء اور رسولوں کی عقیدت، محبت، عبادت اور منشور کا مرکز چلی آرہی ہو امام شافعی رضی اللہ عنہ الہامیات کے اس سمندر نا پیدا کنار سے علمی پیاس بجھائیں اور کائناتی واقعات میں سے ایک سچائی کا علم نہ ہو کہ افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ کا اجماع ہوا تھا جسکو تابعین نے اپنایا اور جزو عقیدہ بنا کر بعد میں آنے والوں کے لیے قابلِ اتباع اور نشان منزل قرار دیا تھا۔ امام شافعی کا زمانہ ﴿خیر القرون قرنی ثم الذین الخ﴾ کے اقرب ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول (اجماع صحابہ اور تابعین) اور بواسطہ

تابعین تبع تابعین صحابہ سے تحقیق اور سماعت ہے جو دلیل اور حجت ہے جس کا انکار اور جس میں شک وارتیاب ممکن ہی نہیں جبکہ سید صاحب اور اس کے ہم نواؤں کا قول (افضیلت ابوبکر صدیق پر اجماع صحابہ نہیں ہوا) بہت بعد کا ہے دونوں میں بون بعید ہے۔ سید صاحب نے بار بار اجماع کا انکار اور اس پر اصرار کیا ہے جس سے بالجزم یہ کہنا حق ہوگا کہ افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کے اجماع کا انکار علوم ربانیہ احکامات یزدانیہ کی جلوہ گاہ مکہ مکرمہ کی آواز نہیں بلکہ یہ اندلس کی پیداوار ہے جو دلیل ہے نہ حجت اسی اجماع کی بدولت جمہور علمائے امت اہل سنت و جماعت افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کا عقیدہ رکھتے ہیں ہم نے اپنی سوچ وفکر کی پوری قوت اس بات کے تلاش کرنے پر صرف کردی ہے کہ آخر افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت اور اجماع کے انکار پر اتنا زور اور نفی پر اتنا ڈنڈھورا کیوں پٹیا جارہا ہے تو غور عمیق اور فکر انیق کے بعد ہم یہ سمجھ پائے ہیں کہ افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع صحابہ کی علّت حضرت ابوعبیدہ ابنِ الجراح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا قول انت سیّد نا و افضلنا ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں دلیل افضیلت کے طور پر پیش کیا گیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا تمام صحابہ بشمول انصار ومہاجرین نے اسکو تسلیم کیا اور اس پر اتفاق کیا یہ اجماع صحابہ ہے جس نے افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بدرجہء قطعیت ثابت کردی۔ ملاحظ ہو:

تحفہ اثنا عشریہ۔ص۔۲۷۱۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر صدیق کی جو خصوصیات قرآن نے واقعہء ہجرت کے عنوان میں بیان فرمائی ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت کے ایام میں منصب امامت سنبھالنے کا جو شرف بخشا ہے ان کو زیر نظر رکھو، اور اگر ان صفات کا حاصل کوئی شخص ہو تو اسکو لے آؤ اے گروہ انصار اس آسمان نیلگوں کے نیچے فضیلت کی اوج کمال کو چھونے والا ان خواص کے مدلول، منطوق کو سمیٹنے والا ان خواص کی عظمتوں اور وسعتوں کے بحر بیکراں کی شناوری کرنے والا ایک ہی شخص اور فرد اخص ہے جو صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے تم اسکو پیچھے کر کے نظر انداز کر کے اس سے سبقت کر کے منصب خلافت کا استحقاق

رکھتے ہو؟ صدق وحقانیت سے لبریز شواہد ودلائل سے مزین اس خطاب کو سن کر انصار نے برملا اعلان فرمایا" نعوذباالله ان نتقدم ابابکر"

سید صاحب اوراس کے ہم نواؤں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پیار ہے اور نہ ان کے دلائل و بیان کا اقرار ہے اس لیے اجماع صحابہ کے انکار اوراس پر اصرار کے پردوں میں حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما سے برات اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں کبھی یہ کہا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذاتی قول ہے دوستانہ بات ہے کبھی یہ لکھا کہ قول عمر رضی اللہ عنہ حدیث شاذ ہے حدیث موقوف ہے جب کہ ایسا نہیں بفضل اللہ ہم نے اس پر اصول حدیث کی روشنی میں حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی حقیقت اور اصلیت پر عمدۃ التحقیق کی پہلی جلد میں سیر حاصل بحث نقل کردی ہے یہاں دہرانا مناسب نہیں خلاصہء بحث یہ ہے کہ اجماع صحابہ کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اقرار کی صورت میں افضلیت عمر اور افضلیت حضرت ابوبکر صدیق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ دونوں باتیں باقلانی اور اندلسی ٹولہ کے مزاج کے خلاف ہیں ان کی طبائع گوناگوں پر بارگراں ہیں اس لیے وہ اس سے افتاد خیزاں اور گریزاں ہیں اگر اجماع صحابہ کو حضرت صدیق کی افضلیت پر تسلیم کرلیں تو ان کے نزدیک دوخرابیاں لازم آتی ہیں۔

ا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "افضل البشر بعدالانبیاء والمرسلین "ہونگے جبکہ ان کا موقف یہ ہے کہ افضل البشر بعدالانبیاء اور خیرالبریہ اور الصدیق الاکبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

۲۔ اجماع صحابہ دلیل قطعی ہے اجماع صحابہ تسلیم کرنے سے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قطعی ماننا پڑیگا جبکہ ابن حزم، اندلسی، ابن عبدالبر اور باقلانی وغیرہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں تو افضلیت ظنّیہ کے اس لیے وہ اجماع صحابہ کا ہی انکار کرتے ہیں جسکو تسلیم کرنے سے اُن کے تمام مواقف کی تردید ہوتی ہے یعنی نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے قول سے معارضہ اوراس کا جواب

سید صاحب افضلیت تامہ مطلقہ اور اجماع صحابہ کی نفی پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالے سے معارضہ کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت تامہ مطلقہ پر

اجماع ہوا ہوتا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان حضرات کے اسماء گرامی اہل سنت کی فہرست میں کیونکر دیتے؟ (زبدۃ التحقیق۔ص۔۲۴۸)

جواباً کہا جاتا ہے

کہ تھوڑا سا پہلے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحقیق اور عقیدہ تحفہ اثنا عشریہ۔ص،۲۷۱ سے نقل ہو چکا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام صحابہ بشمول انصار ومہاجرین کے اجماع سے افضلیت قطعیہ ثابت ہو چکی ہے تحفہ کے یہ الفاظ بطور خاص برہان قاطع اور دلیل ساطع ہیں مثلاً وایں کلمہ ء ایشاں را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلّم داشتہ پس افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نزد جمیع صحابہ مسلّم الثبوت و قطعی بود، جب تمام صحابہ مہاجرین اور انصار نے انت خیرنا و افضلنا کو تسلیم کرلیا مہر تصدیق ثبت کر دی اور انکار نہ کیا تو صحابہ نے افضلیت قطعیہ پر اپنا اجماعی اور اجتماعی فیصلہ دے دیا، اب ماننا پڑے گا کہ جمیع صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی قطعیت پر متفق تھے کوئی بھی اس کا منکر تھا نہ مخالف علمائے اصول نے تصریح فرمائی ہے کہ تمام صحابہ کا کسی چیز پر متفق ہونا اجماع صحابہ ہے، اور جس چیز پر اتفاق ہوا ہے اس کا ثبوت اور وجود قطعی ہے کیونکہ وہ اجماع جو دلیل قطعی ہے کی بناء پر ثابت اور موجود ہوا۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہونے والے اجماع صحابہ اور اس سے ثابت ہونے والی افضلیت قطعیہ کو آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن کر دیا ہے سید صاحب اور اس کے ہم نوا کس چکر میں پڑے ہوئے ہیں جمیع صحابہ سے ثابت ہونے والی افضلیت قطعیہ تابعین اور تبع تابعین کو اعتقادی ورثہ میں ملی جو اس دور سے لے کر آج تک جمہور علمائے امت اور اہل سنت وجماعت کا شعار اور عقیدہ چلی آرہی ہے اس اعلان عام کے بعد شاہ صاحب اس کے مغائر اور مخالف عقیدہ رکھنے والوں کو اہل سنت وجماعت کی صفوں میں اذن داخلہ اور ایستادہ ہونے کی اجازت کیوں کر دے سکتے ہیں اور ایسے لوگوں کی اقتداء میں نماز کی جوازیت کا فتویٰ کیوں صادر فرما سکتے ہیں؟ سید صاحب کو مغالطہ لگا ہے شاہ صاحب کی عبارت کے فہم اور ادراک سے قاصر رہے''

(فتاویٰ عزیزیہ فارسی۔ج۔ا۔ص ۱۸۱۔بحوالہ زبدۃ۔ص۔207 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا نقل فرمودہ سوال اور عبارت یہ ہے آنکہ امامت تفضیلیہ جائز است یانہ؟ درصلوۃ مقتدیان او کہ اہل سنت باشند چہ حکم است؟

جواب آنکہ تفضیلیہ دوقسم اند اوّل کسانیکہ حضرت علی مرتضیٰ رابرشیخین تفضیل میدھند ولیکن درمحبت شیخین و تعظیم اینہا ومناقب ومدائح اینہا واتباع روش وطریقہ تمسک باقوال وافعال اینہا سرگرم وراسخ قدم اند مانند آنکہ اہل سنت باوجود تفصیل شیخین پر جناب مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ بوجہے کہ مذکور شد نسبت بجنات مرتضیٰ کمال رسوخ ومحبت اتباع برا اینہا وتمسک بقول وفعل آنجناب سرگرم اند ایں قسم تفضیلیہ درخل سنیان اند لیکن دریں مسئلہ خطا کردہ اند۔

ترجمہ: تفضیلیہ شیعہ کی دو قسمیں ہیں 1: وہ لوگ ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں مگر شیخین کی محبت و تعظیم میں نہایت ہی سرگرم پرجوش ہیں شیخین کے مناقب اور مدائح بیان کرنے اور شیخین کے طریقہ اور روش کی اتباع نے اور شیخین کے اقوال وافعال پر عمل کرنے میں نہایت ،ہی مستعد (چاک وچوبند) اور راسخ قدم ہیں جیسا کہ اہل سنت حضرت علی کو فضیلت دینے کے صرف شیخین کی افضیلت پر اسی طرح راسخ قدم ان سے محبت ان کے طریقہ زیست کی اتباع اور اُن کے قول وفعل کے لزوم میں سرگرم ہیں تفضیلیہ کی یہ قسم سنیوں میں داخل ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے خطا سے کام لیا ہے اس ساری کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جو فرقہ ءتفضیلیہ حضرات شیخین سے محبت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انکی جو تعریف وتوصیف بیان کی ہے صمیم قلب سے مانتا اور اقرار وا ظہار کرتا ہے شیخین کے اقوال مبارکہ اور افعال مقدسہ پر سختی سے کاربند ہے ان کی اتباع اور اقتداء سے انحراف نہیں کرتا صرف حضرت علی المرتضیٰ کو شیخین سے افضل سمجھتا ہے یہ فرقہ اہل سنت و جماعت میں داخل ہے۔

مگر حضرت علی المرتضیٰ کو شیخین سے افضل قرار دیکر انہوں نے خطاء کا ارتکاب ہے۔ معلوم ہوا شیخین کریمین کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور طریقہ رکھنے کے باوجود اگر حضرت

علی المرتضیٰ کوشیخین سے افضل قرار دیتا ہے خطا کار ہے تو جو شخص اجماع صحابہ جو شریعت کی تیسری دلیل قطعی ہے کا منکر ہے شیخین کی محبت اور اسوہ کی اتباع کو ہدف تنقید بناتا ہو اس کے بارے میں شاہ صاحب مرحوم کا نظریہ کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے کونسی خطاء کی ہے؟ اور خطاء کے کس درجے پر فائز ہے؟

تفضیلیہ کی اس پہلی قسم اور اہل سنت و جماعت کے درمیان جو اختلاف ہے اس خلاف کو اشاعرہ اور تردید کا اختلاف کہا گیا ہے یہ اختلاف علی الاطلاق تفضیلیہ کے ساتھ نہیں بلکہ تفضیلیہ کی پہلی قسم کے ساتھ ہے جو تفضیل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علاوہ شیخین کی محبت عظمت مدائح ومناقب اتباع اور اقتداء میں سنیوں کے مساوی اور ہم پلّہ ہیں۔ سید صاحب کا بدوں امتیاز بلاتفریق اہل سنت و جماعت اور علی الاطلاق تفضیلیہ کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو اشاعرہ اور ماترید یہ کا اختلاف کہنا غلط ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ نے تفضیلیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی تحریر فرمایا ہے ملاحظ ہو مطلع القمرین۔ ص 67 مطبوعہ جامعہ اسلامیہ کھاریاں۔

محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محدث عبدالرزاق سلمان فارسی اور حسان بن ثابت اور دیگر چند صحابہ کو اس طریقہ تفضیل کا پیروکار قرار دیا ہے۔ جس سے واضح ہو گیا کہ یہ حضرات درحقیقت اہل سنت و جماعت تھے شیخین کی فضیلت کے قائل تھے اہل سنت و جماعت اور ان حضرات کے درمیان افضیلت کے عنوان میں نزاع لفظی تھا حقیقی اور اعتقادی نہ تھا اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حضرات اہل تفضیل تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نفس الامر اور اعتقاد میں شیخین پر افضلیت دیتے تھے اس پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بزمرۂ دلائل حدیث تقریری کی صورت میں موجود ہیں فرماتے ہیں۔ ''خیر البریه اتقها و اعدلهابعد النبی و اوفاها بما حملا''

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے بعد ساری مخلوق سے اچھا (افضل) اور سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور سب سے زیادہ عادل ہے اور جو فرائض اپنے ذمّے لیئے تھے انہیں اچھی طرح نباہنے والا ہے۔

''و کان حب رسول الله قد علموا من البریة لم یعدل به رجلا''

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو محبت تھی لوگوں کو اس کا علم تھا کہ وہ مخلوق

میں سے کسی کو بھی حضرت ابوبکر صدیق کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ان مذکورہ بالا اشعار سے ثابت ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اہل تفضیل میں سے نہیں بلکہ ان کا عقیدہ افضلیت ابوبکر صدیق پر ہے اس عقیدہ میں وہ تنہا نہیں بلکہ جمیع صحابہ کا بھی یہی عقیدہ اور معمول ہے اس کی دلیل ﴿وقد علموا﴾ کا صیغہء ماضی، بصورت جمع بدوں قید قلت و کثرت اور موکد بحرف تاکید ﴿قد﴾ اسکی شناختی علامت اور لفظی قرینہ موجود ہے ان اشعار میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اپنا عقیدہ اور نظریہ پیش فرمایا بلکہ جمیع صحابہ کا یہی اعتقاد اور معمول بیان فرمایا ہے اس تحریری اور تقریری بیان کے بعد حسان بن ثابت، سلمان فارسی، محدث، عبد الرزاق، مقداد، وغیرہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اہل تفضیل میں سے تھے مرجوع اور مردود ہے، وجہ یہ کہ حضرت حسان بن ثابت اور دیگر جمیع صحابہ کا عقیدہ حدیث تقریری سے ثابت ہے اور دیگر اصحاب کے اہل تفضیل میں سے ہونے کے ثبوت اور دلائل اخبار آحاد ہیں، تقابل اور توازن کے پلڑے میں حدیث تقریری وزنی ارجح اور ارفع ہے جس کے مقابل اخبار آحاد مرجوح اور متروک العمل ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیق و تفصیل سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت اور اہل تفضیل کے نزدیک اشاعرہ اور ماتردیدیہ کی طرح لفظی نزاع نہیں بلکہ نفس الامری اور اعتقادی ہے، یہ نزاع لفظی ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور افضلیت قطعی ہے اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے، جبکہ مد مقابل اہل تفضیل سرے سے اجماع کے منکر ہیں، سید صاحب نے بار بار زبدۃ میں اس کا انکار کیا ہے پھر شیخین رضی اللہ عنہما یا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں حق دائر نہیں تا کہ یہ کہا جائے کہ ان میں سے کسی کو بھی افضل جاننا حق بجانب ہو، جیسا کہ سید صاحب نے زبدۃ کے ص: ۲۴۸، پر تحریر کیا ہے بلکہ اجماع صحابہ اور جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت کے نزدیک حق یہی ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ﴿کما بین فی کتب اهل سنت﴾

افضلیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے معارضہ

سوال: سید صاحب نے ابن حزم کی کتاب الفصل: ج ،۴: ص ،۱۱۱، پر موجود تحریر کو نقل کیا کہ:

﴿روینا عن مسروق ابن الاجدع وتمیم بن خدیم وابراهیم النخعی وغیرهم ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ عبد الله بن مسعود وقال تمیم وهو من کبار التابعین رأیت ابابکر وعمر فما رأیت مثل عبد الله بن مسعود﴾

ترجمہ: ہم نے مسروق بن اجدع اور تمیم بن خدیم اور ابراہیم بن نخعی سے روایت کیا: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے افضل عبداللہ بن مسعود ہیں، اور تمیم نے کہا جبکہ وہ کبار تابعین سے تھے، میں نے ابوبکر اور عمر کو دیکھا مگر انہیں عبداللہ بن مسعود جیسا نہیں پایا۔ (زبدۃ ص:۲۴۹)

سید صاحب نے اس پر اپنا تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے تین کبار تابعین نے بتایا کہ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو سرکار دوعالم ﷺ کے بعد ساری امت سے افضل اعتقاد کرتے تھے، یہ تینوں حضرات اکابر تابعین میں سے ہیں جو کہ پوری امت پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی افضلیت کا عقیدہ رکھتے تھے اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع نصی یا سکوتی منعقد ہوا ہوتا تو یہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے کیسے دعوے دار ہوتے؟ (زبدۃ ص:۲۴۹)

جواباً تحریر کیا جاتا ہے

کہ لانسلم کا کوئی توڑ کوئی جواب نہیں ورنہ علم اور تحقیق کی دنیا کا اصول اور ضابطہ اور طریق عمل یہی ہے کہ جب حق وسچ کی صبح طلوع ہو توضیح وتفسیر کی ضیاء بار کرنوں سے شکوک وشبہات کی تاریکیاں چھٹنے لگیں دلائل وشواہد کے خفتہ بخت اور گمنام گوشے جگمگا اٹھیں تو حق وسچ کے بچاری من پسندی اور انانیت کی شہ رگ کو صدق وتسلیم کی شمشیر براں سے کاٹ کر اعتقاد اور عمل کے حضور سرنگوں ہو جاتے ہیں مگر لانسلم ایک ایسا موذی اور لاعلاج مرض ہے جس کا علاج ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک دریافت ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا، دور حاضر کے علوم نے مشارق اور مغارب کی پہنائیوں فلک رسیدہ فضاؤں اور

قمری دنیا کی شوخیوں کو فتح کرلیا، آن واحد میں پوری دنیا کی تباہی کا سامان دیا سورج کی کرنوں زمین کی تہوں میں چھپے خزانوں تک رسائی اور تصرف کو یقینی بنایا تاریکی کو اُجالا بخشا سالوں مہینوں اور دنوں کے رخ بعد کو آن واحد مین سمویا مگر اس مرض لا تسلم سے شفاء اور مؤثر دوا پیش کرنے سے عاجزی اور درماندگی کا اظہار کیا۔

سید صاحب کے مذکورہ بالا تبصرے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع نصی ہوا اور نہ اجماع سکوتی، کیونکہ تین تابعین کبار نے حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا انکار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل قرار دیا ہے، اگر اجماع نصی یا سکوتی ہوا ہوتا تو یہ تین کبار تابعین شیخین (ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما) سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کیوں افضل قرار دیتے؟

اس سوال کا جواب پہلی جلد میں آچکا ہے یہاں پینترا بدل کر معارضہ کیا گیا ہے کہ تین کبار تابعین نے افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع ہونے کا انکار کیا ہے، عبدالقادر شاہ نے بھی اجماع کی نفی سے افضلیت ابوبکر صدیق کا انکار کردیا ہے، اور زبدۃ ص:۲۴۸، پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا سہارا لیا کہ اگر اجماع ہوتا تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ امام عبدالرزاق، سلمان فارسی، حسان بن ثابت اور امام حسن رضی اللہ عنہم کو اہل سنت کی فہرست میں کیوں دیتے؟

سید صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: وچندے از علمائے اہل سنت وصوفیاء اینہا بریں روش بودہ اند۔ (زبدۃ ص:۲۰۷) اہل سنت وجماعت کے چند علماء اور چند صوفیا تفضیلیہ قسم اول کی روش پر تھے، شاہ صاحب نے مطلق تفضیلیہ کی بات نہیں کی تاکہ سوال کا مبنیٰ میسر آئے، بلکہ تفضیلیہ قسم اول کو مخصوص فرمایا کہ اہل سنت وجماعت کے یہ مٹھی بھر علماء وصوفیاء تفضیلیہ قسم اول کی روش پر تھے، ان کے اور اہل سنت کے درمیان اعتقادی طور پر اشاعرہ اور ماتریدیہ کا اختلاف تھا، تفضیلیہ کی پہلی قسم کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے مساوی اور مماثل ہے، اہل سنت کا عقیدہ تفضیل شیخین کا ہے جبکہ تفضیلیہ قسم اول کا عقیدہ بھی ایسا ہی ہے تو پھر تفضیلیہ قسم اول، اور اہل

سنت و جماعت کے ان علماء اور صوفیاء کے درمیان صرف لفظی چھیڑ چھاڑ ہے عقیدے کا تضاد اور اختلاف نہیں جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ حضرات اجماع کے منکر نہیں اگر اجماع کا انکار کرنے والے ہوتے تو شاہ صاحب ان کو ہر گز اہل سنت و جماعت سے شمار نہ کرتے کیونکہ شاہ صاحب رحمہ اللہ خود اپنی شہرہ آفاق تصنیف تحفہ اثناء عشریہ صفحہ:۲۷۱، پر اجماع صحابہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہونے والی ابوبکر صدیق کی افضلیت قطعیہ کو ثابت کر چکے ہیں لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تفضیلیہ قسم اول اور اہل سنت و جماعت کے درمیان صرف الفاظ کی کھینچا تانی ہے اصولی اور بنیادی کوئی اختلاف نہیں مگر شاہ صاحب نے پھر بھی خطا کار کہا ہے دیکھیے زبدۃ ص:۲۰۷، اگر تفضیلیہ قسم اول کے طریق اعتقاد و عمل سے اختلاف کی اڑتی ہوئی غبار کو دیکھ لیتے تو تفضیلیہ کو دو حصوں میں تقسیم فرماتے نہ قسم اول کا اہل سنت و جماعت کے ساتھ الحاق کرتے اور نہ بطور مثال ان علماء اور صوفیائے اہل سنت پر تفضیلیہ کا لیبل چسپاں کرتے، علی الاطلاق تفضیلیہ تو اجماع کے منکر ہیں جیسا کہ سید صاحب نے زبدۃ کے ہر چوتھے صفحہ پر تکرار در تکرار ہر نوع اجماع کا انکار کیا ہے۔

ثانیاً: سید صاحب نے تین کبار تابعین کا قول کہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد عبد اللہ بن مسعود افضل ہیں اجماع کی نفی پر پیش کیا ہے، یہ تابعین کا قول ہے جو بزمرۂ اخبار آحاد ہے اور مفید ظن ہے اس کے مقابل حضرت ابی الدرداء اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی وہ احادیث صحیحہ مرفوعہ متواترہ ہیں، جن کے الفاظ یہ ہیں ﴿ ماطلعت الشمس ولاغربت علی احدبعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر ﴾ (الریاض النضرہ: ج، ۱: ص، ۱۳۶)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ﴿قال رسول اللہ ﷺ خیر اصحابی ابوبکر ﴾ (الریاض النضرۃ، ج، ۱، ص: ۱۳۷)

حضرت جابر کی یہ حدیث: ''فلا تقدموا علی ابی بکر احد افانہ افضلکم فی الدنیا والاخرۃ'' (ایضاً) اب فیصلہ سید صاحب نے کرنا ہے کہ وہ تین تابعین کی ذاتی رائے کو ترجیح دیتا ہے یا فرامین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے کہ ان تابعین کا قول افضلیت دربارہ عبد اللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ حدیث ہے لیکن اس کے مقابل افضلیت ابوبکر صدیق کے استغراق اور عموم پر محیط رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مقدسہ ہیں وہ علوم حدیث کی روشنی میں ترجیح کس کو دیتا ہے؟ اس کے بعد وہ خود فیصلہ کرے کہ تابعین کا قول اجماع صحابہ کی مستحکم اور آہنی دیوار کے شکستہ کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے یا اس میں اتنی ہمت اور سکت ہے کہ فرامین رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونے والی افضلیت کو سبوتاژ کر سکے، یا رسول اللہ ﷺ کے دہن نور بار سے نکلے ہوئے عنوان افضلیت میں الفاظ کا ہم پلہ ہو سکے، رسول اللہ ﷺ کی کلام مقدس کو توماینطق عن الهواء الایه کی سند طرۂ امتیاز، حقانیت وصداقت کی گارنٹی حاصل ہے جبکہ ان تین کبار تابعین کا قول، محض قول ہونے کی وجہ سے ان تمام اوصاف سے محروم اور عاری ہے، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات مبارکہ میں واقع ہونے والے الفاظ ''، ﴿افضل من ابی بکر ، خیر اصحابی ابوبکر ، افضلکم فی الدنیا والاخرۃ﴾ ہیں ، حضرت ابوبکر صدیق کی عظمت ، اہلیت ، اور انفرادیت پر حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو دلیل افضلیت دی اس کے الفاظ بھی بعینہ وہی ہیں، ملاحظہ ہوں،

﴿انت خیرنا وافضلنا﴾ تمام صحابہ بشمول انصار و مہاجرین نے اس کو تسلیم کیا، کسی قسم کا انکار سامنے آیا، اور نہ ہی کوئی معارض دلیل پیش ہوئی جس سے ان الفاظ ﴿انت خیرنا وافضلنا﴾ کی نفی کی گئی ہو یہ الفاظ چیلنج بھی نہیں ہوئے بلکہ سب کے نزدیک مسلّمہ قرار پائے ، جس طرح فرمان رسول اللہ ﷺ میں کم ضمیر مخاطب ، جمیع حاضرین اور سامعین کو شامل اور ہر فرد صحابی کو محیط ہے اسی طرح ''نا'' ضمیر جمع متکلم کے مفہوم اور مدلول کا دائرہ سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرام کی پوری جمعیت کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے کوئی فرد صحابی اس کی لپیٹ اور اس کے احاطہ سے خارج نہیں حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کا فرمان حقائق کا ایک جامع بیان ، اور ارشادات نبویہ کا سچا ترجمان ہے اس لئے جمیع صحابہ نے تسلیم کیا اور افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع صحابہ کی مہر ثبت ہوئی ، اور برصغیر کے ممتاز ، اور معروف علمی خاندان کے شہرہ آفاق محدث اور محقق شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے علمی ، اعتقادی ، اور تحقیقی شاہکار کے ص: ۱۷۲، پر فرمایا کہ: ''پس خیریت و

افضلیت ابوبکر نزد جمیع صحابہ مسلم الثبوت و قطعی بود''یعنی حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت تمام صحابہ کے نزدیک مسلمہ تھی اس کا کوئی بھی منکر نہ تھا، یہی اجماع صحابہ ہے تو گویا حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع صحابہ ہوا، آگے قطعی بود، اس سے افضلیت قطعیہ مراد ہے، کیونکہ اجماع دلیل قطعی ہے اور جو امر دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ امر بھی قطعی ہوتا ہے اجماع صحابہ دلیل قطعی ہے، یہ اجماع افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا، لہذا افضلیت بھی قطعی ہوگی،، ظنی نہیں ہوگی،، جیسا کہ سید صاحب کا خیال ہے کہ:

ابوبکر صدیق کے زمانہ میں بھی حضرت علی افضل تھے؟

اور بعد میں بھی (رضی اللہ عنہما) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل نہیں بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت سے تحریر کیا کہ:﴿کان واللہ خیر البشر بعد رسول اللہ ﷺ﴾ ترجمہ: خدا کی قسم جناب علی المرتضیٰ، رسول اللہ ﷺ کے بعد سارے لوگوں سے افضل تھے،، (زبدۃ: ص، ۲۱)

مناقب آئمہ اربعہ: ص: ۲۹۴، سے نقل کیا کہ ﴿والقول ینفضیل علی رضوان اللہ عنہ مشهور عند کثیر من الصحابة الخ﴾ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ: بعض لوگوں نے اس کی تاویل یہ کی ہے یہ عقیدہ جناب صدیق اکبر کے بعد تھا،، یہ تاویل بے بنیاد ہے،، کیونکہ امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ مناقب آئمہ اربعہ: ۴۸۰، پر رقمطراز ہیں ﴿قد روی ان جماعة من الصحابة کانت تظهر القول بفضل علی امام زمن ابی بکر وبعده،، الخ﴾

ترجمہ: روایت کیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی اور ان کے بعد بھی ظاہر کیا کرتی تھی۔ (زبدۃ: ص، ۲۱)

جواب: سید صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق کی مجمع علیہا افضلیت کو مجروح کرنے کی غرض سے ایک قول صحابی (جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) اور دو قول ابوبکر باقلانی کی مناقب آئمہ اربعہ سے نقل کئے

ہیں، اور یہ بتانے اور باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع نہیں ہوا، اس کا رد بلیغ

کیونکہ کثیر صحابہ کی ایک جماعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اور بعد بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل مانتی تھی،، علم ودانش، تحقیق ونظر کی دنیا کے لوگ نہ ان اقوال کو معارضہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ دلیل وحجت کیونکہ؟

ایک طرف تو تمام صحابہ کرام بشمول انصار مہاجرین ہیں جن کی کیفیت "درایں کلمہ ایشاں را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلم داشتہ" (تحفہ اثناء عشریہ:۱۷۲) ہے اور اس کیفیت کا تحقیقی اور فنی حکم خیریت وافضلیت ابوبکر نزد جمیع صحابہ مسلم الثبوت وقطعی بود،، اجماع صحابہ اور افضلیت قطعیہ کی شکل میں موجود ہے اور دوسری طرف صرف حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا اپنا ذاتی قول ہے جو اجماع صحابہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا،، ابوبکر باقلانی کا قول مردود ہے،، اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت کے مقابل بے وزن اور غیر معتمد اور شاذ ہے،،

پھر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے مقابل ابن عساکر کی تخریج کردہ حدیث موجود ہے جس کو سید صاحب نے زبدۃ: ص،۱۰۶، پر نقل کیا ہے، حدیث یہ ہے: ﴿**عن ابی هريرة قال كنا معاشر اصحاب رسول الله ونحن متوافرون ،نقول افضل هذه الامه بعدنبيها ابوبكر ثم عمر ،ثم عثمان ثم نسكت**﴾

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم لوگ اصحاب رسول ﷺ کئی جماعتیں تھے، اور ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے، ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اس امت میں سے افضل بعد از نبی کریم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں پھر ہم چپ کر جایا کرتے تھے،، انتہیٰ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کئی طبقات تھے ،اور صحابہ کی بڑی تعداد تھی (یعنی جن صحابہ کی کثرت تعداد کا ذکر جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے یہ اس کا ایک فرد تھے اس تعداد کا مجموعی اور اجتماعی عمل بتاتے ہیں کہ سب کی پختہ رائے اور قول فیصل یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد جناب صدیق اکبر سب سے افضل

ہیں، اب فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری ہے نہ رکاوٹ، کیونکہ نحن متوافرون نے کثرت صحابہ پر روشنی ڈالی ہے ﴿كنا نقول افضل هذه الامة﴾ سے کثرت صحابہ کی اجماعی اور اجتماعی رائے اور عقیدہ کا پتہ چلا، اور بعد نبیھا ابوبکر الحدیث سے حضرت ابوبکر صدیق کا افضل البشر ہونا ثابت ہوا،، حدیث کا معنی یہ ہوا کہ بقول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ بے شک صحابہء کرام کے کئی گروہ (جماعتیں، طبقات) تھے، مگر ہم سب کی متفقہ رائے اور متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی ساری امت میں ابوبکر صدیق افضل ہیں ایک طرف حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا اپنا ذاتی قول ہے اور دوسری طرف صحابہ کی متفقہ رائے ہے، جمعیت صحابہ کا متفقہ فیصلہ ہے تو ایسی صورت میں قول حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ مرجوح ہوگا، صحابہ کرام کا اجماعی اور اکثرتی فیصلہ ارجح حجت شرعیہ اور موجب اعتقاد اور عمل ہوگا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، حکماً مرفوع ہوگی، اور معناً متواتر کیونکہ احادیث مبارکہ جن کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں مختلف الفاظ ہونے کے بوصف افضلیت ابوبکر صدیق کی موید شارح اور معرف ہیں، جبکہ حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری کا قول از قبیل احاد ہے، جو مرجوح ہے، افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی اور سلب میں دلیل ہے نہ حجت تحقیق کے جملہ مراحل سے صرف نظر کرتے ہوئے، بحث کی طوالت کو سمیٹتے ہوئے پھر اصل نزاع اور موقف کی طرف آتے ہیں۔

واقعہء ہجرت اور صدیق اکبر کا والہانہ کردار

ارباب حقیقت اور اصحاب معرفت جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث، اجماع صحابہ، اجماع اہل سنت ان کی کتب میں افضلیت ابوبکر صدیق کے دلائل اور شواہد کا ایک ناپیدا کنار سمندر موجزن ہے، جس کی شناوری اور احاطہ زنی محال نہ سہی مگر مشکل ضرور ہے اگر صرف حکم ہجرت اور سفر ہجرت کے عنوان کی شہ سرخیوں کو دیکھا جائے تو قلب مومن کی گہرائیوں میں اترے ہوئے عقیدۂ افضلیت کی ان کھلی کلیوں پر طراوت، مسکراہٹ اور شیفتگی کی انتظار میں لہلہاتے غنچوں پر شوخیء رنگ اور ہنستے مسکراتے گلہائے محبت ومودت پر، بہار ونکہت کی انگڑائی، اور غلامیء صدیق کی رعنائیاں آجاتی ہیں،، ہجرت

کی گھڑی آن پہنچی جبریل آمین کی معیت اور رفاقت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا قدم مبارک حجرہ مقدسہ کی دہلیز سے باہر رکھا، صدیق (رضی اللہ عنہ) جو عرصہ سے اس گھڑی کی انتظار میں گھر بار، مال ومتاع، اہل وعیال اور سکون زندگی اس آن کی خیرات دے کر در رسول ﷺ پر سجود نیاز لٹا کر عشق ومحبت کی داستان رقم کر رہا تھا، ہجرت کیلئے اٹھنے والے قدم رسول اللہ ﷺ کی آہٹ سننے کیلئے ہمہ تن گوش تھا، قدم رسول ﷺ کی آہٹ سن کر اور دیرینہ آرزوؤں کو ثمر آلود اور بار آور پا کر سراپا عجز ونیاز اور مجسمہ ادب وتوقیر بن کر کھڑا ہو گیا، پروانہ چراغ کو پا کر، بلبل پھول کو پا کر بھنورا پتیوں پر ناچ کر، اور صدیق (رضی اللہ عنہ) رسول کو پا کر کتنا خوش اور کتنا نصیب ور ہوتا ہے انسانی زبان اس کے نطق ، انسانی فکر اس تک رسائی اور قلم کی جولانی اس کی تحریر، دل کی دھڑکن ان احساسات وجذبات اور گرفت سے عاجز اور قاصر ہے رخ والضحیٰ کا جب عکس نور چہرۂ صدیق پر سجا تو محبّ ومحبوب کی خلوتیں جلوتوں میں بدل گئیں، محبوب ﷺ نے پوچھ لیا کہ تم کب سے یہاں ہو؟ عرض کیا اے جان ایمان جس دن آپ نے ہجرت کرنے کا حکم سنایا تھا اس دن سے گھر نہیں سویا، رات کو یہاں ہی ہوتا ہوں ، اور سراپا انتظار بن کر دروازۂ رسول ﷺ کو دیکھتا رہتا ہوں کہ کہیں امتثال امر، اور شرف معیت اور اکرام حضوری سے غافل اور محروم نہ ہو جاؤں، صدیق (رضی اللہ عنہ) ذات نبوت کے ساتھ سائے کی طرح چل پڑا، دل بیقرار میں اس نور خداوندی، کے ضیاع اور رحمت خداوندی کو گزند پہنچنے کا خیال دل کی گہرائیوں سے اچھل اچھل کر نوک زبان پر آرہا ہے پاؤں چلتے ہیں مگر نگاہیں کفار کے تعرض اور تعاقب کا وقت نظر سے جائزہ لے رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی یہ امانت جس کو زمین آسمان کی وسعتیں کائنات ارضی اور سماوی کی قوتیں اٹھانے سے قاصر ہیں مگر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے کندھے اٹھا کر غار ثور کی چڑھائی کو عبور کر رہے ہیں ماننا پڑے گا بے شک ان کندھوں کے خول میں ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کا خون گردش کر رہا ہے مگر اس خون سے آگے مزید دو پشتیں دولت ایمان سے سرسبز وشاداب ہونے والی ہیں، صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے جاں بازی اور جاں گدازی کے ان مٹ نقوش اس وقت صحیفۂ کائنات میں رقم کیے جب اندھیری، مہیب اور خطرناک غار میں جان ہتھیلی پر رکھ کر داخل

ہوئے جس غار کے ہر سوراخ سے موت کے چنگاڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی، موذی جانورں کے خروج کے تمام راستے چادر پھاڑ کر بند کر دیئے، اس سوراخ پر پاؤں رکھا جس سے موت نے اپنی پوری شعلہ سامانی سے حملہ کیا تھا مگر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے آب دہن کی معجزانہ قوت کے ہاتھوں اسے پسپا ہونا پڑا، خلفائے ثلثہ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو چونکہ شہادت کا اعزاز ارزاں ہونا تھا، تقدیر خداوندی میں یہ بھی درج تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شہادت کا تاج سجائے شہداء کی صف میں ہوں گے اس لئے وقتی طور پر رسول اللہ ﷺ کے آب دہن شریف نے تریاق کا اثر دکھایا مگر زندگی کے آخری لمحات میں وہی زہر لوٹ آیا جس سے موت واقع ہوئی اور راہ رسول میں شہادت کا بلند ترین منصب عطا ہوا، بات غار کے اندرونی منظر کی ہو رہی تھی، سب سوراخ بند ہونے پر شہنشاہ کون ومکان ﷺ آغوش صدیق میں محو استراحت ہوئے، یکا یک کھوجی نشانات قدم سے راہ نمائی لیتے ہوئے غار کے دہانے تک پہنچ گئے، خطرات کے بے مہار اور شوخ طوفان اٹد آئے روح کائنات اور جان عالمین کی ضیاع کا یقین دل صدیق پر دستک دینے لگا قلبی کیفیات کے رنگ بدل گئے، حبّ رسول کی پر چھاؤں میں عظمت محبوب کی پامالی کے جذبات بے قابو ہو گئے جسم کی لرزیدگی اور بے قابو کپکپی نے اس ذات کو بیدار کر دیا جس کی چشمہائے مبارک بند ہو جاتی ہیں خوابیدگی کی حالت میں چلی جاتی ہیں مگر قلب اطہر حالت بیداری میں ہی رہتا ہے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا اے جان کائنات موت کے سائے غار کے دھانے پر منڈلا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں یہ کافر کھڑے ہیں، ابوبکر صدیق کو جان عالم کی ضیاع جان کے جولا لے پڑے خدائے وحدہ لاشریک کے عرش عظیم کو ہلا کر رکھ گئے، کائنات ارضی وسماوی کے سامنے محبت رسول میں صدق صدیق بے مثال اور لازوال نمونہ بن گیا، غار کے پیٹ میں فکر صدیق کو کافور اور عظمت صدیق کو بانور کرنے کیلئے جبریل آئے اور بطور خاص تائید ایزدی اور معیت خداوندی کا عملی ثبوت ﴿لاتحزن ان اللہ معنا﴾ کے الفاظ میں فرمایا بحمد اللہ اس پر مزید گفتگو کی جاسکتی ہے، مگر ہم افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بحر ذخار سے چند قطرے بکھیر کر واپس اجماع صحابہ کی پوزیشن پر آئیں

گے۔''واللہ ولی التوفیق''

قارئین اللہ رب العالمین ہے اس کے فضل وکرم کی معیت کائنات کے تمام طبقوں کو حاصل اور میسر ہے مگر یہ معیت عامہ ہے لیکن ﴿ان اللہ معنا﴾ میں معیت خاصہ ہے جسکے موصوف اور جس سے متصف صرف رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر ہیں، یعنی جو انوار وتجلیات ذات رسول ﷺ کی نگران اور محافظ بنیں جناب صدیق اکبر کی ذات بھی بواسطہ رسول انہی انوار وتجلیات سے محفوظ اور مستفید ہو رہی تھی، یار غار، یار مزار کے فقید المثال لازوال دائمی رشتے آج بھی قائم ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یار مزار ہونے کے ناطے سے ذات رسول ﷺ پر انوار وتجلیات کی بارش بواسطہ رسول آج بھی صدیق (رضی اللہ عنہ) کی پیشانیء عظمت کا جھومر ہے جو صبح قیامت تک زندہ اور تابندہ ہے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا عقیدہ تحفہ اثنا عشریہ کے حوالے سے واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے نزدیک افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ثبوت اجماع صحابہ سے ہے، اور افضلیت قطعی ہے ظنی نہیں،، اسی طرح خاتم المحققین الشاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا الغرض علمائے اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو افضلیت حاصل ہے،، (تکمیل الایمان ص:۱۶۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

پھر امام نووی کے حوالے سے نقل فرمایا کہ: بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے کہ ابوثور نے حضرت شافعی رحمہ للہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے ایک شخص بھی حضرت ابوبکر اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں اختلاف نہیں کرتا اگر اختلاف ہے تو وہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں رہا ہے،، مشائخ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سب پر مقدم ہیں اور اس فیصلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں،، انتہی (تکمیل الایمان ص:۱۶۴، مکتبہ نبویہ لاہور)

مندرجہ بالا ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق علی الاطلاق تمام صحابہ سے افضل ہیں اور اور یہ افضلیت قطعی ہے اس پر تمام صحابہ اور تابعین متفق ہیں کسی صحابی یا کسی تابعی کا اس میں اختلاف نہیں،، اسی لئے امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہونا بیان فرمایا ہے،،

شیخ محقق مزید فرماتے ہیں اگر علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر بلکہ اس افضلیت کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں تو وہ حق پر ہیں، شیخ محقق رحمہ اللہ کی اس عبارت سے شیخ کا عقیدہ کھل کر سامنے آ گیا کہ وہ بھی افضلیت ابوبکر صدیق کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں، افضلیت ظنیہ کا عقیدہ نہیں رکھتے،، فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ عقل سلیم اجماع امت اور اتفاق صحابہ پر یقین کرنے پر مجبور ہے،، (ص: ۱۵۸)

ابن عبد البر اندلسی کے قول کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بیس صحابہ کی روایت جس سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ حضرت علی حضرت ابوبکر صدیق سے افضل ہیں شاذ ہے جو مقبول اور معتبر نہیں ہے جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے، انتہی (تکمیل الایمان ص: ۱۶۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

ان توضیحات کی درخشندگی اور تابندگی سے عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے تمام گوشے روشن اور منور ہو گئے ہیں جمہور علمائے امت اور اہل سنت کا قول ''افضلیت قطعیہ'' بے بنیاد، بدوں ثبوت اور بلا دلیل نہیں بلکہ اس کی بنیاد اجماع امت ہے اس کے مخالف اور مقابل ابن عبد البر کا کلام ہے کہ بیس صحابہ حضرت علی کو حضرت ابوبکر صدیق سے افضل مانتے تھے،، شیخ محقق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ابن عبد البر اندلسی کا کلام مقبول اور معتبر نہیں کیونکہ یہ شاذ روایت ہے جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے،، (تکمیل الایمان ص: ۱۶۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: جبکہ جماہیر آئمہ سلف تفضیل شیخین پر تصریح اجماع کرتے آئے ہیں، (مطلع القمرین: ص، ۷۶)

امام اہل سنت رحمہ اللہ نے بھی فرمایا کہ جمہور آئمہ سلف کا مذہب یہی ہے کہ شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ سے ثابت ہے،، اجماع دلیل قطعی ہے دلیل قطعی سے ثابت ہونے والی افضلیت بھی قطعی ہے۔

امام اہل سنت فائدہ جلیلہ کے تحت فرماتے ہیں: دامن اجماع غبار نزاع سے یکسر پاک وصاف ہو گیا، اور قطعیت اجماع میں کوئی شک وشبہ نہ رہا، آگے فرمایا جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیل شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا، (مطلع القمرین: ۷۶)

امام اہل سنت رحمہ اللہ نے شیخین کی افضلیت قطعیہ کو کس قدر واضح کیا اور نکھارا کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اجماع صحابہ ہے، یہ اجماع قطعی ہے، جب اجماع صحابہ قطعی ہے تو افضلیت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی قطعی ہے کیونکہ یہ اجماع صحابہ کا مفاد ہے،،

پھر فرمایا: علامہ محمد طاہر کی عبارت اسی فصل میں گزر چکی کہ خبر واحد پر عمل میں خلاف کرنے والا بدعتی کہا جاتا ہے، (مطلع القمرین: ۷۷)

یعنی اجماع کو چھوڑ کر، اس کی مخالفت کر کے خبر واحد پر عمل کرنے والا بدعتی ہے،

امام اہل سنت میمون بن مہران کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ان سے سوال ہوا کہ شیخین افضل یا علی اس کلمہ کے سنتے ہی ان کے بدن پر لرزہ پڑا یہاں تک کہ عصا دست مبارک سے گر گیا اور فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ ابو بکر وعمر کے برابر کسی کو بتائیں گے، یہاں سے ظاہر کہ زمانہ صحابہ وتابعین میں تفضیل شیخین پر اجماع تھا، اور اس کے خلاف سے ان کے کان محض نا آشنا ، اور اسے ایسی جلی وصریح اور خلاف کو نا گوار اور قبیح سمجھتے کہ بمجرد سوال صدمہ عظیم گزرا، دفعۃً بدن کانپ اٹھا، اسی طرح امام شافعی وغیرہ اکابر آئمہ وسادات الامہ اس معنی پر اجماع صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں، ﴿کما حکاہ البھیقی وغیرہ و کفی بھم قدوۃ فی الدین﴾

(مطلع القمرین: ۶۳) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی تحقیق عمیق اور تفصیل انیق سے بدیہی طور پر واضح اور ثابت ہوا کہ شیخین کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع تھا، یہ مسئلہ کہ شیخین افضل ہیں یا حضرت علی؟

زیر غور اور لائق بحث نہ تھا بلکہ تفضیل شیخین، یا تفضیل علی کی سوچ وفکر کا نام نشان تک تھا، تفضیل علی بر شیخین کا تصور تک موجود نہ تھا، صحابہ اور تابعین سب کا اس پر اجماع تھا کہ ساری امت میں شیخین افضل ہیں، اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ نے شیخین کی افضلیت پر اجماع نقل فرمایا ہے۔

سید صاحب نے تحریر کیا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے دس برس کی عمر میں موطا امام مالک یاد کر لیا، پھر آگے لکھا کہ آپ کے شعور پر بلوغت کا دور آ گیا ہوگا،، آگے تحریر کیا کہ امام مالک رحمہ اللہ سے ضرور

عقائد بھی سیکھے ہوں گے،(زبدة ص:۳۰۶)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی عمر اور حصول تعلیم پر مبنی ان جملوں کا باہمی تعلق یہ آشکارا کرتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت میں امام مالک رحمہ اللہ کا کردار نمایاں ہے،اوران کی سرپرستی مین ہی آپ نے بلوغت علمی کا منصب حاصل کیا،عقائد میں بھی ان کی اتباع،اقتداءاور ترجمانی کا موقعہ ملا،تو ظاہر ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ عقائد میں بھی ان کے پیروکار،اورزیراثر تھے،،جب امام شافعی کا عقیدہ یہ ہے کہ شیخین کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے تو لامحالہ امام مالک کا بھی یہی عقیدہ ہونا چاہیے جس سے امام شافعی کا قول اجماع،عقیدہ امام مالک کیلئے دلالتہ النص کے درجے میں بطور دلیل موجود ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ بھی افضلیت ابوبکر بقوت اجماع اور بہ مفاد اجماع افضلیت قطعیہ کے قائل معلوم اور ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ امام مالک کے عقیدہ افضلیت کونقل کرتے ہیں،،حضرت امام مالک سے جب دریافت کیا گیا کہ ساری امت میں افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر،پھر حضرت عمر،الخ،،(تکمیل الایمان ص:۱۶۲،مکتبہ نبویہ لاہور)

☆امام مالک رحمہ اللہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹ھ میں رحلت فرمائی☆

☆امام شافعی رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں تولد ہوئے،اور۲۰۴ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا☆

☆امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں تولد ہوئے اور۲۴۱ھ میں واصل باللہ ہوئے☆

☆امام الہمام سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں واصل باللہ ہوئے☆

آئمہ اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ادوار ولادت ووفات کے تناظر میں سب سے آخر رحلت فرمانے والے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں اور ان سے پہلے وفات پانے والے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہیں آیئے دیکھیں کہ تفضیل شیخین اور حضرت علی میں ان کا عقیدہ کیا ہے؟ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:﴿وافضل الناس بعدرسول ﷺ ابوبکرن الصدیق﴾ (فقہ اکبر)

ترجمہ:رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ربانی قطب یزدانی رئیس الاولیاء امام الاصفیاء سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت واضح نص اور اشارہ دونوں سے ثابت ہے حضرت حسن بصری اور محدثین کی ایک جماعت رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔

اس روایت کی وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمانوں کی طرف معراج کرایا گیا تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا کہ میرے بعد حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ بنادے اس پر فرشتوں نے کہا اے محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ جو چاہیے کرتا ہے لیکن آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ (غنیۃ: ص ۲۶۴، فرید بکسٹال اردو بازار لاہور)

آئمہ اربعہ کے سالہائے ولادت سے لے کر سالہائے وفات تک یہ عقیدہ مسلمہ تھا کہ شیخین کی افضلیت قطعی ہے اور اس پر اجماع امت ہے،، امام شافعی علیہ الرحمہ کا سال وفات ۲۰۴ھ ہے، امام احمد بن حنبل کا سال ولادت ۱۶۴ھ ہے اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ چالیس سال تک امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر رہے ہیں جس سے اتحاد عقیدہ کا استحکام بدیہی اور واضح ہے، خلاصہء بحث یہ ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت بانعقاد اجماع صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک اتفاقی امر ہے، جس سے صرف نظر کرنا روا ہے نہ ممکن ،، امام اہل سنت نے نقل فرمایا: سیدی شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الشریف تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں: کہ جمہور آئمہ دریں باب اجماع نقل کنند، قصیدہ بدء الامالی سے نقل فرمایا: ﴿وللصديق رجحان جلى على الاصحاب من غير احتمال﴾ یعنی صدیق رضی اللہ عنہ کو صریح افضلیت ہے تمام صحابہ پر بے شک وشبہ رجحان جلی کی شرح میں فرمایا گیا ﴿اى فضل واضح ثابت بالدلائل السمعية واجماع الامة فمن انكره يوشك ان فى ايمانه خطراً﴾

ترجمہ: حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہے جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطر ہو،، انتہیٰ (مطلع القمرین ص: ۶۵)

الحمد للہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر انعقاد اجماع کا مسئلہ آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن اور چٹان سے زیادہ مضبوط ہوکر ثابت اور محقق ہوا، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اجماع کا منکر اہل سنت سے نہیں ہوسکتا، امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: عجب اس سے جو اجماع صحابہ و تابعین و کافہ اہل سنت کا خلاف کرے پھر آپ کو سنی جانے؟ اے عزیز جیسے تمام ایمانیات پر یقین لانے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے اور ایک کا انکار کافر و مرتد کر دیتا ہے اسی طرح سنی وہ جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق ہو، اگر ایک میں بھی خلاف کرتا ہے ہر گز سنی نہیں بدعتی ہے اسی لئے علمائے دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے، اور انہیں اہل بدعت کی شاخ جانتے ہیں،، (مطلع القمرین ص،۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود اور افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما

سوال: سید صاحب نے تحریر کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باقی جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افضلیت کا عقیدہ ایک واضح عقیدہ تھا جو آپ کے جملہ تلامذہ میں متفقہ طور پر پایا جاتا تھا،، (زبدۃ:ص،۲۴۹)

جواب: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تابعین کا عقیدہ صحابہ سے منتقل ہوا کیونکہ تابعین کا اعتقاد و عمل اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عکس نور ہے تو لامحالہ یہ تابعین جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہیں ان کا یہ واضح (مشہور) عقیدہ کن کن صحابہ کا اتباع عمل ہے، اگر ان تین تابعین کا عقیدہ دربارۂ افضلیت حضرت عبداللہ بن مسعود کا آموختہ ہو تو بھی غلط ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا عقیدہ کلی طور پر اس عقیدہ کے مغائر اور مناقض ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود روایت کرتے ہیں کہ ﴿قد رای اصحاب رسول الله ﷺ جميعاً ان يستخلفوا ابابكر رضي الله عنه خرجه ابن السري وهذا من اقوى الادلة على صحة خلافته رضي الله عنه فان الاجماع قطعي﴾ (الرياض النضرة : ج ۱، ص: ۲۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کی متفقہ رائے ہوگئی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے صحیح ہونے پر سب سے قوی دلیل یہ حدیث ہے، کیونکہ یہ حدیث

اجماع صحابہ کی دلیل ہے اور اجماع صحابہ دلیل قطعی ہے گویا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے،

خلافت پر صحابہ کے اجماع کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق اجماع ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہے اگر ابوبکر صدیق جمیع صحابہ سے افضل نہ ہوتے تو ان کی خلافت پر صحابہ کا اجماع کیوں اور کیسے ہوتا؟

بقول سید صاحب اگر افضلیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک واضح عقیدہ تھا تو عبداللہ بن مسعود کو خلیفہ کیوں نہ چنا گیا؟

باوجودیکہ انتخاب خلیفہ کے وقت یہ خود بھی وہاں موجود تھے، اگر بزعم سید صاحب اور بروایت تابعین یہ جمیع صحابہ سے افضل تھے تو بطور مخالف امیدوار، اور استحقاق کے بل بوتے کیوں سامنے نہ آئے، اور مجمع صحابہ میں سے کسی صحابی نے ان کی حمایت کیوں نہ کی؟ عقیدہ ایک متفق علیہ امر کا نام ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہے دلائل قطعیہ تین چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع ان تین تابعین کا قول ادلّہ ثلثہ میں سے کس کے ماتحت یا کس کے ہم پلہ ہے؟

یہ ان کی ذاتی رائے ہے جو افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قطعیت کو ثابت کرنے والے دلائل کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ثانیاً: ایک طرف ان تین تابعین کا قول ہے اور دوسری طرف ابن عساکر کی تخریج کردہ وہ حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کے الفاظ اس طرح سے ہیں:

﴿كنامعاشر اصحاب رسول الله ﷺ ونحن متوافرون نقول افضل هذه الامة بعد نبيها ابوبكر ،ثم عمر ،ثم عثمان ثم نسكت ﴾(بحواله زبدة : ص،١٠٦)

ترجمہ اس کا پہلے گزر چکا ہے،

یہ حدیث صحابہ کے مجموعی عقیدے کو ظاہر کرتی ہے کہ تمام صحابہ طبقات میں بٹ جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے بعد ساری امت سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے تھے، ان کے بعد حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔

تین تابعین کا قول تمام صحابہ کے متفقہ قول (عقیدہ) کے مقابل کوئی حیثیت رکھتا ہے نہ وجہء ترجیح ہوسکتا ہے،

ثالثاً : یہ روایت مبہم ہے اور دلیل ابہام روینا عن مسروق بن اجدع الخ کے الفاظ ہیں اس کا راوی کون ہے؟ کس امام کس، شیخ، یا محدث نے حضرت مسروق بن اجدع سے اس کو سنا اور روایت کیا ہے،،

رابعاً : ابن حزم ظاہری فرقہ کا پیروکار ہے اسکی علمی اور اعتقادی حیثیت اس کے معاصرین کے نزدیک مخدوش اور غیر معتبر ہے معاصرین نے اس کے غلط اور خلاف حقیقت عقائد کی بدولت اس کو مسترد کردیا تھا،، اس کی پوری تفصیل حافظ عماالدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدائیہ والنہایہ، جز ۱۲، ص: ۹۸ پر نقل فرمائی ہے اس کی روایت غیر معتبر ہے،، ہمیں اس بات پر تعجب ہے کہ سید صاحب کا مبلغ علم، اور فکر اسلام یہی ہے کہ وہ تین تابعین کے ذاتی اور شاذ قول کو قرآن وحدیث، اجماع اور جمہور اہل سنت کے قول پر ترجیح دے کر اجماع اور افضلیت ابوکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی کر رہا ہے جو علم ودانش، تحقیق ونظر کی دنیا میں معیوب ہی نہیں بلکہ مردود ہے،،

سوال : مزید لکھا کہ آپ کی موت مدینہ طیبہ میں ۳۲ھ میں واقع ہوئی اور ان کے شاگرد کسی بھی صحابی کو ان سے افضل نہیں سمجھتے تھے،، (زبدۃ: ۲۵۰)

جواباً کہا جائے گا کہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل فرمایا ہے، حضرت امام صاحب کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی ہے ۳۲ھ سے ۲۰۴ھ تک کا درمیانی وقفہ ۱۷۲ سال کے عرصہ دراز اور بون بعید پر محیط ہے اس طویل دورانیے کی ہر آن اور ہر ساعت افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نور سے جگمگا رہی ہے دنیائے علم ویقین کے در وبام اس عقیدۂ حق سے درخشندہ اور تابندہ ہیں، افضلیت صدیق کی داستانیں صحرائے عرب کی حدبندیوں کو پھلانگ کر عجم میں داخل ہوچکی ہیں، صحیفہء کائنات پر افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان مٹ جاویدانی نقوش لوہے پر لکیر بن کر پختہ اور پیوستہ ہوچکے ہیں، جن پر زوال واضمحلال کا گزر تک نہیں ہو

سکتا، جب سال ۲۰۴ھ میں اقلیم اعتقاد وعمل پر افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تسلط، تحکم، اور تصرف موجود ہے تو خدائے وحدہ لاشریک کو حاضر وناظر جان کر ماننا پڑے گا کہ قرآن وحدیث، اجماع کے ساتھ تقابل وتوازن کی صورت میں یہ روایت شاذ ہے، دلیل وحجت کے شرف سے عاری اور محروم ہے۔

ثانیاً: اس روایت میں یہ الفاظ خصوصی توجہ کے حامل ہیں:

﴿و کان تلامذته لا یفضلون علیه احداً من الصحابة﴾

ترجمہ: کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردان گرامی کسی بھی صحابی کو ان سے افضل نہیں سمجھتے تھے، سوال یہ ہے کہ ﴿لا یفضلون علیه احداً من الصحابة﴾ العموم المطلق میں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ داخل ہیں یا نہیں؟

اگر نہیں تو قرینہ صارفہ لفظیہ متعین کیا جائے کسی فرد صحابی کی استثناء، تفرغ، تخرج کیلئے پورے جملہ میں کوئی قرینہ صارفہ لفظیہ ہے ہی نہیں تو لامحالہ عدم تفضیل کے اس نظریہ عام اور حکم عموم کو فرد اخص پر جاری اور منطبق کرنے کیلئے طاقت ور دلیل اور استحکام بھرے قرینہ کی ضرورت ہے جملے کا کوئی لفظ، معنی، سیاق وسباق اس کی تائید نہیں کر رہا تو کیا من پسند توجیہ کے وجود اور ثبوت کیلئے قوت عقل کو دلیل مخصص کے طور پر استعمال کیا جائے گا؟ جس کا استعمال بالبداہت باطل ہے، کیونکہ مسئلہ زیر بحث کا تعلق اعتقاد سے ہے جو امر توقیفی، امر اتفاقی ہے اس کا تحقق اور روبعمل ہونا مورد شرع پر موقوف ہے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امر اعتقادی، امر توقیفی ہے اس کا تحقق وتولد مورد شرع پر موقوف ہے جو دلائل عقلیہ کی پہنچ اور رسائی سے وراء الوریٰ ہے خلاصہ یہ ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی پر نہ دلیل عقلی موجود ہو کر کارگر ہے نہ مذکورہ بالا قول موثر ہے۔

ثالثاً: یہ عبارت بظاہر جسطرح افضلیت ابوبکر صدیق کیلئے نفی ہے اسی طرح تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھنے والوں کے بھی خلاف ہے، اندریں حالات یہ عبارت دلیل کی تعریف میں آتی ہے نہ دلیل کے طور پر پیش ہو کر افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی میں موثر کردار ادا کرنے کے قابل ہے،، لہٰذا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی میں اس عبارت کو بطور دلیل پیش کرنا عقل ونقل کے خلاف ہے۔

سوال : سید صاحب نے لکھا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت شرط سنیت ہوتی تو یہ لوگ سنی کہلانے کے حقدار نہ ہوتے ،جبکہ یہ لوگ سنیت کے علمبردار ہیں۔ (زبدة:۲۵۰)

جواب : جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ﴿خیر القرون قرنی ،ثم الذین یلونھم ،ثم الذین یلونھم ﴾ تابعین، تبع تابعین کا دور خیر القرون کا دور ہے تابعین کے شب و روز تو خیریت سے معمور اور مسرور ہیں زبان رسالت مآب ﷺ سے ملنے والے فضائل نے اس دور کی شان و شوکت روحانی عظمت اور دینی کرامت کو اوج ثریا سے بھی بلند مقام عطا فرما دیا ہے،وحی کے آثار و مشاہدات کا سلسلہ ابھی باقی اور جاری ہے،نزول وحی کے آثار و اوقات کی یادداشتیں ابھی محفوظ اور مامون ہیں، ذات نبوت سے پھوٹنے والے انوار، زبان نبوت سے جلوگر ہونے والے اسرار کو سمیٹنے والے قلوب و اذہان وافر تعداد میں موجود ہیں جنہوں نے فیضان نبوت کی تقسیم کی ذمہ داری ہر آن میں قبول کر رکھی ہے تعلیمات نبویہ کی تبلیغ و تشہیر کا سلسلہ اسلامی بستیوں کے آفاق تک پھیل گیا ہے تابعین کے دور کا ہر فرد تابعی خیر کی برسات ہے رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور منارۂ نور ہے جب شکوک و شبہات کی نفی میں ہر تابعی پر تاج خیریت سجا دیا گیا ہے تو ان نفوس قدسیہ کو سنی اور غیر سنی کی نظر سے دیکھنا اور درجہ بندی کرنا کہاں کا انصاف اور کہاں کا ایمان ہے؟

امتی اور کلمہ گو مسلمان ہونے کے ناطے ثم الذین یلونھم کے فرمان آخر اور حکم اٹل کے مقابل ان کیلئے سنیت کا معیار مقرر کرنا تقاضائے علم و دانش ہے؟ یہ مردان پاکباز نمونۂ ایمان ہیں، علم و عمل اور اعتقاد میں ان مسافران جادۂ حق کو صحابہ کرام کی وہ شاہراہ ہدایت میسر ہے جس کا آخری سرا رسول اللہ ﷺ کی دہلیز پر ختم ہوتا ہے کیا اعداد و شمار تابعین کی جمعیت اور کثرت کا احاطہ کر سکتے ہیں؟ کوئی معین عدد اس عنوان میں راہ نمائی کر سکتا ہے؟ مشہور روایت اور شنید کے مطابق صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہے، اگر ایک ایک شاگرد ہو تو بھی یہ تعداد ایک لاکھ سے اوپر ہے تو فقط تین تابعین کے قول پر اجماع صحابہ کا انکار افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی اور ان تین کے بیان پر سنی یا غیر سنی ہونے کا فیصلہ یا فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟ یا للعجب ،،یہ حضرات سنیت کے بانی اور علامتی نشان ہیں۔

سوال : سید صاحب نے لکھا کہ :اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تعلیمات کے بانی ہیں اگر افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرنے سے سنیت سے اخراج لازم آتا تو یہ لوگ سنیت سے خارج کر دیئے جاتے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی سنیت کی دنیا میں امام اعظم کا لقب ارزانی نہ ہوتا۔ (زبدۃ:ص،ایضاً)

جواب : جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کی جو فہرست شیخ ولی الدین ،ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ نے جاری کی ہے اس کے مطابق حماد بن ابی سلیمان ،عطاء بن ابی ریاح ،ابواسحاق السبیعی ،محمد ابن المنکدر رنافع ،ہشام بن عروہ ،سماک بن حرب ،کے اسماء گرامی نمایاں ہیں ، مسروق بن الاجدع ،تمیم بن خدیم ،اور ابراہیم النخعی رحمہم اللہ کے اسماء گرامی نہیں پائے جاتے ،اس لئے ہر سہ تابعین کو امام ابوحنیفہ کے سلسلہ تعلیمات کا بانی قرار دینا محل نظر ہے ،جب ان تین تابعین سے حضرت امام حنیفہ رضی اللہ عنہ کا شرف تلمذ ثابت نہیں تو یہ اعتراض کرنا غلط ہوگا کہ اگر افضلیت ابوبکر سنیت کیلئے شرط لازم ہوتو امام ابوحنیفہ سنیوں کے امام ہوتے نہ ان کو امام اعظم کا لقب ارزانی ہوتا ،جب یہ سہ تابعین استاد نہیں تو امام ابوحنیفہ ان کے عقیدۂ عدم تفضیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نہ ہوئے بلکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عقیدہ پر ہونے کی وجہ سے سنی ہوئے بلکہ سنیوں کے امام اعظم ہوئے اس لقب کی ارزانی کی ممانعت اس وقت ہوتی جب ان تابعین ثلثہ کے تلمیذ ارجمند اور تابع عقیدہ ہوتے ،جب اعتقادی شاہراہ پر ان تابعین ثلثہ کے ہم سفر ہی نہیں تو ان کے عقیدہ کو ،عقیدۂ امام پر چسپاں کرنا اور اس سے عدم تفضیل ابوبکر صدیق کے قائل پر سنیت کا اطلاق کرنا اور ستدلال کرنا کیسے درست ہے؟

ثانیاً : اگر یہ تسلیم کرلیا جائے (جبکہ ایسا نہیں) کہ مذکورہ سہ تابعین کا شمار امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سلسلہء تعلیمات کے بانیوں میں ہے اور ان کے درمیان سنیت اور ہم اعتقادی کا بے مثال تعلق اور لازوال رشتہ موجود ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عملی اور اعتقادی زندگی ان سہ تابعین کے عقائد اور نظریات سے عبارت ہے تو پھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

افضلیت کا قائل اور ناشر نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ آپ کا قول اور منشور اس کے مغائر ہے آپ کا فرمان ہے

﴿وافضل الناس بعد النبیین علیهم الصلوة والسلام ابوبکر ن الصدیق ﴾ (فقہ اکبر)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری انسانیت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں، اگر آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قلب وزبان سے ماننے والے نہ ہوتے تو ان الفاظ پر مبنی اپنے اعتقاد وعمل کی تحریری سند کیوں جاری فرماتے؟

ثالثاً: اگر آپ کا عقیدہ اور عمل افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نہ ہوتا تو پوچھنے پر یہ وضاحت کیوں فرماتے؟ ﴿وفی المنتقی سئل ابوحنیفة عن مذهب اهل النسة والجماعة فقال نفضل الشیخین ای ابابکر وعمر ونحب الختنین ای عثمان وعلیا وان نری المسح علی الخفین ﴾

(شرح فقہ اکبر ص: ۹۰، مطبع سعیدی کراچی)

ترجمہ: المنتقی میں مذکور ہے کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، ہم شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ساری امت سے افضل سمجھیں، اور ہم آپ ﷺ کے دامادوں، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے پیار ومحبت کریں اور ہم موزوں پر مسح کو جائز قرار دیں،، اس وضاحت کے شائع ہو جانے کے بعد عقیدۂ امام کو غلط سمت لے جانا اور مقام تحقیق میں اس کی نقیض پیش کرنا روح امام کو تڑپانے، رنج پہنچانے اور ناراض کرنے کے مترادف ہوگا، جب عقیدۂ امام اسقدر صاف اور واضح ہے اور فقہہ اکبر کے جگر میں پیوست ہو کر قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کیلئے نشان ہدایت متعین کر رہا ہے، تو پھر ادھر ادھر کے قضیے اور بخیے ملا کر اسکی جلوت اور صفوت کو مکدر کرنا، فکر اسلام ہوگی نہ اتباع حنفیت۔

رابعاً: اگر یہ تین تابعین بشمول تلامذہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل جانتے تھے تو کہانی کا اختتام یہ ہوگا کہ تابعین کا یہ گنا چُنا مختصر قافلہ دوسرے تابعین جو افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدعی ہین اور تمام صحابہ کے اجماع کو تسلیم نہیں کر رہا جس کا مفاد یہ ہوگا کہ یہ گروہ انکار کے پردے میں قرآن حدیث اجماع صحابہ اور اجماع تابعین کا انکار کر رہا ہے کیا

تابعی ایسی نورانی اور مقدس ہستی سے اتنے بڑے انکار کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے ہم عصروں اور پیشرو صحابہ کے مقابل انکار و نفی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عَلم بلند کریں؟ ماننا پڑے گا یہ روایت شاذ ہے اور نا قابل ترجیح ہے، کیونکہ اس کے مقابل صحابہ اور تمام تابعین کا اجماع ہے جو بمرتبہء حکم قطعی ہے یہ روایت شاذ، قول شاذ اضعف اور ظنی ہے،، اور ﴿ان الظن لا يغنى من الحق شيئا ﴾ واضح حکم اور صریح دلیل کے طور پر موجود اور محسوس ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معارضے کا جواب

سوال: سید صاحب نے امام عبدالرؤف مناوی کی کتاب ''سیدۃ النساء'' کے حوالے سے اجماع کی نفی پر تحریر کیا کہ: ﴿عن عائشه صديقه رضى الله عنهاانها قالت مارأيت افضل من فاطمة غير ابيها ﴾(زبدة : ٢٥٠)

ترجمہ: جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں پایا، آگے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: اگر جناب ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع ہو گیا ہوتا تو جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا قول کیسے کرتیں جبکہ سرکار دو عالم کا فرمان تھا کہ ﴿خذوا ثلث دينكم من هذه الحميرا﴾ اس گلفام سے دین کا دو تہائی حاصل کرو، اتنی فقاہت کے ہوتے ہوئے اس اجماع کو مدنظر رکھتیں۔ (زبدۃ ص: ۲۵۰، ۲۵۱)

جواب: سید صاحب کا پینترے بدل بدل کر اجماع پر حملہ آور ہونا ان کا ایک مزاج بن چکا ہے اس کو مبارک ہو، لیکن سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے نہ اجماع پر زد پڑتی ہے نہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی ہوتی ہے تفصیلات ملاحظہ ہوں،،

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: افضلیت کے وجوہ خاص ہوتے ہیں ایک وجہ کی افضلیت دوسری کے منافی نہیں ہوا کرتی، جن فضائل کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ کثرت ثواب اور نفع اہل اسلام کی بنیاد پر نہیں بلکہ نسب و شرف و کرامت کی بناء پر ہے،، کیونکہ اس بات میں

کوئی شک نہیں کرسکتا کہ حضور علیہ السلام کی اولاد کو نسبی شرف اور قدر حاصل نہیں ہے اور یہ شرف وقدر شیخین کے ہاں نہیں پائی جاتی اور کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا باوجودیکہ شیخین سے اہل اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ (تکمیل الایمان ص: ۱۶۵، مکتبہ نبویہ لاہور)

شیخ رحمہ اللہ نے اس سے اوپر (ماقبل) کیا لکھا ملاحظہ ہو،، امام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ جو شافعیہ کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں، طبقات کبریٰ میں بعض متاخرین کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حسنین کی تفضیل کے قائل تھے، حضور علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے تھے،،

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب خصائص میں امام علیم الدین عراقی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم علیہما السلام باتفاق رائے چاروں صحابہ سے افضل ہیں، حضرت امام مالک فرماتے ہیں ﴿**ماافضل علی بضعة النبی ﷺ احدا**﴾ حضور علیہ السلام کے گوشہ جگر سے کوئی افضل نہیں ہے اس فضیلت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے اہل بیت سے افضل ہیں ورنہ فضیلت خلافت وثواب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے،، (تکمیل الایمان ص: ۱۶۵، مکتبہ نبویہ لاہور)

شیخ محقق کی تفصیل سے واضح ہوا کہ: افضلیت دو قسم ہے (۱) ایک وہ افضلیت ہے جو نسب کے شرف اور کرامت کی بناء پر ہے، (۲) وہ افضلیت ہے جو کثرت ثواب اور نفع اہل اسلام کی بناء پر ہے۔

افضلیت قسم اول رسول اللہ ﷺ کی اولاد طیبہ، طاہرہ کے ساتھ مختص ہے اس مین دوسرا کوئی اہل بیت اور کوئی صحابی شریک نہیں، یہ افضلیت رسول اللہ ﷺ کے جگر پاروں کیلئے خاصہ لازمہ بینہ ہے،، نسبی شرف اور کرامت کے لحاظ سے حضرت فاطمہ اور دیگر اولاد رسول ﷺ شیخین سے افضل ہیں کیونکہ یہ گوشہ ہائے جگر رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن کثرت ثواب، اور نفع اہل اسلام کے حوالے سے ساری امت سے افضل حضرات شیخین ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی اور امام علیم الدین عراقی رحمہما اللہ کے عقیدہ اور تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ، اور آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر جگر پارے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی افضل ہیں،،

اس میں شک وشبہ کا گزر تک نہیں ،،

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ففی ذات اولاده ﷺ من الشرف مالیس فی ذات الشیخین ولکنهما اکثر ثوابا واعظم نفعا للمسلمین والاسلام واخشی الله واتقی ممن عداهما من اولاده ﷺ فضلا عن غیرهم ﴾(الصواعق المحرق، ۵۹)

رسول اللہ ﷺ کی اولاد طیبہ طاہرہ کو ذات کے لحاظ سے ایسا شرف حاصل ہے جس سے شیخین کی ذوات محروم ہیں وہ شرف یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لختہائے جگر ہیں ،، مگر جہاں تک کثرت ثواب اور موجبات کثرت ثواب کے سمیٹنے ، تبلیغ اسلام ، نشریات اسلام ، تحفظ اہل اسلام اور ان کی مالی امداد، فکری لام بندی باہمی اتحاد و یگانگت کے قیام تقوی اور خشیت خداوندی کا تعلق ہے اس میں شیخین بھی منفرد ہیں اور پوری امت سے افضل ہیں ،، محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے فرمان سے ثابت ہوا شرف ذات کی جو افضلیت ہے یہ افضلیت صرف اولاد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے شیخین کو بھی یہ فضیلت میسر نہیں ، لیکن اسلام کی خدمات ، اور اہل اسلام کو منافع اور فوائد پہنچانے کے عوض جو ثواب شیخین کو ارزاں ہوا اسمیں باقی لوگ تو رہے درکنار رسول اللہ ﷺ کی اولاد طیبہ طاہرہ بھی شریک نہیں ،، خلاصہ یہ ہے کہ بقول امام جلال الدین سیوطی اور امام علیم الدین عراقی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اور ان کے برادر حضرت ابراہیم علیہ السلام شیخین سے بھی افضل ہیں اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے لیکن افضلیت کے دوسرے پہلو ، کثرت ثواب ، اسلام اور مسلمانوں کو فوائد اور منافع پہنچانے کے لحاظ سے شیخین تمام امت اور اولاد رسول ﷺ سے بھی افضل ہیں .... اب پلٹ آیئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کی طرف جس میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿مارأیت افضل من فاطمة غیر ابیها﴾ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سوا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کس کو نہیں پایا ،، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے اجماع کی نفی پر استدلال کرنا بچند وجوہ غلط اور تحقیق و دانش سے بعید ہے

اولاً: اجماع رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقعہ پر ہوا اور حضرت عائشہ کا فرمان دو حال سے خالی نہیں

،وفات سے پہلے کا ہے یا بعد کا؟ اگر پہلے کا ہوتو منافی اجماع نہیں کیونکہ اجماع تو سانحہ ءارتحال کے دن ہوا، اور اگر بعد کا ہے تو پھر بھی اس کا نافی ءاجماع ہونا محال شرعی ہے کیونکہ سید صاحب نے خود سرکار دو عالم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ ﴿خذوا ثلثی دینکم من هذه الحمیرا﴾ اس گلفام سے دین کا دو تہائی حاصل کرو، یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ باقی تمام صحابہ، صحابیات، ازواج مطہرات کے پاس علم کا ایک حصہ ہے اور ام المؤمنین جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم الناس کے مقابل دوگنا علم ہے، اتنی عالمہ، فاضلہ جن کے علم بلیغ کی نشاندہی خود خود رسول اللہ ﷺ فرمائیں اور تعلم دین کا حکم فرمائیں ان سے یہ توقع رکھنا اور یہ باور کر لینا کہ وہ اجماع کی معلومات رکھنے کے باوجود اس پر کاری ضرب لگا کر اس کی حیثیت اور قطعیت کو نیست و نابود فرمائیں گی،، ان کیلئے ایسا کرنا ناممکن اور مانعین اجماع کیلئے ایسا سوچنا بھی باطل ہے۔

ثانیاً: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان برحق ہے یہ فرمان عدم اجماع کی دلیل نہیں اس لئے کہ: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے فرمان میں افضلیت سے مراد شرف نسب کی افضلیت ہے، کثرت ثواب، اور موجبات ثواب کی افضلیت نہیں تا کہ باہم متعارض ہو کر حقیقت اجماع کو مشکوک یا مخدوش بنائے، پہلے نقل ہو چکا ہے کہ شرف نسب اور کرامت حسب کی وجہ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے لختہائے جگر ہونے کی وجہ سے شیخین سے افضل ہیں اس پر اجماع ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی افضل ہیں، لیکن کثرت ثواب اور موجبات ثواب کی بناء پر شیخین رسول اللہ ﷺ کی اولاد پاک سے بھی افضل ہیں جب افضلیت کی دو مختلف وجوہات ثابت ہوئیں تو افضلیت بھی مختلف نوعیت کی ہوگی کوئی فضیلت دوسری فضیلت کے منافی نہیں تا کہ تعارض کی صورت میں اجماع کی نفی لازم آئے، جب تعارض نہ ہوا تو اجماع اپنی جگہ قائم اور دائم ہے،، ام المؤمنین کا فرمان درست ہے، مگر اجماع کی نفی کیلئے مفید اور جائے استدلال نہیں۔

ثالثاً: پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان اجماع کے منافی اس لئے بھی نہیں کہ یہاں افضلیت سے، مراد اہل بیت کی افضلیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت، میں سے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر

باقی تمام افراد سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں کیونکہ وہ بضعۃ النبی ﷺ ہیں یہ شرف یہ اعزاز یہ کرامت صرف اور صرف اولاد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے جن میں خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا بطور خاص قابل ذکر ہیں،، (رضی اللہ عنہا)

غرضیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان حقانیت، صداقت، امانت اور دیانت کی بلند پایہ تفسیر، اور لازوال ترجمانی ہے جس کو اجماع سے ٹکرانا، اور نفی اجماع پر بطور دلیل پیش کرنا عقل ونقل سے دور ہونیکی وجہ سے حجت نہیں۔ ☆تفکر وتدبر☆

رابعاً: اگر اس افضلیت کو بصیغہ عموم رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ علی الاطلاق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ہیں تو اس سے قرآن وحدیث اور اجماع کا انکار لازم آتا ہے جو محال شرعی ہے اور قانون کے مطابق جس امر سے محال لازم آئے وہ خود محال ہوتا ہے لہذا قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ہو کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی الاطلاق رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل قرار دینا محال شرعی ہے،، وہوالمراد،،

سوال: بعض اہل علم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احب ہونے سے بھی ان کی افضلیت مطلقہ پر استدلال کیا ہے مگر امام مناوی اسی کتاب کے اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں،،

﴿عن النعمان بن بشير ،استأذن ابوبكر على المصطفىٰ فسمع عائشة عليا وهى تقول والله لقد عرفت ان فاطمة وعليا احب اليک منى ومن ابى مرتين اوثلاثاً فاستأذن ابوبكر فاهوى عليها فقالت يا بنت فلاں الاسمعتک ترفعين صوتک على رسول الله (ﷺ) رواه الامام احمد ورجاله رجال الصحيح﴾

ترجمہ: نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہا تو انہوں نے جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونچی اونچی آواز میں باتیں کرتے ہوئے پایا، اور وہ کہہ رہی تھیں، خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میرے والد سے دوگنا یا تین گنا زیادہ پیارے ہیں۔ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے اجازت لیکر جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کیا اور کہا اے فلاں کی بیٹی ،کیا میں نے تمہیں نہیں سنا کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بات کر رہی تھیں؟ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور بتایا کہ اس کے راویان صحیح کے راویان ہیں۔ (زبدۃ، ص:۲۵۲)

سید صاحب نے تبصرہ میں کہا ہے کہ اگر احبیت بھی بقول بعض اہل علم کے موجب فضیلت ہے تو وہ بھی جناب مرتضیٰ اور جنابہ سیدہ رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے،، یہ اجماع مبین جن کے حق میں ہوا ان کو کیوں معلوم نہیں اور ان کے گھر والوں کو کیوں معلوم نہیں ،اصولی طور پر تو باپ کے فضائل جس قدر بیٹی کو معلوم ہو سکتے ہیں اس قدر دوسرے کو یاد ہونا محالات عادیہ میں سے ہے۔ (زبدۃ ،ایضاً)

جواب: اگر چہ پہلی جلد میں آچکا ہے لیکن اس جلد کے قارئین کی سہولت کیلئے اور موقعہ کی مناسبت سے اس کا جواب یہاں تحریر کرنا ازبس ضروری ہے: سید صاحب نے یہ روایت لاکر اجماع کی نفی اور اس سے معارضہ کرنیکی سعیء لاحاصل کی ہے ،، تحقیق یہ ہے کہ: یہ حدیث تقریری ہے اس کے مدمقابل حضرت عمرو بن العاص کی حدیث ہے حضرت عمرو بن العاص نے غزوۂ ذات السلاسل کے موقعہ پر. جب وہ امیر لشکر مقرر ہوئے تو انہیں خیال آیا کہ شاید وہ شیخین سے افضل ہیں کیونکہ اس لشکر میں شیخین بطور لشکری شریک ہوئے تھے، حضرت عمرو بن العاص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ:

﴿ای الناس احب الیک قال عائشة فقلت من الرجال فقال ابوھا ،فقلت ثم من قال ثم عمر بن الخطاب ،الحدیث﴾

سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے پھر پوچھا مردوں میں سے سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ کا باپ (رضی اللہ عنہما) میں نے عرض کیا ان کے بعد کون؟ تو فرمایا پھر عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) بظاہر ان دو احادیث میں تعارض ہے، اصول حدیث کے مطابق پہلی حدیث جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ اظہار کیا کہ فاطمہ اور علی (رضی اللہ عنہما) مجھ سے اور میرے والد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے دو، یا تین گنا زیادہ پیارے ہیں یہ حدیث تقریری ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قول عائشہ رضی اللہ عنہا کی تردید نہیں

فرمائی، جبکہ اس کے مد مقابل حدیث عمرو ابن العاص رسول اللہ ﷺ کا اپنا ذاتی فرمان ہے، فرمان رسول اللہ ﷺ کے مقابل قول عائشہ صدیقہ مرجوح ہے، راجح کی موجودگی میں قول مرجوح (حدیث مرجوح) دلیل ہے نہ حکم، ہر دو احادیث پر امام ابن حجر مکی العسقلانی شارح بخاری نے تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وان کان فی الظاهر یعارض حدیث عمرو ولکن یرجح حدیث عمرو وانه من قول النبی ﷺ وهذا من تقریره ﴾(فتح الباری، جز سابع، ص ۱۹)

ترجمہ: اگرچہ بظاہر حدیث عائشہ صدیقہ، حضرت عمرو ابن العاص کی حدیث کے معارض ہے لیکن حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث راجح ہے کیونکہ حدیث عمرو ابن العاص رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان ذی شان ہے اور حدیث عائشہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا ہے رسول اللہ ﷺ نے سماعت فرمایا اور اس کی تردید یا نفی نہیں فرمائی، بلکہ سکوت فرمایا جو مفید تقریر ہے جہاں دو احادیث کے درمیان راجح اور مرجوح کی نوعیت اور کیفیت پیدا ہوتی ہو وہاں اصول حدیث کی روشنی میں حدیث راجح پر عمل کیا جاتا ہے، سید صاحب نے اجماع کی نفی پر حدیث عائشہ صدیقہ کے قول سے استشہاد کیا ہے جو سراسر غلط ہے،،

ثانیاً: بے شک اولاد اپنے والدین کے حالات، واقعات، فضائل و کمالات کی زیادہ واقف اور شناسا ہوتی ہے مگر قول عائشہ صدیقہ جو اس وقت زیر بحث ہے اس کی گہرائی اور مقصد تک پہنچنے کیلئے اس منظر اور ماحول کو بھی زیر غور اور مد نظر رکھنا ہوگا، الفاظ کے قرینے باور کراتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلام غصہ اور جذبات میں آ کر کیا۔ ہے تبھی تو جناب صدیق اکبر نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ سے اونچی اونچی بولتی ہو، جناب صدیق اکبر کے یہ الفاظ بتاتے ہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آواز بلند رسول اللہ ﷺ کے حضور بولنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ناگوار، اور گراں گزرا تھا ورنہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو ڈانٹ نہ پلاتے ایک تو قول عائشہ بحالت غصہ اور بصورت ناراضگی سرزد ہوا دوسرا یہ کہ رسول اللہ نے سماعت فرمایا مگر تردید نہ فرمائی جس سے قول عائشہ حدیث تقریری کے حکم میں چلا گیا، جبکہ حدیث عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ میں سوال و جواب کی صورت ہے رسول اللہ ﷺ نے افضلیت ابوبکر صدیق اور افضلیت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر مہر قطعیت ثبت فرمائی ہے کیونکہ

حضرت عمرو ابن العاص کا سوال ﴿ای الناس احب﴾ اگرچہ مطلق ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے جواب میں انفرادیت اور خصوصیت ہے کہ آپ نے فرمایا عائشہ! یعنی میرے ہاں سب سے زیادہ محبت اور فضیلت کے معیار پر پوری اترنے والی عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جب حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی دلی آرزو بر آئی نہ منشائے سوال پورا ہوا تو پھر عرض کیا ﴿من الرجال﴾ فرمایا ﴿ابوھا﴾ اس کا والد (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) حدیث عمرو ابن العاص سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ رسالت مین مقام و مرتبہ اور افضلیت کا پتہ چلتا ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبتوں اور افضلیت کی تصویر بن کر مصطفےٰ ﷺ کی نظروں میں گھوم رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پہلے سوال کے جواب میں عائشہ اور دوسرے کے جواب میں اَبوھا فرما کر یہ اعلان فرمایا کہ صدیق اور صدیق اکبر کا گھرانہ اپنی لازوال محبتوں اور بے مثال انسانی خدمات، اور مخلصانہ احساسات اور جذبات کی بدولت بارگاہ رسالت میں عزت وعظمت کی اس اوج کمال پر براجمان ہے جہاں بقیہ انسانیت انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر وہاں تک رسائی حاصل کرنے سے عاجز اور قاصر ہے، قابل غور بات یہ ہے جب سوال مطلق ہے تو جواب کوئی اور بھی تو ہو سکتا تھا اپنے اہل بیت یا اپنے خاندان کے کسی بھی فرد کا نام زبان مبارک پر آ سکتا تھا مگر سوائے ابوبکر صدیق اور ان کی صاحبزادی کے اور کسی نام کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ جناب ابوبکر صدیق ہی آپ کی بارگاہ میں افضل ہیں،، یہ اسلام اور ایمان کا مسلمہ قانون اور متفقہ اصول ہے کہ اللہ کا نبی اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے نہ کہہ سکتا ہے بلکہ اس کا قول ازلی صداقتوں اور نفس الامری حقیقتوں کا ترجمان ہوتا ہے بالخصوص نبی کریم ﷺ کے فرمان کے وحی ہونے کی ضمان دی گئی ہے ﴿ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی﴾ اگر لمحہ بھر کیلئے اس کے خلاف تصور کر لیا جائے تو مسلمان فی الفور دولت ایمان سے تہی دامن ہو جاتا ہے آیہء کریمہ حصہ قرآن ہے اس پر ایمان رکھنا واجبات شرعیہ میں سے ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ فرمان رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھنا ضروریات شرعیہ میں سے ہے جس کا مآل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دربار گوہر بار میں جناب

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی علی الاطلاق افضل ہیں اگر اسلام میں اس مرتبہ کی کوئی اور شخصیت ہوتی تو اللہ کے محبوب ضرور اس کو نامزد فرماتے۔(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

خلاصہء ماقبل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ والی حدیث جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی احبیت میں وارد ہوئی ہے حدیث تقریری ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر صدیق کی احبیت میں رسول اللہ ﷺ کا اپنا فرمان حدیث نبوی ہے جو بمقابلہ حدیث تقریری ارفع، اعلیٰ اور ارجح ہے جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے پہلے نقل ہو چکا ہے حدیث نبوی کے مقابل حدیث تقریری دلیل ہے نہ حجت،،

اگر سیّد صاحب حدیث تقریری سے حدیث نبوی کو متروک یا مرجوح بنانا چاہیں یا تقریری سے اجماع کے بلند ترین اور مضبوط تر آہنی قلعے کو مسمار یا فتح کرنا چاہیں تو یہ محال شرعی ہے کیونکہ ایسی صورت میں حدیث تقریری کا مقابلہ، حدیث نبوی اور اجماع کے ساتھ ہوگا، تقابل کی صورت میں حدیث تقریری کمزور جبکہ اجماع اور حدیث نبوی قوی تر ہیں، ان کے ہوتے ہوئے حدیث تقریری قابل عمل نہ ہوگی۔

حضرت عباس کے قول سے اجماع کا معارضہ اور اس کا جواب

سیّد صاحب: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع کے خلاف آراء میں سے ایک درج ذیل ہے، حافظ ابوبکر احمد بن علی علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ اپنی کتاب تاریخ بغداد جلد،۹، ص،۲۹۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:﴿قال اما العباس فمات وعلی عندہ افضل الصحابۃ﴾

ترجمہ: رہی بات عباس رضی اللہ عنہ کی سووہ وفات پا گئے جبکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سب صحابہ سے افضل تھے، اگر سنیت کیلئے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنا ضروری ہوتا تو لوگ انہیں سنی نہ سمجھتے آپ کا وصال ۳۲ھ میں ہوا، اور آپ اسی عقیدہ پر تھے،(زبدۃ،۲۵۲)

اقول: تاریخ بغداد سے منقولہ اقتباس، عقیدۂ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مغائر ہے، سید صاحب نے خود تحریر کیا ہے اسی سے ملتی جلتی روایت جناب شعبی سے منقول ہے (یہ تابعی ہیں)

میں نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا جبکہ یہ بات پہلے آپ سے پوچھی جا چکی تھی ﴿ای الناس کان اول اسلاما﴾ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون شخص تھا؟ جناب عبداللہ بن

عباس نے جواباً فرمایا تم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا؟

﴿خیر البریة اتقاها و اعدلها............بعد النبی و اوفاها بما حملا﴾

ساری مخلوق (بعد از نبی) سے وہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور سب سے زیادہ عادل ہے اور جو فرائض اپنے ذمے لئے تھے، سب سے زیادہ اچھی طرح انہیں نباہنے والا ہے۔

﴿و کان حب رسول الله قد علموا............من البریة لم یعدل به رجلا﴾

ترجمہ: لوگوں کو جناب رسول کریم ﷺ کی حضرت ابو بکر صدیق سے محبت کا علم تھا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو بھی حضرت ابو بکر صدیق کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ (زبدۃ: ص، ۵۱، ۵۲)

اگر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا ہوتا تو ان اشعار کا حوالہ دیتے، اور نہ دوسری بار اس کا تذکرہ فرماتے،

ثانیاً: حضرت عباس کو پورا پورا علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ میں سے کسی بھی فرد صحابی کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل اور احب قرار نہیں دیتے تھے ﴿قد علموا﴾ کا صیغہ جمع، جمیع صحابہ کے علم ہونے پر واضح قرینہ اور دلیل موجود ہے۔ جس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود اور بحیثیت فرد شامل ہیں۔

ثالثاً: خطیب بغدادی کا قول، قول شخص، قول فرد، قول مورخ ہے، لیکن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار مقدسہ حدیث تقریری ہیں کیونکہ یہ اشعار رسول اللہ ﷺ نے بحکم خود بھی سماعت فرمائے ہیں، حدیث تقریری کے مقابل قول مورخ مرجوح اور مردود ہے۔

رابعاً: انتخاب خلیفہ کے وقت صحابہ کرام نے اجماع کیا کہ منصب خلافت کے اہل حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم ہیں لیکن حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بیعت لینے سے انکار کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجماع مکمل ہوا۔

(دیکھئے الصواعق المحرقہ: ص: ۱۳)

اگر حضرت عباس کے عقیدہ میں حضرت علی افضل ہوتے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرتے سقیفہ بنی ساعدہ میں جبر، زبردستی، اور امر مجبوری کا خیال اور تصور تک نہ تھا،، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہوتے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ہاشمی شہزادے چپ چاپ رہتے اور آنکھیں بند کر کے دست صدیق پر بیعت کر لیتے ؟ یہ ناممکنات میں سے ہے، یہ لوگ حسب ونسب کی عظمتیں لے کر تولد ہوئے، ان کی رگوں میں جرأت و بہادری، ہمت و دلیری کا خون دوڑ رہا ہے رسالت کے آفتاب جہاں تاب نے ان کی سیرت اور کردار کی جلالت کو رشک ثریا بنا دیا ہے ان کی ذوات مقدسہ رشد و ہدایت کا وہ سیل بے کراں ہے جس سے قیامت تک آنے والی انسانیت سیراب ہوتی رہے گی،، دست صدیق پر ان کے بیعت کرنے کو کوتاہ ہمتی، اور تقیہ ایسی لعنت سے تعبیر کرنا خاندان بنو ہاشم کے ساتھ واضح بغاوت ہے، ان نیر ہائے تاباں کے صاف شفاف اعتراف حقیقت اور اقرار افضلیت کو مصلحت (تقیہ) اور دفع وقتی کی کدورتوں سے گدلا کرنا ان کے حسب ونسب سے نہ ہونے کی دلیل ہے؟

امام ابن حجر مکی نے فرمایا:﴿واخرج ابوبکر الآجری عن ابی جحیفة سمعت علیا علی منبر الکوفة یقول ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم خیرهم عمر ﴾ (الصواعق المحرقه :ص: ٦١)

ترجمہ: امام ابوبکر الآجری نے ابی جحیفہ سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ میں نے (ابی جحیفہ) کوفہ کے منبر پر حضرت علی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں پھر ان کے بعد حضرت عمر سب سے افضل ہیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ افضلیت ابوبکر صدیق کا عقیدہ رکھتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ دوسرے بنی ہاشم اور بالخصوص حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ نہ ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا سال وفات ۳۲ھ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے ، اس سے ظاہر ہے کہ آپ کا دور خلافت بعد کا ہے اور زمانہ خلافت میں آپ کا شیخین رضی اللہ عنہما کو افضل الامت قرار دینا یہ اسی عقیدے کا تسلسل ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار و مہاجرین صحابہ نے متفق علیہ قرار دیا تھا اور اسی عقیدے کی تائید و توثیق میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب

کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی، بوقت بیعت حضرت علی، حضرت عباس، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم موجود تھے، قاضی ابوبکر الباقلانی نے التمہید میں تحریر کیا ہے:

﴿ولیس یجوز لمسلم اتقی اللہ ان یضیف الی علی بن ابی طالب علیہ السلام و الزبیر بن العوام التاخر عن بیعتہ باخبار آحاد واهیة﴾

ترجمہ: جو مسلمان اللہ سے ڈرتا ہے وہ حضرت علی، حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ حضرات گرامی مرتبت بیعت کے وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود نہیں تھے اور انہوں نے دیر سے بیعت کی تھی، (الصواعق المحرقہ ص: ١٤، حاشیہ) پھر لکھا:

﴿اننا نعلم بواضح النظر کذب من ادعی تاخر علی و العباس، والزبیر الخ﴾ (ایضاً)

ترجمہ: ہم کھلی آنکھوں کے علم وسیع کی وساطت سے اس شخص کو جھوٹا قرار دیتے ہیں جو یہ کہتا ہے کہ بوقت بیعت حضرت علی، حضرت عباس، حضرت زبیر ابن العوام موقعہ پر موجود نہ تھے انہوں نے دیر بعد بیعت کی تھی۔

قاضی ابوبکر الباقلانی زبدۃ کے مقتداء اور امام ہین ان کی بات اور قول سید صاحب کیلئے حرف آخر ہے اور پوری زبدہ، میں حوالہ جات کی کثرت بھی باقلانی کا ہی فیضان قلم ہے گو کہ دنیائے حنفیت کے نامور مجتہد فی الفقہ اور فنون حدیث کے بے تاج بادشاہ، علم کلام کے مایہ ءناز متکلم حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تبحر علمی کی انتہا رسید نظر دقیق، اور فکر انیق کے بعد قاضی ابوبکر الباقلانی کو عملی دنیا میں تلاش کیا تو دیکھا کہ موصوف اعاظم اور اکابر معتزلہ کی صف میں ایستادہ ہیں، یہ معلوم ہو جانے کے بعد قیامت تک آنے والی دنیائے سنیت کو مطلع فرمایا کہ قاضی ابوبکر الباقلانی کو صف اعتزال کے علاوہ اور کہیں بھی تلاش نہ کیا جائے ملاحظہ ہو شرح فقہہ اکبر: ص: ۱۵۱،، مطبع سعدی کراچی،، جب قاضی ابوبکر الباقلانی حضرت عباس کو بوقت بیعت سقیفہ بنی ساعدہ میں حاضر اور موجود قرار دیتے تو سیّد صاحب کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لینا چاہیے، اب سوال یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کے منصب کیلئے کیوں نامزد نہ کیا، جبکہ ﴿الآئمہ من قریش﴾ کا حکم اٹل اور قول محکم بھی موجود تھا؟ کیونکہ اسلام میں خلیفہ کا افضل

ہونا شرط لازم ہے، حضرت سعد بن عبادہ کا انتخاب انصار کا ذاتی فیصلہ اور اتفاقی نظریہ تھا جس کے مقابل حدیث مرفوع موجود ہے جو قریش کے حق میں فیصلہ کر رہی ہے اگر بنی ہاشم کے ستارہ ہائے ہدایت اس مجمع صحابہ میں اختلاف کرتے اور تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عندیہ پیش کرتے تو اجماع منعقد ہو جاتا ہرگز نہیں، صدیق تو آستان نبوت کی دہلیز کو چاٹنے والا، رات بھر کیلئے صلوۃ عشق ومحبت کا قبلہ بنانے والا، اس کے حضور سجود نیاز لٹانے والا ہے، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم فقط قریشی نہیں بلکہ ان کی رگوں میں بنو ہاشم کا وہی خون دوڑ رہا ہے جس خون کو تقدس اور طہارت کے سانچے میں ڈھال کر نبی آخر الزمان ﷺ کے وجود اور ظہور کیلئے صاف، شفاف اور رنگین بنایا گیا تھا، شیخین تو قدم رسول سے اڑنے والی گرد اور در رسول سے منسوب ہونے والی چیز کو عظمت کی نگاہ سے دیکھنے والے ہیں محبت رسول کے جذبات میں ماں کے لعلوں کا کام کیا ہے بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ابو بکر صدیق سے افضل ہوں انتخاب خلافت ایسے اہم موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیش نہ کریں، محبت اہل بیت کی یادوں کو دل میں بسانے والا صدیق اکبر، ذات نبوی، اور ان فرزندان قریش کے خون ناب کی ہم رنگی ہم آہنگی اور منبع واحد کو دیکھ اور جان کر خود آگے بڑھ جائے، ان کی نسبت، خون اور تعلق لازوال سے صرف نظر کرے صدیق کا اسلام اور صدیق کا ایمان اس معیار کا نہیں محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا

﴿عن عائشة رضی الله عنها قالت قال ابوبکر والله لقرابة رسول الله ﷺ احب الی ان اصل من قرابتی ﴾ (الریاض النضرة: ج، ۱: ص: ۱۸۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور رواداری سے پیش آنا مجھے اپنے قرابتداروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عباس کی نظر میں افضلیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے کا دن یوم اجماع تھا، جب اس دن افضلیت کا فیصلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نہیں آیا بلکہ بحث وتمحیص، دلائل اور ٹکراؤ کے بعد جناب صدیق اکبر کے حق میں آیا ہے تو تقاضا انصاف اور ندائے ایمان یہی ہے کہ اس فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب صحابہ میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہوئیں، کہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان رنجش ہے اسی لئے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت نہیں کی، صحابہ نے اپنی مساعی جمیلہ مصالحت اور بیعت کیلئے وقف کردیں جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے دولت کدہ پر آنے کی دعوت دی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو ﴿فتشهد علی فقال انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک الله ولم ننفس علیک خیر اساقه الله الیک ،الخ﴾(الصواعق المحرقه :ص:۱۵)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور پھر فرمایا اے ابوبکر صدیق بے شک ہم آپ کی افضلیت کے معترف ہیں اور ان دیگر فضائل کا بھی اقرار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو خیرات کا فیضان فرمایا ہے اس کی نفی یا تنقیص نہیں کرتے، جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان اس بات کی قوی اور ناقابل تردید شہادت ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خیریت کے معترف تھے جس کا انہوں نے بارہا اظہار بھی فرمایا ہے۔ امام محبّ الدین طبری نے نقل فرمایا: ﴿وحدیث الحسن ان رجلا سأل علیا ، کیف سبق المهاجرین الی بیعة ابی بکر فقال انه سبقنی باربعة ،الحدیث تقدم فی ذکر انه اول من اظهر اسلامه ،وحدیث آخر عنه فی معناه فیه ،وحدیث تضمن قوله ﷺ لجبریل من یهاجر معی ؟قال ابوبکر وحدیث مامنکم من احد الا وقد کذبنی الا ابوبکر ،فی اول الخصائص وحدیث ، انی اترککم فان یرد الله بکم خیرا الحدیث﴾(الریاض النضرة :ج:۱ :ص:۲۱۰)

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مہاجرین صحابہ نے آپ کو چھوڑ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر سبقت کیوں کی؟ تو آپ نے فرمایا کہ چار باتوں یعنی فضائل میں ابوبکر صدیق کو مجھ پر سبقت حاصل ہے (۱) انہوں نے سب مسلمانوں سے پہلے اپنے اسلام کا برملا اظہار کیا یعنی سب سے پہلے انہوں نے

اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا، (پہلی حدیث میں اس کا تذکرہ آچکا ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے ہم معنی حدیث پہلے گزری جس کی ضمنیات سے ایک ضمن یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل سے پوچھا مجھے ہجرت کرنے کا حکم تو دیا گیا ہے مگر میرا رفیق ہجرت کون ہوگا ؟ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ ابوبکر آپ کے ساتھ ہجرت کریں گے، اور یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے میری نبوت اور رسالت کا انکار کیا ہے مگر ابوبکر صدیق وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے بدوں تردد اور بلا تامل تصدیق کی، آپ کے خصائص میں یہ حدیث بھی پہلے آچکی ہے، اور یہ حدیث بھی پہلے نقل ہوچکی ہے ﴿دخلنا علی رسول الله ﷺ فقلنا یارسول الله ﷺ الا تستخلف فقال ان یعلم الله فیکم خیرا استعمل علیکم خیر کم فعلم الله فینا خیرا فاستعمل علینا ابابکر "خرجه ابن السمان فی الموافقة﴾ (الریاض النضرة : ج، ۱ :ص :۱۳۸)

ترجمہ : حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے (جبکہ آپ ﷺ شدید علیل تھے) ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنائیں گے؟ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بھلائی کو جانا (پسند کیا) تو تم پر، تم سب سے بہتر شخص کو مقرر فرمائے گا (حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے ہم میں خیر کو پسند فرمایا پھر ابوبکر صدیق کو ہم پر خلیفہ بنایا ابن السمان نے الموافقہ میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

دوسری حدیث: ﴿وعن علی ابن ابی طالب انه قال اترککم فان یرد الله بکم خیرا یجمع کم علی خیر کم اخرجه القلعی ،وعن موسیٰ بن شداد قال سمعت علیا رضی الله عنه یقول افضلنا ابوبکر ﴾(الریاض النضرة : ۱ :ص:۱۳۸)

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں خلیفہ کی نامزدگی کئے بغیر چھوڑے جارہا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو تم سب کو تم میں سے بہتر شخص کی خلافت پر جمع فرمائے گا اس حدیث کی تخریج "القلعی" نے کی ہے۔ اور موسیٰ

بن شداد سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں کہ میں نے خود حضرت علی المرتضٰی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔

احادیث مندرجہ بالا کا اختصار اور خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی چار وجوہات اپنی زبان مبارک سے بحوالہ فرامین رسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں جن میں کوئی فرد صحابی مشارکت نہیں رکھتا، تو یہ فضائل اربعہ ماہیت صدیق، اور افضلیت صدیق کیلئے لوازم بینہ ہیں، اور دوسری حدیث اس بات پر نص ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل ہیں، اور اس کی دلیل ﴿یجمعکم علی خیر کم﴾ کے پاکیزہ اور جامع الفاظ دلیل کے طور پر موجود ہیں، کیونکہ ﴿یجمعکم، خیر کم﴾ میں ﴿کم﴾ ضمیر جمعیت مطلقہ کیلئے مفید ہے اور اس کا تکرار سے آنا اور مقابلہ میں آنا تقسیم احاد در احاد کا فائدہ دے رہی ہے جس کا مآل، مفہوم ہر فرد صحابی ہے جس میں رنگ، نسل، ذات پات، مہاجر، غیر مہاجر کا تصور مفقود ہے۔

بدیہی مفہوم یہ ہے کہ اجماع صحابہ ﴿یجمعکم﴾ سے عبارت ہے) یعنی جو خلیفہ منتخب ہوگا، اس کا تقرر اور نامزدگی من جانب اللہ بصورت خیر ہوگی اور وہ سب صحابہ سے افضل ہوگا، یہ ہے فرمان رسول ﷺ جسکی تفسیر حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان مبارک سے فرمادی کہ ابوبکر صدیق ہم سب سے افضل ہیں۔

تو گویا ذات صدیق انبیاء و رسولوں کے بعد غیر متنازعہ افضلیت کی بلندیوں پر جلوہ گر ہے، جس کے افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین ہونے کی گواہی اللہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں اب فیصلہ سیّد صاحب نے کرنا ہے کہ اللہ، اللہ کے رسول ﷺ کی گواہی معتبر اور وزنی ہے یا ایک مؤرخ (خطیب بغدادی) کا قول، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کی گواہی ملاحظہ فرمایئے!

امام محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿عن ابن عباس قال رأیت رسول اللہ ﷺ واقفا مع علی اذا قبل ابوبکر فصافحه النبی ﷺ وعانقه وقبل فاه ابی بکر فقال

ﷺ یا اباالحسن منزلۃ ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی خرجہ الملاء فی سیرتہ ﴿الریاض النضرۃ : ج:۱ : ص:۱۸۵﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آگئے نبی کریم ﷺ نے ان سے مصافحہ فرمایا اور گلے لگایا اور اوران کے منہ کو چوما، پھر نبی کریم ﷺ نے جناب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا اے اباالحسن ابوبکر کا مقام اور مرتبہ میرے نزدیک اس طرح ہے جیسے اللہ کے ہاں میرا مرتبہ۔

اللہ کے ہاں نبی کریم ﷺ کا جو مقام اور مرتبہ ہے وہ اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے ملکی اور انسانی مخلوق کی پہنچ رسائی اور احاطہ سے وراء الورٰی ہے اسی لئے ایک عاشق نے کہہ دیا ہے:

لایمکن الثناء کما کان حقہ.................بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سیدھے سادے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح ملکی اور انسانی مخلوق میں اللہ کے محبوب کا کوئی ثانی، آپ کی مثل اور آپکی نظیر نہیں اسی طرح انبیاء اور رسولوں کے بعد پوری انسانیت میں دوسرا صدیق کوئی نہیں فقط ایک ہی ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کا فرزند ارجمند ہے جس کو اللہ، اللہ کے رسول ﷺ نے اس عالی لقب سے نوازا ہے اور اس پر ﴿والذی جاء بالصدق وصدق بہ ،الایۃ ﴾ کی امتیازی ،انفرادی مگر دائمی ابدی مہر ثبت فرمادی ہے، یہ وہ مہر صدق وتصدیق ہے جس کی تلاوت ،صبح قیامت تک ہر ملک ہر خطہ میں ہر دن اور ہر رات میں، جلوت ہو یا خلوت محراب ہو یا منبر، دوست ہو یا دشمن ہوتی رہیگی اور یوں عظمت صدیق کے اجالے ہر جگہ، ہر ملک، اور ہر خطہ میں برستے ہر قلب وجگر میں اتر کر ظلمت قلب کو کافور، اور نور ایمان سے سویرا کرتے رہیں گے، قرآن کے ماننے والوں کو اس عالی لقب کی کوکھ سے جنم لینے والے عظمت کے اس بحر بیکراں کا احساس اور ادراک کرنا پڑے گا جس کی طرف اللہ، اللہ کے رسول ﷺ اور جبریل آمین نے بیک آواز وبیک الفاظ اور بیک وقت توجہ کرنے کی رغبت دلائی ہے، ماننا پڑے گا کہ فضائے نیلگوں کے نیچے، انبیاء اور رسولوں کے بعد ابوقحافہ (رضی

اللہ عنہ) کا بیٹا ابو بکر ہی صدیق ہے جسکی صدیقیت کی کیفیت صوتی کا اثر ہر مومن کے کان میں اتر رہا ہے جسکی صدیقیت کی گونج سے محراب ومنبر مسحور جسکی صدیقیت ہر بندۂ مومن کے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا کر رہی ہے تو گویا صدیق وہی ہے جو اللہ وحدہ لاشریک کے دربار گوہر بار میں ہمہ اوقات، ہمہ تن حاضر رہے، جو توحید کے جلال، انوار وتجلیات کے کمال، لذت قرب ووصال کے جمال میں محو، حب رسول (ﷺ) سے سرشار، در رسول پر ارادت وعقیدت کے سجود نیاز اور آستان صمدیت پر تقویٰ اور انکساری کا خون پیش کرے جس کے صدق ویقین کی داستان اتنی طویل ہو کہ دنیائے اسلام کی ہر بستی، اور ہر آن اس کے ذکر سے رطب اللسان رہے☆

یہ ایک ضمنی بات تھی جو حدیث مذکورہ بالا پر تبصرہ کی صورت میں نوک قلم پر آ گئی ورنہ ہمارا اصل موضوع تشنۂ تکمیل ہے اس لئے ہم پھر اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں:۔ کہ حدیث مذکورہ کے راوی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لخت جگر ہیں ان کی تربیت، کردار، ، اور گفتار پر کسی شک وشبہ کے بغیر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اثر ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خاندانی، خونی گہرا رشتہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہے عمر میں رسول اللہ ﷺ سے دو سال بڑے ہیں ، رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے لے کر اپنی حین حیات کی معاشی، معاشرتی زندگی کے ہر لمحے سے واقفیت رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے سفر شام اور رفاقت صدیق کے ہر پہلو کا علم رکھتے ہیں، بچپن سے لے کر تادم مرگ خدمات صدیق سے باخبر ہیں رسول اللہ ﷺ کے دربار گوہر فشاں میں حاضری صدیق کے اوقات، انداز غلامانہ، اور آداب صحابیت حضرت عباس کے سامنے ہیں جان ومال اور اولاد کی بے مثال اور لازوال قربانیاں ان کی نظر میں افضلیت ابو بکر پر وارد ہونے والے ارشادات نبوت صحیفہء آسمانی کی طرح ان کے دل ودماغ میں پیوست ہیں، ، یہ کیسے باور کیا جائے حضرت عباس جیسا قرابتدار، فرد اہل بیت، دانا صحابی یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے جناب علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) افضل ہیں، اور پھر یہی عقیدہ لے کر واصل باللہ ہو جائیں ایں خیال است ومحال است وجنوں، ، حقائق وشواہد اس کیلئے آمادۂ تسلیم نہیں، پھر یہ کہ:۔ حضرت عبد

اللہ بن عباس کی عمر تیرہ یا پندرہ برس کی تھی، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا ہجرت سے تین برس قبل تولد ہوئے، یہ جرالامۃ کے عالی مرتبت لقب سے ملقب ہوئے، جرالامۃ کا تخلص بھی انہی کے حصہ میں آیا،، رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے حکمۃ، فقہ اور فن تاویل کی ارزانی کیلئے دعا فرمائی دو بار جبریل امین کو دیکھا۔(**اکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ**)

رسول اللہ ﷺ کے سانحہ ارتحال کے وقت جب آپ پندرہ سال کے تھے تو عرب دنیا کے رسم ورواج اور موسم کے لحاظ سے آپ سن بلوغت کو پہنچ چکے تھے، سن بلوغت میں آپ نے یہ حدیث اپنے کانوں سے سنی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور برتاؤ کو بچشم خود دیکھا تو یہ حدیث مرفوع ہوئی،، جو حجت شرعیہ اور دلیل ہے جبکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سن فیل میں تولد ہوئے ۳۲ھ میں اٹھاسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضرت عبداللہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا ایک ہی گھر میں رہتے ہیں دونوں کو بارگاہ رسالت میں حاضری کا شرف حاصل ہے اگر حضرت عبداللہ کی سنی ہوئی حدیث صحیح اور لائق عمل نہ ہوتی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کی تردید کرتے اور آگے روایت کرنے سے روک دیتے آخر حضرت عبداللہ نے اپنے والد گرامی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ضرور اس کا تذکرہ کیا ہوگا ان حقائق کی روشنی میں یہ تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ افضلیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے، بالفرض اگر اسی عقیدے پر رہے اور اسی پر انتقال فرمایا تو بھی یہ حجت نہیں اس کی تین وجوہات ہیں:

(۱) یہ ایک صحابی کا عمل ہے جو زیادہ سے زیادہ حدیث موقوف کے حکم میں آتا ہے۔

(۲) اس کے مقابل حدیث مرفوع ہے جو اس سے اقوی اور ارجح ہے حدیث موقوف اور حدیث مرفوع کو جب اصول حدیث کے ترازو میں تولا جائے تو حدیث مرفوع ارجح دلیل حجت شرعیہ اور لائق عمل ہوتی ہے جبکہ حدیث موقوف، مرجوح اور دلیل وحجت نہیں ہوتی،،

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مصدر، ماخذ، الریاض النضرۃ ہے جس کے مؤلف اور مصنف امام محب الدین طبری رحمہ اللہ ہیں، سیّد صاحب نے اس کتاب کی ثقاہت اور وجاہت پر

''نعرۂ حیدری'' (پمفلٹ ہے) کے ص:۱۵،، پر لکھا کہ اہل سنت کی نامی کتاب ہے اس کتاب کو آپ چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ یہ اہل سنت کی کتاب نہیں ہے اس کتاب کے حوالہ جات علمائے بریلی شریف علمائے دیوبند، علمائے اہل حدیث نے بھی دیئے ہیں۔ انتہیٰ

اور حضرت عباس کے عقیدے کا ماخذ تاریخ بغداد ہے جس کا مولف اور مصنف خطیب بغدادی ہے اب فیصلہ کرنے میں یوں آسانی ہوگی کہ ایک طرف تاریخ کی کتاب ہے اور اس کا رائٹر ایک مؤرخ ہے اور دوسری طرف کعبہ شریف کے امام ہیں، طبرستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشرف لائے اور دنیائے ایمان واسلام کی آماجگاہ انوار وتجلیات کی جلوہ گاہ، رحمت و بخشش کی درسگاہ کعبہ معظّمہ کے امام اعلیٰ ہیں جب محبّ الدین طبری رحمہ اللہ کی کتاب الریاض النضرہ اتنی جلالت شان کی حامل ہے تو اس کا حوالہ بھی نا قابل تردید اور نا قابل چیلنج ہوگا پھر اس کو ماننا ہی تقاضائے عقل وایمان ہوگا، جبکہ دوسری طرف تاریخ کی ایک کتاب ہے جو چیلنج کے قابل ہے سیّد صاحب نے یہ گارنٹی نہیں دی کہ وہ سنی مکتبہ فکر کی کتاب ہے ہماری جملہ تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح حاصل ہے جس کا مفاد اور حکم یہ ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین ہیں۔

☆اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ☆

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ والی روایت شاذ اور تاریخ کا شاخسانہ ہے

سوال: سیّد صاحب نے لکھا کہ معلوم ہوا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں حق دائر سمجھا جاتا ہے،، ورنہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی جملہ اولاد اور جملہ علوی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو افضل کیسے سمجھ سکتے۔ (زبدۃ: ص:۲۵۲)

اقول: مذکورہ بالا عبارت سے سید صاحب یہ باور اور ثابت کرانا چاہتا ہے کہ افضلیت کے حقدار حضرت ابوبکر صدیق نہیں بلکہ حضرت علی ہیں سید صاحب نے اپنے موقف پر، شاذ اور غیر معتبر روایت کا سہارا لیا ہے جبکہ بحمد اللہ ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ افضلیت کے حق دار حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اجماع صحابہ وتابعین اجماع جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت کا مسلک بالوضاحت پہلے

زیب قرطاس ہو چکا ہے، بار، بار دہرانے کی احتیاج نہیں، جہاں تک حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذاتی نظریئے کا تعلق ہے اس کی وضاحت شواہد اور اصول حدیث کی روشنی میں ہو چکی ہے، سید صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت عباس کی جملہ اولاد حضرت علی مرتضیٰ کو افضل سمجھتی تھی، بچند وجوہ غلط ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی مروی حدیث ابھی اوپر نقل ہو چکی ہے جس سے اظہر من الشمس ہے کہ ان کا عقیدہ افضلیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نہ تھا اگر ہوتا تو وہ مرفوع حدیث روایت نہ کرتے

(۲) جملہ اولاد کا قول متقاضی تفصیل ہے اولاد میں سے کسی کا نام تک نہ لکھا جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے یہ دعوی غلط ثابت ہوا کہ حضرت عباس کی جملہ اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساری امت سے افضل سمجھتے تھے

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿عن عائشه ان علیا بعث لابی بکر رضی الله عنهما ان ائتنافاتاهم ابوبکر رضی الله عنه وقد اجتمعت بنوهاشم الی علی فخطب ومدح ابابکر ثم اعتذرعن تخلفه عن البیعة بانه کان له حق فی المشاورة ولم یشاوره ﴾ (الصواعق المحرقه: ۱۴)

ترجمہ: دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کی، پھر دیر سے بیعت کرنے کا عذر یہ پیش کیا کہ مجھے مشاورت میں شامل نہیں کیا گیا جبکہ میرا بھی استحقاق تھا۔

محدث رحمہ اللہ نے یہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا شام کے وقت میں بیعت کرلوں گا حضرت ابوبکر صدیق ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر منبر پر تشریف فرما ہوئے کلمہ شہادت پڑھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان بیان کی اور بیعت کی تاخیر کا عذر بھی پیش فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے انہوں نے استغفار اور شہادت کے کلمے ادا کئے ﴿فعظم حق ابی بکر وحدث انه لم یحمله علی الذی صنع نفاسة علی ابی بکر ولا انکار للذی فضله الله به ولکنا کنا نری لنا فی هذاالامر ﴾ (الصواعق المحرقه: ۱۵)

ترجمہ: پھر حضرت ابوبکر کے حق کو عظیم جانا (کہ خلافت کے حقدار ابوبکر ہی تھے) اور یہ بھی بیان کیا کہ میری تاخیر بیعت کا مقصد یہ نہیں کہ جو نفاست (افضلیت) ابوبکر کی ہے میں اس کا منکر ہوں اور نہ ہی میں نے اس فضلیت کا انکار کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق کو نواز رکھا ہے، لیکن مسئلہ خلافت میں ہم سے بھی تو رائے لینا چاہیے تھی،،

ہر دو روایات اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل اور خلافت کا حقدار سمجھتے تھے اگر ابوبکر صدیق کی تفضیل، اور استحقاق خلافت کے قائل نہ ہوتے تو مجمع صحابہ اور تمام بنو ہاشم کے سامنے اس کا اظہار نہ فرماتے۔ امام محدث بیہقی نے فرمایا: ﴿**واما ما وقع فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخر بیعته هو وغیره من بنی هاشم الی موت فاطمة رضی الله عنها فضعیف فان الزهری لم یسنده**﴾ **(الصواعق المحرقه : ۱۵)**

ترجمہ: کہ صحیح مسلم شریف میں ابی سعید کی روایت سے جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیعت نہیں کی تھی یہ روایت ضعیف ہے اور امام زہری نے اس کو غیر مستند قرار دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی میں جناب صدیق اکبر کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی، قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی اپنی کتاب التمہید میں یہی کہا ہے کہ مومن متقی کو تاخیر بیعت کی نسبت جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جمیع صحابہ کے ساتھ ہی بیعت کر لی تھی، بالفرض اگر بیعت بعد میں کی ہے تو بھی وہ بیعت ہی ہے،، یہ بیعت خلافت تھی، یہ بیعت اطاعت وفرمانبرداری تھی،، اور یہی بیعت افضلیت بھی تھی اگر یہ بیعت ان امور پر مبنی، اور ان امور کی غماز اور شاہکار نہ ہوتی تو اسد اللہ الغاب اپنی شمشیر حیدری کو نیام میں نہ رکھتے بلکہ بنو ہاشم کی افرادی قوت سے مسلح ہو کر جناب صدیق اکبر کے خلاف، ضرور میدان مقابلہ میں اتر آتے، اگر آپ کی بیعت کی تہہ میں یہ امور مذکورہ بالا کارفرما نہ ہوتے تو آپ ہرگز جناب صدیق اکبر کی حمایت کرتے نہ اتباع اور اقتداء میں فرائض خداوندی کو بجالاتے،،

اگر جناب صدیق اکبر کی شخصی اور عملی افضلیت کے معترف نہ ہوتے تو بوقت انتقال صدیق اکبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے حکم نامہ پر اعتراض وجدال کرتے ، کیونکہ اس وقت یہ وجہء جوازیت موجود تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازوں میں اپنی نیابت کے احکامات ان کیلئے جاری نہیں فرمائے تھے ،مگر آپ کا خاموش رہنا اور جناب صدیق اکبر کے محریہ حکم نامہ کی انقیادواطاعت کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ صدیق اکبر کے فرمان اور حکم کی پاسداری اور امتثال امر کو حرف آخر کے طور پر لیتے تھے ، یہ شواہد خیر القرون کے مقدس صحیفہ پر نقش دوام ہیں ، جوزعم باطل اور فکر فاسد کے گدلے پانی سے مٹائے نہیں جاسکتے ، جناب حیدر کرار کا یہ فرمان کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا تھا ہم نے انہیں اپنی دنیا کیلئے پسند فرمالیا ہے دینا اور دنیانا کے الفاظ جمعیت پر دلالت کرتے ہیں ، جس سے یہ بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سب صحابہ بشمول انصار ومہاجرین کیلئے دین کے ستون (نماز) کی بھر پور اور شایان شان ادائیگی کیلئے ابوبکر صدیق کا تقرر فرمایا ، مجھ سمیت کسی بھی مہاجر یا انصار صحابی کو اس منصب پر براجمان ہونے کی سعادت میسر نہ ہوآئی جب دین کے اتنے بڑے اور بنیادی امر کی ادائیگی کا سہرا اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے سر باندھ کر ان کی افضلیت کو چار چاند لگادیئے تو امر خلافت جو اسلامی دنیا کی تعمیر وترقی ، پرچم اسلام کی سربلندی ،اور اہل اسلام کے جان ومال کے تحفظ ،اسلامی سرحدوں کی پاسبانی اور نگرانی کا نام ہے اس کیلئے بھی آپ کو بحیثیت خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہم نے بصدق ورضا تسلیم کرلیا ہے یہ ایک زمینی اور کائناتی شہادت ہے جس نے ثابت کردیا ہے کہ صحابہ کی جمعیت میں جناب حیدر کرار داخل اور شامل ہیں اور آپ کی رائے جمیع صحابہ کی رائے کیطرح مثبت ہے ، ذہن فاسد کے تراشیدہ اوہام وظنون کی شوخ آندھیاں ان حقیقتوں کے چراغ بجھا سکتی ہیں نہ مٹا سکتی ہیں ،، اگر یوں کہا جائے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جو بیعت کی اور شان ابوبکر میں جو جلیل القدر الفاظ اور القاب کہے یہ دفع وقتی کیلئے تھا اور ان کے پس پردہ جان کے ضیاع کا خوف اور دیگر غیر مری معاملات تھے ، یہ غلط ہی نہیں بلکہ باطل ہوگا ، کیونکہ اوّلاً یہ تو بہر صورت کذب کی پیداوار ہے جس کو بطلان کا سامنا ہے مقام غور ہے

جس کو والدۂ محترمہ رضی اللہ عنہا نے حیدر کرار (شیر ببر) کا نام دیا ہے اور کارہائے نمایاں دکھانے پر اسد اللہ الغالب کا تمغہ امتیاز دررسول ﷺ سے عطا ہوا ہو جس کی پرورش وحی آسمانی، اور نور نبوت کے اجالوں مین ہوئی ہو جس کو نبی نے (ﷺ) شب ہجرت اپنے بستر پر لٹا کر اس کے جسم کے رواں ،رواں کو فیضان نبوت سے سینچ کر جرأت و بہادری کا نمونہ بنادیا ہو وہ حفظ جان کی خاطر بیعت کرے:

ع ایں خیال است ومحال است وجنوں

تاریخ کے ان حقائق کو کون رد کرسکتا ہے؟ صحیفہء کائنات سے ان صداقتوں کو کون مٹا سکتا ہے؟ کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی پشت پر بنو ہاشم کا ایک مسلح لشکر موجود ہے جسکی تربیت مطلع انوار نبوت کی آغوش مین ہوئی جس نے حق وصداقت کا لہوان کی رگوں مین اتاردیا ہے جس کا یہ سبق ہے کہ حق کی بقاء اور ارتقاء کیلئے جاں فروشی شہادت ہے جس نے احقاق حق اور فروغ صدق کیلئے جاں سوزی اور پیش قدمی کا حکم دے رکھا ہے اور یہ لشکر جرار بدر، وحنین، اور احد میں حق وباطل کے درمیان ہونے والے خونی معرکے، اور حق کی خاطر لڑنے والے ان مجاہدوں کے سر اڑتے ہوئے، بازو قلم ہوتے ہوئے نیزوں کی انیّوں کو خون چوستے ہوئے، زخموں سے خون کے چشمے ابلتے ہوئے، صدائے تکبیر کی گونج میں جام شہادت نوش کر کے سوئے جنت جاتے ہوئے نفوس قدسیہ کو بچشم خود دیکھ اور سن رکھا ہے ان کیلئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حق غصب ہوتے، استحقاق مجروح ہوتے خلافت وامارت کی دولت لٹتے، نیابت رسول اللہ ﷺ کا منصب جاتے دیکھے اور مدافعانہ کردار ادانہ کرے بلکہ بے کسی اور بے بسی کی تصویر بن کر یکھتا رہے، اس کیلئے عقل آمادۂ تسلیم نہیں،، ایسا خیال رکھنے والے عناصر بنو ہاشم کے خیر خواہ ہیں نہ محبان علی (رضی اللہ عنہ) سیّد صاحب نے لکھا:

کہ جملہ علوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل کیسے سمجھ سکتے، یعنی جملہ علوی حضرت علی مرتضیٰ کو جناب صدیق اکبر سے افضل سمجھتے تھے۔

اقول: آیئے دیکھیں کہ علوی افضلیت ابو بکر صدیق کا عقیدہ رکھتے تھے، یا جناب علی مرتضی کی افضلیت کا؟ محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿واخرج ایضاً عن الحسین بن محمد بن الحنفیة

انه قال یا اهل الکوفة اتقوا الله عزوجل ولا تقولوا لابی بکر وعمر مالیساله باهل ان ابابکر الصدیق رضی الله عنه کان مع رسول الله ﷺ فی الغار ثانی اثنین وان عمر اعزالله به الدین ﴾(الصواعق المحرقه : ص:۵۵)

ترجمہ: حضرت حسین بن محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ آپ نے اہل کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے اہل کوفہ سنو! اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جو غالب اور سب سے بڑا ہے، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کیلئے ایسی باتیں مت کہو جو انکی شایان شان نہیں،، بے شک ابوبکر صدیق وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں تھے تو اللہ نے انہیں ثانی اثنین فرمایا، اور بے شک عمر وہ ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دین کو غلبہ عطا فرمایا۔

بظاہر حضرت حسین بن محمد رضی اللہ عنہما نے شیخین کی ایک ایک فضیلت کا ذکر فرمایا جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہے لیکن اس ایک ایک فضیلت کے پردے میں ہر دو کے افضل ہونے کا ایک دریا بہہ رہا ہے جس کی طلاطم خیز امواج سے شیخین کی افضلیت اچھل اچھل کر باہر آ رہی ہے، جو اس پر غور وفکر کی دعوت دے رہی ہے کہ ثانی اثنین کی ترکیب اضافی باضافت صیغہ اسم فاعل ہر آن اور ہر مقام پر تجدد اور حدوث کی شکل میں انبیاء اور رسولوں کے بعد صدیق اکبر کی ثانوی پوزیشن اور ثانوی حیثیت پر دلالت کرتی رہے گی،، اگر ثانی اثنین کا حکم غار تک محدود ہوتا تو مزار میں ثانی ہوتے نہ میدان حشر ونشر میں گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ اعزاز در رسول سے شروع ہوا جو اپنی بنیادوں کو مضبوط کرتا ہوا غار ثور میں جاں کی بازی لگا کر پروان چڑھا، اور ایسا پروان چڑھا کہ غار، مزار حشر ونشر کی منزلوں کو عبور کرتا ہوا حوض کوثر تک پہنچ گیا،، یہی وہ دلائل افضلیت ہیں جن کو خاندان علوی کے ایک چشم وچراغ نے ایک جملہ میں سمو دیا ہے اور اسی طرح عظمت اسلام اور شوکت اسلام کا غلبہ اسلام کی بڑی خدمت اور بڑی افضلیت ہے جس کا تاج سعادت اور سہرا افضلیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے، محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:

﴿ایضاً عن ابی جعفر الباقر، قال من لم یعرف فضل ابی بکر وعمر فقد جهل السنة قال بعض آئمة اهل البیت صدق والله انما نشاء من الشیعة والرافضة وغیرهما

مانشاء من البدع والجہالات من جهلهم بالسنة ﴾(الصواعق المحرقه :ص:٥٦)

ترجمہ: امام ابی جعفر باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے ابوبکر صدیق اور عمر کی افضلیت کونہیں پہچانا (اعتراف نہیں کیا) وہ سنت (احادیث بنویہ) سے جاہل ہے اہل بیت اطہار کے ایک امام کا فرمان ہے کہ امام ابی جعفر باقر (رضی اللہ عنہ) نے بالکل سچ فرمایا ہے قسم بخدا بے شک شیعہ، روافض اور دیگر مسالک نے احادیث مبارکہ سے جہالت کی بناء پر بدعت اور جہالت کی باتوں کو اپنے عقائد میں داخل اور شامل کرلیا ہے، امام موصوف بھی علوی ہیں ان کا فرمان حق اور سچ کا ترجمان ہے کیونکہ شیخین کی فضیلت کا انکار وہی کرتا ہے جو شیخین کی افضلیت میں وارد ہونے والی احادیث مبارکہ سے جاہل اور بے خبر ہے، اسی جہالت اور بے خبری کی وجہ سے شیعہ، روافض، اور دیگر فرقوں نے مجہولیات اور بدعات کو اجزائے عقیدہ مان اور تسلیم کر رکھا ہے، امام موصوف رحمہ اللہ نے شیخین کے فضائل کے منکر کو احادیث فضائل کا جاہل اور لاعلم قرار دیا ہے،، اور جو شخص احادیث فضائل کو پڑھ اور سمجھ کر تسلیم نہ کرے اس کیلئے امام موصوف کا کیا فتویٰ ہوگا؟ محتاج تحریر نہیں۔

حسنین کریمین اور افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم

اقول: ہرگز نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ساری آل پاک حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کا عقیدہ رکھتی تھی محب الدین طبری نے نقل فرمایا: ﴿وخرجه السمان فی الموافقة عن جعفر بن محمد وقد سئل عن ابی بکر فقال ماقول فیه لا اقول الا خیرا اوقال الا الخیر بعد حدیث حدثنیه ابی محمد ،قال حدنی ابی علی قال حدثنی ابی الحسین قال سمعت ابی علی بن ابی طالب یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول ماطلعت شمس ولا غربت علی احدبعد النبیین والمرسلین ﴾(الرياض النضرة :ج:١ :ص:١٣٦)

ترجمہ: السمان نے ''الموافقہ'' میں اس حدیث کی تخریج کی ہے حضرت امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے جناب ابوبکر کے بارے میں پوچھا گیا انہوں نے فرمایا اس مسئلہ میں ، میں حق کے سوا کچھ نہیں کہوں گا اس حدیث کی سماعت کے بعد جو مجھ سے میرے والد محمد، ان کا فرمان

ہے ان کو یہ حدیث میرے والد علی ،انہوں نے فرمایا مجھے یہ حدیث اپنے والد حسین انہوں نے فرمایا مین نے یہ حدیث اپنے والد حضرت علی سے سماعت کی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین) جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ،سورج طلوع ہوا نہ غروب کسی بھی انسان پر انبیاء اور مرسلین کے بعد جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو،،

اس روایت مین تمام راوی آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں جو سارے کے سارے حسینی اور علوی ہیں بلکہ سید الشہداء امام حسین بھی اس مین راوی ہیں وہ اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مضمون حدیث واضح ہے کہ سب نے بزبان رسالتمآب ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کو افضل البشر تسلیم کیا ہے۔

ابتدائی راوی حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر علی زین العابدین بن حسین ہیں (رضی اللہ عنہم)، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سائل نے شان وافضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا توانہوں نے فرمایا: ﴿ما اقول فیه ،لا اقول فیه الا خیرا﴾ کلمات حصر وقصر کے ساتھ اپنی بات اور اپنے قول کو خیر اسی لئے فرمایا کہ یہ ان کا عقیدہ تھا، اگر عقیدہ نہ ہوتا تو الفاظ حصر وقصر سے حدیث بیان نہ فرماتے ،، یہ روایت امام زین العابدین کی ہے جس کو سید صاحب نے تدریب الراوی کے حوالے سے اصح الاسانید کا درجہ دیا ہے ملاحظہ ہو نعرۂ حیدری :ص:١٦،، اور جس کتاب میں ان آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے مروی یہ حدیث منقول ہے اس کا نام الریاض النضرۃ ہے جس کی اہمیت اور عظمت و شان میں سید صاحب نے نعرۂ حیدری کے ص:١٥،، پر لکھا ہے کہ اس کتاب کو آپ چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ یہ اہل سنت کی کتاب نہیں ہے اس کتاب کے حوالہ جات علمائے بریلی شریف ،علمائے دیوبند، اور علمائے اہل حدیث نے بھی دیئے ہیں یہ اقتباسات سید صاحب کی قلمی نگارشات نعرۂ حیدری کے ص:١٥،١٦، پر زندہ اور تابندہ ہیں جو ایک قوی اور واضح شہادت ہے کہ سید صاحب نے زبدۃ کے ص:٢٥٢، پر جو یہ لکھا ہے کہ جملہ علوی اور حسنین رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے افضل ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے، غلط، بے بنیاد اور خلاف نقل ہے،

قارئین کے استفادہ کی خاطر یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک اہم بات کا ذکر کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے:
وہ یہ کہ بندۂ گنہگار نے عمدۃ التحقیق جز اول کے، ص:۲۶، پر تحریر کیا کہ شیعہ، مذہب کے امام محمد باقر نے بھی تصدیق کردی ہے کہ مورد نص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں، اس پر سید صاحب نے اپنے ہم نواؤں کو یہ شہ دی کہ اس سے اہل بیت کی کسر شان ہوئی ہے اور اہل بیت کی عظمت کا انکار کیا گیا ہے اٹھو، جاگو، اور لوگوں میں مشہور کرو کہ بندۂ عاجز نے توہین اہل بیت کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو شیعہ مذہب کا امام کہا ہے،، چنانچہ بیاض وسواد نے رنگ بدلا اور آسمان سر پر اٹھالیا کہ اہل بیت کی بے توقیری ہوگئی ہے عوامی پراپیگنڈہ کو اشتہارات سے سہارا بھی دیا گیا امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوگیا بحمد اللہ ضلع کوٹلی کی ننانویں فیصد آبادی سنی ہے مقامی انتظامیہ نے حالات کو کنٹرول کرلیا،، علمائے اہل سنت نے مقامی انتظامیہ سے بھرپور تعاون کیا۔
ہم تفصیلات میں جائے بغیر صرف یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام کے لفظ کی تھوڑی سی تشریح ہوجائے لغوی اور اصطلاحی معنی بتادیا جائے، مآل، مصداق، مدلول، واضح کیا جائے محل استعمال کے مطابق اس کے افراد کا تعین کیا جائے،،

امام کا معنی اور اس کی وضاحت

المنجد میں ہے ''الامام'' (مذکر اور مونث دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے) اس کا معنی پیش امام جس کی اقتداء کی جائے ''پیشوا'' معمار کا وہ دھاگا یا ڈوری جس سے وہ عمارت کو سیدھا قائم کرتا ہے نمونہ کھلا راستہ،، اس کی جمع آئمہ ہے۔
امامت: پیشوائی، ریاست عامہ،، اور اصطلاحی معنی "جعل الامام لیؤتم بہ" (بخاری) امام وہ مقتداء ہے جس کی اقتداء واتباع کی جائے گویا امام مقتداء اور پیشوا کا نام ہے، امامت پیشوائی کئی قسم کی ہے۔
شریعت کی امامت، طریقت وتصوف کی امامت، فقہ، حدیث اور تفسیر میں امامت،،
علوم وفنون میں امامت اس طرح امام جنس الاجناس، اور جنس عالی ہے،، جس کے ماتحت کئی اجناس ہین جنس کا تحقق اور وجود وجود افراد فی الخارج پر موقوف ہے افراد جنس کلی متواطی کے درجے میں ہیں، مابہ

الامتیاز ، اور ما بہ التفاصل وہ امور خارجیہ اور نفس الامر یہ ہیں، جن میں فرد معین کا حصر اور قصر مطلوب ہے مضاف الیہ کی تمیز اور تخصص مضاف (امام) کے تخصص اور تمایز کو ستلزم ہوگا،، مثلاً جب ہم امام الشریعہ (مجتہد فی الشرع) کہیں گے تو بوصف اضافت، امام نوع کے حکم میں چلا جائے گا، اس سے مراد امام مجتہد فی الشرح ہوگا، اور یہ نوع چار افراد پر مشتمل ہوگی، امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم،،

اور جب طریقت وحقیقت کی امامت کا مسئلہ ہوگا تو اس سے مراد آئمہ طریقت ہوں گے ان کی تعداد کثیر ہے،، اور جب صرف ونحو میں معاملہء امامت زیر غور ہوگا تو سیبویہ اور مبرد جیسے لوگ نامزد ہوں گے اور جب حدیث کی امامت کا موضوع زیر بحث آئے گا تو امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد رضی اللہ عنہم وغیرہ کے اسماء گرامی سر فہرست ہوں گے تفسیر کی امامت کا مسئلہ آئے گا تو امام رازی، امام ابن جریر رضی اللہ عنہما وغیرہ کے نام آئین گے،،

معانی، بلاغت، نحو وغیرہ علوم میں زیر غور لانے سے عبدالقاہر جرجانی کا نام آئے گا، اسی طرح جب طریقت ،شریعت اور نسبت اہل بیت کے حوالے سے پیشوایان امت کو زیر غور لائیں گے تو آئمہ اہل بیت کے اسماء گرامی پر انحصار کرنا ہوگا،،

اہل سنت و جماعت تمام پیشوایان امت کا احترام کرتے ہیں جن میں آئمہ اہل بیت سر فہرست ہیں ،لیکن مسئلہ تقلید میں صرف آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کی تقلید کرتے ہیں کسی اور کی نہیں،، اہل سنت و جماعت رسول اللہ ﷺ کی امت کے تمام بزرگ جو کسی نہ کسی حوالے سے رسول اللہ ﷺ آپ کے تمام صحابہ سے محبت کرنے والے، خدمت دین کرنے والے، شمع اسلام کو اسوۂ رسول، اور طریق صحابہ پر فروزاں رکھنے والے ہیں ان سے قلبی محبت اور ان کا دل سے احترام کرتے ہیں، حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ دینی بزرگ اور پیشوا کے طور پر بے شک امام ہیں، اہل تشیع بھی ان کو اپنا امام مانتے ہیں لیکن اہل سنت و جماعت اہلبیت عظام کا فرد اور دینی راہنما کے طور پر امام مانتے ہیں ان کی فقہی تقلید نہیں کرتے، جبکہ اہل تشیع ان کو خلیفہ برحق ہونے کے معنی میں

امام مانتے ہین اور پھر نبی کی صفت معصومیت کا ان پر اطلاق اور علیہ السلام کا نطق بھی کرتے ہیں اہل سنت و جماعت ایسا نہیں کرتے ،علم الکلام ،علم العقائد کی بنیادی اہم اور درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ میں ہے:﴿لا کما زعمت الشیعة خصوصا الا مامیه منهم ان الامام الحق بعد رسول الله علی ثم ابنه ،الحسن ،ثم اخوه الحسین ،ثم ابنه علی زین العابدین ثم ابنه محمد الباقر ثم ابنه جعفر الصادق ثم ابنه موسی الکاظم ،ثم ابنه علی الرضا ثم ابنه محمد التقی ،ثم ابنه علی النقی ،ثم ابنه الحسن العسکری ثم ابنه محمد القاسم المنتظر المهدی ﴾☆رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین☆

ترجمہ: امام (خلیفہ) کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ نہیں جس طرح شیعہ بالخصوص امامیہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق (خلیفہ برحق) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حسن ،ان کے بعد ان کے بھائی حضرت حسین ،ان کے بعد ان کے فرزندار جمند امام علی زین العابدین ، پھر ان کے پسر محمد باقر ، پھر ان کے لخت جگر جعفر صادق ، پھر ان کے نور چشم موسیٰ کاظم ، پھر ان کے نور نظر علی رضا ، پھر ان کے پسر محمد تقی ، پھر ان کے لخت جگر علی تقی ، پھر ان کے فرزندار جمند حسن عسکری ، پھر ان کے فرزند محمد قاسم المنتظر المهدی رضی اللہ عنہ۔

(ص:۱۵۵) بیان شدہ یہ سلسلہ نسب خلافت حقہ کے اعتبار سے ہے اہل تشیع بالخصوص فرقہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ برحق جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں ، یہ وہ بنیادی اور اعتقادی فرق ہے جو اہل تشیع اور اہل سنت کے درمیان وجہء اختلاف اور وجہء امتیاز ہے یعنی اہل تشیع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں ، حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت اور خلافت کا انکار کرتے ہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:﴿قوله ان الامام الحق بعد رسول الله ﷺ ابو بکر الصدیق ﴾(حاشیه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد امام برحق (خلیفہء برحق) حضرت ابو بکر صدیق ہیں (رضی اللہ عنہ)

اس وضاحت سے اہل سنت و جماعت اور اہل تشیع کے درمیان امامت کے مسئلہ میں جو بنیادی اور

اعتقادی فرق ہے وہ واضح ہو گیا کہ اہل تشیع حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کو امام بمعنی خلیفہ برحق مانتے ہیں اور دیگر آئمہ کی طرح ان کو بھی معصوم مانتے ہیں اہل تشیع کے نزدیک خلفائے برحق کی فہرست مین یہ پانچویں نمبر پر ہیں، جبکہ اہل سنت و جماعت ان کو اپنا روحانی، دینی پیشوا مانتے ہیں خلافت حقہ کے عنوان میں پانچویں نمبر پر خلیفہ برحق نہیں مانتے، معصوم صرف انبیاء رسولوں اور فرشتوں کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں، اور نبوت کی دوسری علامت علیہ السلام کا اطلاق بھی نہیں کرتے، اہل بیت کے فرد خاص اور چشم و چراغ ہونے کے ناطے دیگر بزرگ ہستیوں کی طرح ان کا بھی احترام کرتے ہیں،، سید نجم الحسن کراوری پشاوری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے چودہ ستارے،، اس کے بیرونی دائیں طرف کے ٹائٹل پر چودہ ستاروں میں جو اسمائے گرامی تحریر ہوئے ہیں ان میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی درج ہے، تعداد کے لحاظ سے آپ ساتویں نمبر پر ہیں اور عدد آئمہ کے اعتبار سے پانچویں نمبر پر ہیں، یہ کتاب امامیہ کتب خانہ لاہور مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور سے عام دستیاب ہے۔

نجم الحسن کراروی پشاوری مشہور شیعہ مجتہد ہے، اگر شیعہ / امامیہ مذہب والے ان کو اپنا امام نہ مانتے تو چودہ ستارے کتاب کے ٹائٹل پر ان کا ذکر اور اندراج کیسے ہوتا؟ اسی طرح ملا عبدالرحمٰن جامی نے بھی، بندۂ گنہگار سید صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو دعوت غور فکر دیتا ہے کہ وہ مذکورہ بالا دو کتب کا مطالعہ کریں ہم نے نعوذ باللہ کذب لکھا نہ بہتان طرازی سے کام لیا ہے مستند کتب کے اوراق پر چمکتے دمکتے حقائق کو تحریر کیا ہے تمہیں تسلیم کر لینا چاہیے، ضد برائے ضد علم و دانش کے خلاف ہے، ذاتی انا کی تسکین پراپیگنڈا، اشتہار بازی سے تو ہو جاتی ہے مگر حقائق بدلتے ہیں نہ مسخ ہوتے ہیں جدید تحقیقی اور علمی دور کے تقاضے کچھ اور ہیں دشنام طرازی اور ہلڑ بازی نہیں۔ ☆فتفکر و تدبر☆

اجماع نصی یا سکوتی ابوبکر صدیق کی افضلیت پر ہوتا تو اس کا منکر کافر ہوتا؟

اجماع نصی ہوا ہے اسکا تفصیلی جواب

سیّد صاحب: اگر اجماع نصی یا سکوتی حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر ہو چکا ہوتا تو اجماع نصی کی

صورت میں منکر کافر ہوتا،، (زبدۃ: ۲۵۳)

اقول: سید صاحب کے اس علمی (زبدۃ) شاہکار اور اجماع کے انکار کی بنیاد قاضی ابوبکر الباقلانی کا وہ قول ہے جو زبدۃ کے ص: ۸اپر منقول ہے کہ امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک توقف سب سے افضل مذہب ہے توقف کا معنی یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، انتہی،، مگر سوال یہ ہے کہ باقلانی کا یہ عقیدہ کہاں سے اخذ ہوا؟ اور وہ کونسی دلیل قطعی ہے جس نے ۴۰۳ھ میں اس عقیدہ کی بنیاد رکھی ہے۔

اور وہ کونسے موانع اور اسباب ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین اور جمہور اہل سنت اس سے نابلد اور ناآشنا رہے رسول اللہ ﷺ کے دور پرنور سے لے کر باقلانی کے دور تک اس دلیل قطعی کو لاعلمی کی دبیز تہہ میں مستور رکھا گیا اگر باقلانی کی اس رائے کو درست مان لیا جائے تو درج ذیل امور کا کیا جواب ہوگا؟

﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ نے بارہا بانگ دہل زبان رسالت سے افضلیت ابوبکر صدیق کو بیان فرمایا اگر خاموشی بہتر بھی تھی تو آپ نے درجنوں احادیث میں افضلیت ابوبکر صدیق کا اعلان اور اعلام کیوں فرمایا؟

﴿2﴾ صحابہ اور تابعین کا اجماع افضلیت ابوبکر صدیق پر کس دلیل قطعی کی مرہون منت تھا؟

﴿3﴾ جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت و جماعت نے افضلیت ابوبکر صدیق پر جو اجماع کیا اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

﴿4﴾ باقلانی کے اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ ۴۰۳ھ تک کے تمام ادوار، خطاء پر تھے ان کا افضلیت ابوبکر کا اجماعی اور اجتماعی فیصلہ حقیقت اور نفس الامر کے خلاف تھا، خاموشی اختیار کرنے کی بجائے تحریر کے ذریعے آفاق عالم میں اس کو مشتہر کیا،، اب بتایا جائے کہ:

ا: ایک طرف باقلانی کا قول ہے جو چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے فرمودات (احادیث صحیحہ) اقوال صحابہ و تابعین (احادیث مرفوعہ) اور اجماع علمائے اُمت اہل سنت ہے جو سلسلہء قطعیت کی مضبوط، مربوط، اور پیوست کڑیاں ہیں جن کا ترک اور رواگذاری بے دینی کے سوا کچھ نہیں اور دوسری طرف شخص واحد کی ذاتی، غیر منطقی، ان امور بالا کے مخالف رائے ہے، حفظ ایمان

،اظہار اسلام،اعتماد وامتثال کے لائق فرمودات نبویہ،ارشادات صحابہ وتابعین،اور جمہور علمائے امت کا عمل ہے یا شخص واحد کی،بے تکی،بے وزن اور باغیانہ رائے؟ پھر عقیدہ امر توفیقی ہے یا امر اختیاری اور اجتہادی،عقیدہ کا مرکز مورد شرع ہے یا قول شخصے،عقیدہ متفق علیہ امر کا نام ہے یا امر اختلافی کا؟

سید صاحب نے زبان رسول سے سرزد،اور بیان ہونے والی الہامی افضلیت ابوبکر صدیق کو کتب ہائے حدیث کے سینوں میں جگمگاتے نہیں دیکھا؟ افضلیت ابوبکر صدیق کی تشہیر اور تفسیر بھرے بیانات ملاحظہ نہیں کئے؟ افضلیت ابوبکر صدیق پر ہونے والے اجماع صحابہ وتابعین کا اعلان امام شافعی کی زبان حق ترجمان سے نہیں سنا؟ اگر سنا ہے تو صرف ابوبکر الباقلانی کا قول جو چوتھی صدی ہجری کی ایجاد ہے:

جو چاہے اس کا حسن کرشمہ ساز کرے

سید صاحب نے اپنا سارا قلمی زور اجماع کی نفی پر صرف کیا ہے کیونکہ اجماع ہی وہ خشت اول ہے جس پر خلافت ابوبکر صدیق اور افضلیت ابوبکر صدیق کی بلند وبالا اور عظمت بھری عمارت قائم ہے جس کے معماروں میں قرآن وحدیث،اقوال صحابہ،جمہور علمائے امت خاص طور پر قابل ذکر ہیں ،ان سے صرف نظر کرنا دن کو رات کہنے کے مترادف ہے،جو ایک کائناتی جھوٹ،اور نفس الامری اعلان بغاوت ہے۔

جلد اوّل میں اجماع،اقسام اجماع اور احکام اجماع پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے انکار اور صرار کی بھی ایک حد ہوتی ہے مگر سید صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے زبدۃ کی بنیادوں سے لے کر تکمیل واختتام تک پینترے بدل،بدل کر اجماع کا انکار کیا ہے جہاں تک افضلیت ابوبکر صدیق پر انعقاد اجماع کا تعلق ہے مستند کتب،اور معتمد آئمہ سے اس کو مبرہن کیا جا چکا ہے مگر سید صاحب کا جی ابھی تک نہیں بھرا وہ ہر دوسرے صفحہ پر اجماع کی نفی پر غیر مستند،غیر معتبر اور شاذ روایات کا سہارا لیکر استشہاد کرتا ہے جس کی تردید علمی اور استدلالی وضاحت سے لازم اور واجب ہو جاتی ہے۔

افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع کا ہونا امام نواوی کی شرح مسلم شریف،ابومنصور بغدادی،تہذیب

الاسماء واللغات ارشاد الساری شرح بخاری ،مواہب اللدنیہ ،شرح دلائل الخیرات ،بستان فقیہہ ابواللیث، زواجر ابن حجر، تکمیل الایمان، قصیدہ بداء لامالی، شرح فقہ اکبر، الصواعق المحرقہ، وغیرہ کتب میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اجماع سے ثابت ہے، الصواعق المحرقہ ،اور شرح فقہہ اکبر کے علاوہ تمام کتب کا اندراج اور متعلقہ عبارات کی نقل امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف مطلع القمرین :ص:۶۴،۶۵ پر فرمائی ہے ان کتب کا بالاستیاب ذکر جلد اول میں کر دیا گیا ہے ان تمام مستند، اور معتمد تحریری ثبوت اور دلائل کے باوجود اگر سید صاحب فقط باقلانی کے قول پر تسلیم نہیں کرتا، اور اساطین امت کے مقابل باقلانی کو ترجیح دیتا ہے تو اس کو مبارک ہو، لیکن باقلانی کا فارمولا اور سید صاحب کا عقیدہ ہمارے لئے قابل عمل نہیں کیونکہ صحابہ ،تابعین اور جمہور اہل سنت کے اجماع کے مقابل چوتھی صدی ہجری کے شخص واحد کی ذاتی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

صحابہ اور تابعین کا دور بہت پہلے کا ہے جس میں افضلیت ابوبکر میں کوئی اختلاف نہیں تھا حضرت میمون بن مہران کا واقعہ پہلے نقل ہو چکا ہے جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں شیخین کی افضلیت پر اجماع تھا، صحابہ او رتابعین کے اجماع کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے تسلیم فرمایا ہے اور امام بیہقی نے ''اعتقاد'' نامی کتاب میں اس کا خصوصی تذکرہ بھی فرمایا ہے۔

اجماع کے متعلقہ ضروری امور کا تذکرہ بحمد اللہ جلد اوّل میں کر دیا گیا ہے مگر بعض امور کی وضاحت مزید کی خاطر یہاں اس کے تذکرے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!

شیخ احمد المعروف ملا جیون رحمہ اللہ نور الانوار شرح المنار میں اجماع کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں

:﴿وھو فی اللغة الاتفاق وفی الشریعة اتفاق مجتھدین صالحین من امة محمد فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی﴾

ترجمہ: اجماع لغت میں اتفاق کرنے کا نام، یعنی متفق ہونا اجماع کا لغوی معنی ہے، اصطلاح شریعت میں محمد رسول اللہ (ﷺ) کی امت میں سے صالحین کی جماعت جو اہل اجتہاد میں سے ہو کا قول یا عمل

کے ذریعے کسی بات پر متفق ہوجانے کا نام اجماع ہے، اس سے معلوم ہوا اجماع دوقسم ہے اجماع قولی اجماع فعلی صاحب منار عبداللہ بن احمد بن محمود ابوالبرکات النسفی رحمہ اللہ نے فرمایا﴿رکن الاجماع نوعان ،عزیمة ،وھو التکلم منھم بما یوجب الاتفاق ﴾ ترجمہ: ارکان اجماع دوقسم کے ہیں (ا) عزیمت یعنی ایسی کلام کرنا جو سب کو دائرہ اتفاق میں لے آئے ،،شارح ملاجیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ای اتفاق الکل علی الحکم بان یقولوا اجمعنا علی ھذاان کان ذالک الشی من باب القول ﴾

ترجمہ: تمام صالحین مجتہدین کا کسی حکم پر اتفاق کر لینا اجماع قولی ہے یعنی اگر اس شی کے حکم کا تعلق قول سے ہو تو وہ یہ کہہ دیں کہ ہمارا اس حکم پر اتفاق ہے۔

﴿اوشروعھم فی الفعل ان کان من بابه ﴾

ترجمہ: اگر اس شی کا تعلق فعل سے ہو جس کا حکم معلوم کرنا ہے تو اجماع فعلی ہے۔

شارح نے فرمایا: ﴿ای کان ذالک الشی من باب الفعل ﴾ یعنی اس شی کا تعلق فعل (عمل) سے ہو (۲) اجماع کا دوسرا رکن رخصت ہے، صاحب منار رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ورخصة وھو ان یکلم اویفعل البعض دون البعض ﴾ یعنی بعض صالحین مجتہدین کوئی کلام کریں یا فعل کریں اس کا نام رخصت ہے۔

شارح ملاجیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ای یتفق بعضھم علی قول اوفعل وسکت الباقون منھم ولا یردون علیھم بعدمضی مدة التامل وھی ثلثة ایام ومجلس العلم ویسمیٰ ھذا اجماعاً سکوتیاً وھو مقبول عندنا﴾ ترجمہ: اگر ایک بات یا فعل پر کچھ مجتہدین کا اتفاق رائے ہوجائے اور باقی مجتہدین تین دن تک جو مدت غور وفکر ہے خاموش رہیں اور بعض کے فیصلے کو رد نہ کریں تو یہ اجماع سکوتی ہوگا۔ اہل سنت (احناف) کے نزدیک یہ حجت شرعیہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے اجماع کے ارکان دو ہیں، عزیمت، اور رخصت، عزیمت دوقسم ہے قولی اور فعلی اسی طرح رخصت بھی دوقسم ہے قولی اور فعلی ،، اجماع کی چاروں اقسام احناف کے نزدیک حجت شرعیہ ہیں۔

ملا احمد جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿قد ضل بعض المعتزله والروافض فقالوا ان الاجماع لیس بحجة لان کل واحدمنهم یحتمل ان یکون مخطئا فکذا الجمیع ﴾

ترجمہ: بعض معتزلہ، اور روافض (اہل تشیع) نے کہا ہے کہ اجماع حجت شرعیہ نہیں کیونکہ اجماع کرنے والے خطاء کار ہوسکتے ہیں انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی،، ملاجیون رحمہ اللہ کے اس قول سے واضح ہوگیا اہل سنت و جماعت کے نزدیک اجماع اپنی چاروں اقسام کے ساتھ حجت شرعیہ ہے مفید یقین وقطع ہے جبکہ معتزلہ اور رافضی سرے سے ہی اجماع کے منکر ہیں، کیونکہ ان کے مذہب پر کوئی بھی محفوظ عن الخطاء نہیں، سب خطاء کار ہیں۔ اب اس وجہ انکار کو تلاش کرنے میں کوئی خفا باقی نہیں رہا کہ سید صاحب نے زبدۃ کے اوراق میں اجماع کے انکار پر مورچہ بندی کیوں کررکھی ہے؟

صاحب منار نے فرمایا: ﴿وحکمه فی الاصل ان یثبت المراد به شرعا علی سبیل الیقین ﴾

ترجمہ: اجماع وضعی طور پر امور شرعیہ میں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے، یعنی اجماع صرف امور شرعیہ کے احکام میں یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے، یعنی جس قول یا فعل پر مجتہدین صالحین اتفاق رائے کرلیں وہ یقینی اور قطعی ہوجاتا ہے اس کا انکار اور اس سے انحراف گمراہی اور بے دینی ہے جیسا کہ ملاجیون علیہ الرحمہ کے قول: ﴿قد ضل بعض المعتزلة والروافض ،الخ﴾ سے معلوم ہو چکا ہے ، یقین اور قطعیت کا فائدہ دینے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی مخالفت کے تمام پہلو اور تمام احتمالات ناشی عن دلیل ہوں یا ناشی بلا دلیل ہوں کلیتاً ختم ہوجاتے ہیں،، اس نوعیت کے اجماع کا منکر کافر ہوگا اس اجماع کی مثال اجماع صحابہ ہے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سقیفہ بنی ساعدہ میں منعقد ہوا۔ اس کی توضیح میں علمائے اصول نے فرمایا: اجماع صحابہ سب سے قوی قسم ہے ﴿فالاقوی اجماع الصحابة نصاً ﴾ (حسامی)

سب سے طاقتور صحابہ کا نصی اجماع ہے محشی نے مثال دیتے ہوئے نقل فرمایا:

﴿ کاجماعهم علی خلافة ابی بکر لانه اجماع لا خلاف لاحد فی صحته لوجود عترة الرسول علیه السلام وعلیهم الرضوان فیهم ولوجود النص عن الکل فکان

مثل المحكم من النصوص والمتواتر﴾(حاشیه : ۱۲ : ص : ۱۲۱)

ترجمہ: جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہوا ہے اس لئے کہ اس کے صحیح ہونے میں کسی بھی مجتہد کا اختلاف نہیں کیونکہ اس اجماع میں رسول اللہ ﷺ کے اعزاء وقرابتدار موجود تھے (علیہم الرضوان) یہ اجماع نص محکم اور خبر متواتر کا حکم رکھتا ہے اسی لئے اس اجماع کے منکر کو کافر کہا گیا ہے اس اجماع کی کیفیت اور ہیت سے ثابت ہوا کہ بیعت کے وقت بنی ہاشم کے جملہ افراد وہاں موجود تھے جنہوں نے بزبان خود حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کو تسلیم کیا اور زبان سے اظہار اور اقرار بھی فرمایا جو حضرت عمر اور ابوعبیدہ بن الجراح نے صحابہ کے سامنے ﴿انت سیدنا و افضلنا﴾ کے الفاظ میں پیش کی تھی جس کی منظر کشی کرتے ہوئے اور اجماع کی کیفیت کو بھانپتے ہوئے شاہ عبدالعزیزی محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ایں کلمہ ایشاں را جمیع حاضران از مہاجرین وانصار انکار نہ کردہ بلکہ مسلم داشتہ بس خیرت وافضلیت ابوبکر نزد جمیع صحابہ مسلم الثبوت وقطعی بود﴾ (تحفہ اثنا عشریہ: ص: ۲۷۱)

یعنی تمام مہاجرین اور انصار صحابہ کا سن کر انکار نہ کرنا بلکہ تسلیم کرنا اجماع نصی ہے اس اجماع سے ثابت ہونے والا حکم (افضلیت) قطعی ہے،، اور یہ اجماع کا پہلا رکن ہے جس کا نام عزیمت ہے کہ تمام صحابہ نے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے قول ﴿انت سیدنا و افضلنا﴾ کو سنا اور اس پر اتفاق کیا۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿روایات صحیحہ اہل سنت ثابت است کہ سعد بن عبادہ ہم با ابوبکر بعد ازیں صحبت بیعت کرد، وحضرت امیر وحضرت زبیر نیز بیعت کردہ اند وعذر تخلف درروز اوّل بیان نمودہ، وشکایت آنکہ چرا بر مشورہ ما موقوف نداشتے برزبان آوردند ابوبکر در جواب آں شکایت پر خاموش انصار وعجلت آنہا دریں کار مذکور نمودہ حضرت امیر وحضرت زبیر ایں وجہ عجلت را پسندیدہ وقبول فرمودہ اند، چنانچہ در جمیع صحاح اہل سنت بشہرت وتواتر ثابت است﴾ (تحفہ اثنا عشریہ: ۲۷۱)

ترجمہ: اہل سنت سے مروی روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ اس مجلس (سقیفہ بنی ساعدہ) کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حضرت علی اور حضرت زبیر بن العوام

رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت کی ہے اور پہلے دن بیعت نہ کرنے کا عذر یہ بتایا گیا کہ خلافت کے معاملہ میں ان سے مشاورت نہیں کی گئی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے کہا یہ معاملہ عجلت میں طے ہوا ہے کیونکہ انصار نے خلافت کے معاملہ میں نزاع کھڑا کر دیا ہے،، حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے اس عذر کو قبول کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی،، یہ تفصیل اہل سنت کی صحاح میں موجود ہے،،

شاہ صاحب کی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس سے سید صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا پھر بھی وہ سنی ہیں غلط ثابت ہوا، شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ کی بیعت ثابت کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

اجماع نصی ہوا ہے

محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿لما قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر قال عمر بن الخطاب من له مثل هذا الثلاث ،ثانی اثنین اذهما فی الغار اذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا ،قال ثم بسط یده فبایعه وبایعه الناس بیعة حسنة جمیلة﴾

(الریاض النضرة :ج: ۱ :ص: ۲۳۵)

ترجمہ: جب انصار نے یہ کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے تو حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ کوئی ہے جو ان تین فضائل کا جامع ہو، ﴿ثانی اثنین اذهما فی الغار ،اذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا﴾ پھر آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور جناب صدیق اکبر کی بیعت کی پھر سب صحابہ نے بیعت کی جو بیعت حسنہ اور بیعت جمیلہ تھی،، توجہ طلب امر یہ ہے کہ جب انصار نے اپنے لئے امارت کا مطالبہ کیا اور تجویز یہ دی کہ ایک امیر مہاجرین میں سے منتخب کیا جائے اور ایک انصار میں سے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ﴿من له مثل هذه الثلاث﴾ کیوں فرمایا؟ اور یہ چیلنج کیوں دیا کہ

جس میں یہ خصوصیات موجود ہوں وہ آگے آئے اور منصب خلافت کا مطالبہ کرے، حضرت عمر کا یہ اعلان اور یہ پیغام صحابہ کی اس پوری جمعیت کیلئے تھا جو سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود تھے۔

حضرت عمر کے یہ الفاظ جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت انفرادی اور شخصی وجاہت آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن اور فروزاں تھی تمام صحابہ کے دل میں اتر گئے تمام صحابہ کیلئے ایسا ہونا ممکن نہ تھا کیوں کہ یہ اوصاف وفضائل اسی شخصیت کو منجانب اللہ ہبہ ہوئے تھے، جس نے شوق ہجرت میں کئی راتیں اور سب راحتیں درمحبوب کی چوکھٹ پر قربان کی تھیں، اور غار ثور کے بطن سے اٹھنے والے موت کے طوفان کو اپنے سینے میں روک لیا تھا، یہ تمغہء افضلیت اسی کو عطا ہوا تھا جس نے غار کے دہانے پر موت کے رقص کو دیکھ کر یہ یقین کرلیا تھا کہ اس کی موجودگی اور حاضری میں اس کے ایمان کی دولت اس کے دل کا سرور اور اس کی آنکھوں کا نور لٹ جانے والا ہے اس کو اپنی جان کے جانے کا غم ہے نہ فکر، غم محبوب اس کی جان کو کھائے جارہا ہے یہ لمحات ذات صدیق کیلئے جانکنی سے کم نہیں بطن غار جاں نثاری اور جاں بازی کی امتحان گاہ ہے کائنات محو تماشا ہے کہ صدیق کو فکر جاں ہے یا فکر محبوب؟ مگر رب کائنات نے ثانی اثنین اذھمافی الغار اذیقول لصاحبه لایحزن ان الله معنا ﴾ کی تفصیلات پر مبنی اپنا فیصلہ نازل فرما کر کائنات کو خبردار کردیا کہ صدیق کو فکر محبوب ہے فکر جاں نہیں یہی وہ الہامی اور آسمانی فضائل تھے جن کو تمام صحابہ کے سامنے بطور چیلنج پیش فرمایا، انصار ومہاجرین کی جمعیت پر سکتہ اور جمود طاری کردیا سقیفہ بنی ساعدہ مین جلالت شان کے علمبردار، عظمتوں کے پیکر، رفعتوں کے مجسمے ، رشد وہدایت کے مینار عشق وجانبازی کے خوگر، خیر وفضیلت کی داستانیں، بحر توحید کے شناور اسلام وقرآن کے ترجمان عظمت انسانی کے نشان موجود اور مصروف گفتار ہیں، دونوں طرف سے بیان فضائل اور توضیح دلائل کے انبار ہیں مگر ثانی اثنین اذھمافی الغار کی جلوتوں اور سطوتوں کو لوٹنے ولا صدیق کے سوا اور کوئی نہیں، فضیلت وہ جو رب فرمائے، دلیل وہ جو قرآن میں آئے، جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دلیل قطعی سے حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کو ثابت کیا اور تمام صحابہ نے تسلیم فرمایا، کسی طرف سے انکار اور مخالفت کی آواز نہ اٹھی اور ان ہی فضائل ثلثہ کی بنیاد پر سب صحابہ نے بیعت کی جس بیعت کو

محبّ الدین طبری نے بیعت حسنہ جمیلہ کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے یہ بیعت جو دلیل قطعی کی بناء پر معرض وجود میں آئی ہے بیعت حسنہ اور جمیلہ نہیں؟ ابوبکر صدیق کیلئے ان فضائل ثلثہ کا بطور چیلنج پیش کیا جانا اور اس کی نفی یا نقیض میں کسی دلیل یا کسی شخص کا مقابل نہ آنا اجماع صحابہ نہیں؟ اور عملی طور پر بیعت کر لینا اجماع کا رکن اعلیٰ عزیمت نہیں؟

آیہء مقدسہ ﴿ ثانی اثنین اذھما فی الغار ،الایہ ﴾ دلیل قطعی نہیں؟ اس آیہء کریمہ میں وہ فضائل ثلثہ بیان ہوئے ہیں جس کا لزوم فقط ذات صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے ہے کوئی فرد صحابی ان لوازمات فرد میں مشارک ہے نہ مساوی تو بحکم قرآن یہ ماننا پڑے گا کہ ان فضائل خاصہ لازمہ بینہ کے اعتبار سے دنیائے صحابیت کا کوئی فرد، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مساوی ہے نہ مماثل،، تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا لازمی ہوگا کہ ابوبکر صدیق ہی آسمان افضلیت کے وہ نیر تاباں ہین جس کی ضیاء پاشوں سے قیامت تک آنے والے کارواں سنیت منور ہوکر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہیں گے،،

محبّ الدیں طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت عامہ کے موقعہ پر مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما ہوکر فرمایا: ﴿وان اللہ قد جمع امر کم علی خیر کم صاحب رسول اللہ ﷺ وثانی اثنین اذھما فی الغار واولیٰ الناس باموركم فبايعوه فبايع الناس ابابكر بيعة العامة بعد بيعة السقيفة ﴾ (الرياض النضرة : ج: ١ : ص: ٢٤٠)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر خلافت کو ایک ایسے شخص پر متفق علیہ فرمادیا ہے جو تم سب سے بہتر ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا مخلص ساتھی، اور غار میں دو کا دوسرا تھا، وہ تمہارے معاملات (دینی ہوں یا دنیاوی) کو بہتر طور پر حل کرنا جانتا ہے پس تم ایسے شخص کی بیعت کرو، پھر سب لوگوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت کی، یہ بیعت عامہ تھی جو سقیفہ بنی ساعدہ کے بعد مسجد نبوی میں منعقد ہوئی تھی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جن دلائل قطعیہ کے ذریعے جناب صدیق اکبر کو تمام صحابہ سے افضل قرار دیا تھا، مسجد نبوی میں منگل کے روز جمیع صحابہ کے سامنے انہی دلائل کا اعادہ کیا ان دلائل کو سن کر تمام صحابہ نے بیعت کی کوئی فرد صحابی ان دلائل کا معارضہ یا انکار نہ کرسکا کیونکہ یہ

دلائل نصوص قرآنی ہوکر قطعیت کا حکم اٹل رکھتے ہیں۔

پھر ان نصوص کا محل ورود اور شان نزول زمینی اور کائناتی شہادت تھی ، حکم ہجرت اور سفر ہجرت کی لازوال اور صداقتوں بھری داستان کا ہر شخص گواہ اور عالم تھا انکار کرنا ممکن ہی نہ تھا اس لئے تمام صحابہ نے سر بہ تسلیم خم کیا یہاں یہ دہرانا ضروری ہوگا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی علت اور امور مرجحہ کیا ہیں؟ جن کا سامنا کوئی فرد صحابی نہ کرسکا ، خلافت کی علت اور امور داعیہ وہ ذاتی ، شخصی فضائل ہیں جن کو منطق و معقول کے لوگ خواص لازمہ بینہ کے نام سے ذکر کرتے ہیں ان خواص لازمہ بینہ کا کمال یہ ہے کہ یہ اپنے موصوف کا پیچھا قبر تک نہیں چھوڑتے ، اپنے موصوف کے ساتھ مماثلت ، مساوات اور شراکت فردی کو بالکل برداشت نہین کرتے اور نہ اپنے موصوف کو دیگر افراد کے ساتھ مشارکت کی اجازت دیتے ہیں ، جس فرد کو ان کی ارزانی میسر آجائے وہ فرد اخص اور جزی حقیقی کے حکم میں چلا جاتا ہے جس کیلئے الگ قانون اور ضابطہ ہے۔

جس طرح ادوار رسالت میں واقعہ ہجرت ، دیگر واقعات کی فہرست میں اخص اور جزی حقیقی ہے جس کی کوکھ سے اسلام اور ایمان کی تکمیل نے جنم لیا ، اسلام اور ایمان کے تشنۂ تکمیل پہلو مکمل ہوکر حرف آخر بنے ، اعتقاد و اعمال کے خوابیدہ گوشے بیدار ہوکر انوار وحی سے روشن اور منور ہوئے ، اسلام کی شیرازہ بندی نے عرب دنیا کو پھلانگ کر قیصر و کسریٰ اور اس کی ذیلی حکومتوں کو فتح کیا ، اسطرح اللہ کی زمین پر اللہ کا نور ، اور نبی کا دستور پھیل گیا ، اسی طرح اس واقعہ میں خلوص و محبت کی سوغات پانے والے ابوبکر اور یکتائی صدیق کے دریا قیامت تک بہتے رہیں گے ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت سے پہلے ان فضائل خاصہ لازمہ بینہ کا ذکر فرما کر یہ واضح کردیا کہ خلافت کے معاملہ میں ابوبکر صدیق کی نامزدگی اور ترجیح ان کی افضلیت کی بنیاد پر ہے ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا ، کہ آپ کی موجودگی میں مہاجرین نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کیوں کی؟ تو آپ نے فرمایا ان کو مجھ پر چار باتوں میں افضلیت حاصل ہے۔

(۱) سب سے پہلے انہوں نے اسلام ظاہر کیا

(۲) رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا میرا رفیق ہجرت کون ہوگا عرض کیا صدیق، وہ رفیق ہجرت ہیں۔

(۳) ہر شخص نے دعوی نبوت میں میری تکذیب کی مگر ابو بکر بلا تامل اور بدوں تردد مجھ پر ایمان لے آئے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے ان کو خیر الناس فرمایا ہے۔ (الریاض النضرۃ: ج:۱:ص:۲۱۰)

یہ حدیث اپنے الفاظ کے ساتھ پہلے آچکی ہے یہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو نماز میں امامت کا حکم دیا ہم موجود تھے غائب نہ تھے، تندرست تھے بیمار نہ تھے پس جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے دین کے بارے میں ہمارا امام بنانا پسند کیا ہم اس کو دنیا کے معاملہ میں اپنا امام بنانا پسند کیوں نہ کریں،، تو گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پانچ وجوہ کی بناء پر حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے سے افضل قرار دے کر تسلیم کیا ہے۔ نسائی کی روایت ہے کہ انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ وہ ابو بکر صدیق کو پیچھے کر کے خود آگے ہو جائے انصار نے کہا:

﴿ **نعوذ بالله ان نتقدم علی ابی بکر** ﴾ گویا حدیث امامت حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے نزدیک متفق علیہ ہے محدثین نے اس حدیث کو متواتر فرمایا ہے جو دلیل قطعی ہے،، آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کو یکجا کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ افضلیت ابو بکر دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جن کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن حکیم، احادیث، اور اجماع سے افضلیت ابو بکر صدیق ثابت ہے۔

آیات ہجرت نصوص قطعیہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما ہو کر انصار و مہاجرین صحابہ کے سامنے بیان کرنا ان کا انکار نہ کرنا، بلکہ بعد از تسلیم بیعت کر لینا اجماع صحابہ ہے جو دلیل قطعی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پانچ فضائل کا اعتراف واقرار کرنا حدیث مرفوع دلیل قطعی ہے۔

ان دلائل سے یہ بات پوری آب وتاب کے ساتھ واضح اور ثابت ہوگئی کہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت ظنی نہیں بلکہ قطعی ہے کیونکہ وہ دلائل قطعیہ کا مفاد ہے۔

(۲) یہ بھی نکھر کر سامنے آگیا کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر بھی اجماع ہوا ہے سیّد صاحب کا اجماع نصی اوراجماع سکوتی کا انکار کرنا غلط اور خلاف نقل ہے۔

سید صاحب کا یہ کہنا کہ: اگر اجماع نصی یا سکوتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ہو چکا ہوتا تو اجماع نصی کی صورت میں منکر کافر ہوتا،، (زبدۃ:۲۵۳)

جواباً کہا جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع صحابہ کا ہونا مسلمات میں سے ہے جمیع صحابہ نے بیعت کا عمل کر کے اجماع کی حقیقت کو مکمل اور رکن اجماع عزیمت پر مہر تکمیل ثبت فرمائی ہے اس لئے اس اجماع کا منکر کافر ہے اور اس پر جمیع علمائے اصول، اور جمیع فقہاء کرام کا اتفاق ہے۔ ملاجیون رحمہ اللہ نے فرمایا:﴿ان الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین والقطعیة فیکفر جاحده ﴾ (نور الانوار، بحث اجماع) امور شرعیہ میں واقع اجماع درحقیقت یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے اس لئے اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی، اس پر محشی نے ملا علی القاری رحمہ اللہ سے نقل فرمایا:﴿کذا عند مشائخ بخارا وبلخ حتی حکموا بکفر الروافض لانهم انکروا امامة ابی بکر الصدیق التی ثبت بالاجماع ﴾(حاشیه : ۱۰)

ترجمہ: مشائخ بلخ و بخارا کا بھی یہی مذہب ہے بلکہ وہ روافض کی بھی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کرتے ہیں جس کا ثبوت اجماع صحابہ سے ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا:﴿ان الشخص مادام یتمسک بالکتاب والسنة لا یکفر وان کان تاویله فاسدا ......فلو کان المجمع علیه من ضروریات الدین بحیث یعرفه الخاصه والعامة فیکفر جاحده ﴾(ایضاً)

ترجمہ: جو شخص قرآن وسنت اور ان کے فرمودہ احکامات سے وابستہ رہے گا، اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اگر چہ سلسلہ دلیل میں اس کی تاویل فاسد ہی کیوں نہ ہو، ہاں اگر مجمع علیہ (جس امر پر اجماع ہوا

ہے)امر ضروریات دین سے ہو ہر خاص وعام (عالم اور جاہل) اس کو جانتا پہچانتا ہو تو پھر اس کے انکار پر تکفیر کی جائے گی اور اگر مجمع علیہ امر ضروریات دین سے نہ ہو، اور اس کا منکر کسی تاویل فاسد کی بناء پر انکار کر رہا ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا کافر نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس امر کے شرعی اور قواعد شریعت کے تحت نہ ہونے کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کے حکم اور امتثال حکم کی پاسداری میں فاسد دلیل اور فاسد تاویل سے شک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ولذا قیل ان لزوم الکفر لیس بکفر والزام الکفر کفر ﴾ (ایضاً) اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر کسی بات سے آدمی پر کفر لازم آ رہا ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، جب تک کہ وہ اس کو درست تسلیم نہ کرے۔

تاویل باطل کی مثال

محشی نے نقل فرمایا: ﴿والروافض انکروا امامۃ ابی بکر الصدیق بتاویل باطل وھو ان علیا کرم اللہ بایعہ بالتقیۃ فلم یتحقق الاجماع فلذا لا یکفرون ﴾ (ایضاً)

ترجمہ: روافض نے ایک باطل تاویل کا سہارا لیا وہ تاویل یہ ہے کہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کی تھی ، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صمیم قلب اور خلوص اعتقاد کے ساتھ بیعت کی تھی ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جری ، بہادر ، اور دلیر انسان تھے تقیہ بزدلی ہے تقیہ کی نسبت حضرت حیدر کرار کی طرف کرنا ان کی کسر شان ہے۔ خلاصہء کلام یہ ہے اگر اجماع کسی ایسے امر پر ہوا جو ضروریات دین میں سے ہو، اور ہر خاص وعام کو علم ہو کہ یہ امر ضروریات دین میں سے ہے باطل تاویل کر کے اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

افضلیت کا منکر کافر کیوں نہیں؟

اسلام میں خلیفۃ المسلمین کیلئے اہل زماں سے افضل ہونا اجماع امت کے مطابق شرط ہے، جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کا فرمان شرح فقہ اکبر کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے تو خلیفہ کی افضلیت من جملہ

ضروریات دین سے ہے، لیکن یہ مسئلہ چونکہ علمائے متکلمین کا ہے وہی جانتے ہیں عوام الناس کو اس کا علم نہیں اس لئے اس کا منکر ضلال ہے کافر نہیں، اولاً تو یہ ثابت ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع نصی ہوا ہے جیسا کہ حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما نے سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام صحابہ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر صدیق کو مخاطب کر کے کہا:

﴿انت خیر نا و افضلنا﴾ صحابہ نے یہ سنا، انکار نہ کیا بلکہ ''مسلم داشتہ'' اس صورت حال پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے افضلیت ابوبکر صدیق کو قطعی کہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کو مخاطب کیا اور کہا ﴿من لہ مثل ھذا الثلاث، ثانی اثنین اذھما فی الغار ،اذیقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا ﴾ صحابہ کرام نے سنا تائید کرتے ہوئے بیعت کی جو بیعت حسنہ جمیلہ کے نام سے مشہور اور موسوم ہوئی۔

امام ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ تین ارشادات بھی نقل فرمائے ہیں ﴿ابوبکر سیدنا و خیر نا ،واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴾

ان تمام دلائل کو ترتیب دیکر اگر یہی تسلیم کرلیا جائے کہ اجماع سکوتی ہوا ہے پھر بھی یہ حجت قطعیہ ہے،، اور افضلیت قطعیہ کیلئے مفید ہے،، اجماع سکوتی اس لئے تسلیم ہوا کہ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہما کا قول افضلیت صحابہ نے سنا اور سکوت کیا انکار نہیں فرمایا۔

صاحب منار نے اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ثم الذین نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وھو المسمیٰ بالاجماع السکوتی ولایکفر جاحدہ وان کان من الادلة القطعیة ﴾

ترجمہ: پھر وہ اجماع جس میں بعض صحابہ نے ایک مسئلہ پر تکلم فرمایا اور باقی صحابہ خاموش رہے انکار کیا نہ تردید کی تو یہ اجماع سکوتی ہے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی باوجودیکہ ادلہ قطعیہ میں سے یہ بھی دلیل قطعی ہے۔

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود ابوالبرکات رحمہ اللہ کے قول سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر ایک صحابی کسی

امر پر اپنی رائے، اپنے فیصلے کا اظہار کرے بیان کرے دیگر صحابہ خاموش رہیں، انکار و تردید نہ کریں تو یہ اجماع ہوگا اور دلیل قطعی ہوگا، علمائے اصول کی دنیا میں اس کا نام اجماع سکوتی ہے،، اب آیئے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کے قول ﴿انت خیرنا و افضلنا ﴾

کی طرف ہر دو حضرات نے یہ الفاظ افضلیت صحابہ کے مجمع میں، سقیہ بنی ساعدہ میں علی الاعلان کہے سب نے سن کر قول افضلیت کو تسلیم کیا تو یہ اجماع سکوتی ہوا (علی سبیل التنز ل) اجماع سکوتی بھی دلیل قطعی ہے تو پھر بھی افضلیت ابو بکر صدیق دلیل قطعی سے ثابت ہوئی، جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف تحفہ اثنا عشریہ :۲۷۱، پر وضاحت فرمائی ہے سید صاحب کا یہ کہنا کہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہوا ہی نہیں نہ نصی نہ سکوتی،، غلط اور بے بنیاد ہے اور اسی طرح یہ کہنا کہ افضلیت کا عقیدہ محض اختیاری تھا، بھی غلط بے بنیاد اور خلاف نقل ہے یہ عقیدہ محض اختیاری نہیں بلکہ اجماعی ہے،،

واضح رہے کہ اجماع نصی کی مثال علمائے اصول نے خلافت ابو بکر صدیق پر اجماع صحابہ کی صورت میں پیش فرمائی ہے اجماع صحابہ آیہ قرآنیہ اور خبر متواتر کی طاقت اور حکم رکھتا ہے اسی لئے اس کے منکر کو کافر کہا گیا ہے۔ اور اجماع سکوتی قطعیت اور وجوب عمل میں متواتر کی طرح ہے۔

اصول الشاشی میں ہے ﴿ثم الاجماع بنص البعض وسکوت الباقین فھو بمنزلة المتواتر﴾ محشی نے توضیح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فی القطعیة ووجوب العمل به لکن لا یکفر جاحده لانه متفاوت عن الاول نظرا الی ان السکوت محتمل لالتباس الامر لعدم الیقین بالنفی و الاثبات ﴾

ترجمہ: وجوب عمل اور دلیل قطعی ہونے میں یہ خبر متواتر کی طرح ہے اس کے باوجود اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس اجماع سے جو امر ثابت ہو رہا ہے، ثبوت اور عدم ثبوت کے التباس کی وجہ سے اب وہ یقینی نہیں رہا، یعنی کسی امر کے ثبوت اور تحقق پر جب کچھ صحابہ نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا تو اس امر کا ثبوت اور وجود ان کے نزدیک یقینی اور حتمی ہے مگر جن صحابہ کرام نے سن کر تسلیم و رضا یا انکار

وتردد پر خاموشی اختیار کرلی اور اپنی رائے محفوظ رکھی ان کے نزدیک یہ امر یقینی ہے نہ حتمی کیونکہ وہ شک ویقین کی کیفیت میں سرگرداں ہیں، ان کے سکوت کی وجہ سے یہ اجماع سکوتی ہے اگر یہ اپنی زبان سے بذریعہ تکلم تائید کرتے تو یہ اجماع نصی ہوتا، اگر مخالفت کرتے تو یہ اجماع ہی نہ ہوتا، سن کر بدوں اقرار ہو یا انکار ضرور بولنا چاہیے تھا، مگر نہیں بولے جبکہ یہ بولنے کا مقام تھا، بولنے کے مقام پر نہ بولنا بولنا ہی ہوتا ہے کیونکہ ﴿السکوت فی معرض البیان بیان﴾ ہمہ گیر کلیہ ہے۔

لہذا ایسے مقام پر نہ بولنا اس حکم کی توثیق اور تاکید ہے جو حکم بعض صحابہ نے اپنی رائے سے ثابت اور واجب کیا ہے باقی صحابہ کی خاموشی نے اس حکم کی توثیق فرما کر اس کو دلیل قطعی بنایا اور واجب العمل قرار دیا ہے، دور صحابہ میں اس کی مثال موجود ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اکثر صحابہ کی رائے یہ تھی کہ مانعین زکوۃ سے جہاد وقتال کیا جائے لیکن بعض صحابہ خاموش تھے،، اگر اجماع سکوتی، قطعی اور واجب العمل نہ ہوتا تو مانعین زکوۃ کے خلاف ہرگز جہاد وقتال عمل میں نہ لایا جاتا،،

اجماع سکوتی کیلئے شرط یہ ہے کہ مدت تامل گزر جائے اور کوئی تردید سامنے نہ آئے تو دلیل قطعی اور واجب العمل ہو جائے گا، مدت تامل یعنی تردید کا وقت تین دن تک ہے اگر تین دن کے اندر تردیدی قول سامنے آجائے تو قول بعض اجماع ہے نہ دلیل قطعیت،، ملاجیون علیہ الرحمہ نے فرمایا: ﴿ای یتفق بعضهم علی قول او فعل وسکت الباقون منهم ولا یردون علیهم بعد مضی مدة التامل، وهی ثلثة ایام او مجلس العلم ویسمی هذا اجماعا سکوتیا وهو مقبول عندنا﴾

ترجمہ: کچھ مجتہد ایک بات یا فعل پر متفق ہو جائیں، اور باقی اہل مجلس خاموشی اختیار کریں، غور وتامل کی مدت بھی ختم ہو جائے جو صرف تین دن ہے اور مجلس علم کی طرف سے بعض اہل اجماع کے قول کی تردید نہ آئے تو یہ اجماع سکوتی ہوگا، جو احناف کے نزدیک مقبول ہے یعنی مفید قطعیت اور موجب عمل ہے کیونکہ قول بعض پر سکوت ہے اس کا انکار نہیں باجودیکہ قول بعض کی تائید یا تردید کیلئے تین دن کا عرصہ موجود تھا، یہ سکوت حکم کی توثیق اور تائید ہے، صاحب حسامی نے فرمایا:

﴿لان السکوت فی الدلالة علی التقریر دون النص﴾

باقی صحابہ کرام کا سکوت قول بعض کی توثیق وتائید نہیں بلکہ قول بعض سے جو حکم ثابت ہو رہا ہے اس کی تائید، توثیق اور تقریر ہے،، اب پھر پلٹ آیئے سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی کی طرف جہاں صحابہ کرام کے مجمع عام میں حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہما افضلیت ابو بکر صدیق پر ﴿انت خیرنا و افضلنا﴾ اور اکیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ﴿ثانی اثنین اذهما فی الغار ،اذیقول لصاحبه لایحزن ان الله معنا﴾

اور پھر ﴿من لـه هـذه الثلاثة﴾ سے جناب صدیق اکبر کی افضلیت پر استدلال فرمایا: اور پھر دو مرتبہ فرمایا، ایک بار سقیفہ بنی ساعدہ میں اور دوسری بار مسجد نبوی میں مگر ہر دو جگہ ان کے استدلال کو رد نہ کیا گیا باقی صحابہ نے سن کر سکوت فرمایا، تین دن تو در کنار، جناب صدیق اکبر کی زندگی کے آخری سانس تک افضلیت ابو بکر صدیق کے منافی کوئی قول سامنے نہ آیا، بلکہ جناب حیدر کرار اور دیگر بنو ہاشم نے بھی اسی افضلیت کا اقرار فرمایا جس کا اعلان سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد بنوی میں کیا جا چکا تھا، اس سارے عمل سے افضلیت ابو بکر صدیق پر اجماع سکوتی متحقق ہوا، جس نے قطعیت اور ایجاب عمل کا فائدہ دیا،، جس کو ملا جیون رحمہ اللہ نے ﴿وهـو مقبـول عـنـدنـا﴾ سے تعبیر فرمایا، کہ اجماع سکوتی احناف کے نزدیک دلیل قطعی ہے اور واجب العمل ہے اجماع سکوتی کا منکر کافر نہیں کیوں؟

ملا احمد جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ولایکفر جاحده وان کان من الادلة القطعية﴾

ترجمہ: اگر چہ اجماع سکوتی ادلہ قطعیہ سے ہے لیکن اس کے باوجود اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا،، محشی نے وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا: ﴿ولا یکفر جاحده بل یضلل جاحده لوجود خلاف الشافعی فیه : کما موجب العام قطعی عندنا ولا یکفر جاحده لخلاف الشافعی فیه فان موجب العام عنده ظنی﴾

ترجمہ: اجماع سکوتی کے منکر کو کافر نہیں بلکہ گمراہ کہا جائے گا اس لئے کہ اس کے حکم میں امام شافعی کا اختلاف ہے محشی نے مثال دیتے ہوئے فرمایا: جس طرح عام کا لفظ احاطہ افراد، اور استغراق حکم میں مفید قطعیت ہے اس کے بوجود اس کی کلیت، اور استغراق کے منکر کو احناف کافر نہیں کہتے، مگر امام شافعی

کے نزدیک لفظ عام کا اشتمال جمیع افراد کیلئے مفید قطعیت نہیں مفید ظن ہے اسی طرح ان کے نزدیک اجماع سکوتی مفید قطعیت نہیں مفید ظن ہے۔

خلاصہء کلام یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر صحابہ کا اجماع نصی تام ہے مفید قطعیت ہے اس کا منکر کافر ہے اور افضلیت ابوبکر صدیق پر بھی اجماع صحابہ ہے مفید قطعیت ہے حجت شرعیہ ہے مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اجماع سکوتی مفید قطعیت نہیں بلکہ مفید ظن ہے اس لئے اس اجماع کا منکر کافر نہیں۔

۲: خلیفہ کیلئے باجماع امت افضل ہونا شرط ہے مگر چونکہ یہ شرط اور یہ قید متکلمین اور فقہاء کا موضوع ہے عوام الناس کو اس کا علم نہیں اس لئے اس اجماع کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ اور مبتدع ہے لیکن محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا اس اجماع پر چونکہ اکثر امت ہے اور ان کا اجماع حجت قطعیہ ہے لہٰذا اس کے منکر کو کافر، بدعتی، اور گمراہ کہنا جائز ہے۔ (الصواعق المحرقہ:۵۹)

احناف کے نزدیک اجماع سکوتی دلیل قطعی ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے مگر امام شافعی کے نزدیک دلیل ظنی ہے دلیل قطعی نہیں چونکہ اس اجماع سکوتی کے حکم کے مقابل، ایک قول مخالف موجود ہے اس لئے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ گم گشتہ قرار دیا جائے گا، اور علمائے اصول نے جہاں بھی یہ کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اجماع سکوتی کو اجماع تسلیم نہیں کرتے اس سے مراد یہ ہے کہ اجماع سکوتی ان کے نزدیک ایسا اجماع نہیں جو مفید قطعیت ہو،، ہر قسم کے اجماع کے منکر معتزلہ اور روافض ہیں ملاحظہ ہو ملا احمد جیون کا فرمان ذی شان:

﴿وقدضل بعض المعتزلة والروافض فقالوا ان الاجماع ليس بحجة لان كل واحد منهم يحتمل ان يكون مخطأ﴾ (نورا لانوار)

ترجمہ: بعض معتزلہ اور روافض گم گشتہ راہ ہو گئے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ اجماع حجت شرعیہ نہیں کیونکہ اہل اجماع کا ہر فرد خطاء کار ہو سکتا ہے۔

سید صاحب اگر حنفی ہیں تو پھر ہر قسم کے اجماع کا انکار چہ معنی دارد؟ اجماع کا انکار کرنے والے تو معتزلہ اور روافض ہیں، اجماع سکوتی کے منکر کو کافر نہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ جو امر ضروریات دین سے ہو اور ہر خاص و عام کو اس کا علم ہو، ایسے امر کا انکار کفر ہے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فرمایا :

﴿فلو كان المجمع عليه من ضروريات الدين بحيث يعرفه الخاصة و العامة فيكفر جاحده﴾ (نور الانوار : ۸)

ترجمہ : وہ امر جس پر اجماع ہوا ہے اگر وہ ضروریات دین سے ہو اور اس قدر معروف و مشہور ہو کہ ہر خاص و عام (عالم، جاہل) اس سے واقف ہو تو پھر اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی ،، اس ضابطہ کی روشنی میں اجماع سکوتی کے منکر کو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ خلافت کی اہمیت، اس کا واجبات شرعیہ میں سے ہونا، خلیفہ کا اہل زمان سے افضل ہونا وغیرہ علم الکلام کے موضوعات ہیں جن تک رسائی عام اہل علم کو حاصل نہیں بلکہ ان کی معلومات رکھنے والا علماء کا ایک مخصوص طبقہ ہے جو خداداد علم و دانش کے ذریعے ان موضوعات کی گہرائیوں میں اتر کر عقیدہ کے پیچیدہ معاملات کی گتھیوں کو سلجھاتے ہیں چونکہ افضلیت اسلام میں خلافت کی بنیادی شرط اور لوازمات سے ہے جس تک رسائی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ،، اجماع سکوتی جو دلیل قطعیت ہے افضلیت ابوبکر صدیق کیلئے مفید ہے اگر کوئی اس کا انکار کرے تو وہ کافر نہیں بلکہ گم گشتہ راہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے اجماع سکوتی کا انکار نہیں کیا بلکہ حکم قطعیت میں اختلاف کیا ہے انکار کرنے والے معتزلہ اور روافض ہیں جیسا کہ ملا احمد جیون کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔ (و لله الحمد)

بفضل اللہ العظیم اجماع کے موضوع پر پہلی جلد میں بھی قدرے تفصیل آ چکی ہے مناسبت مقام کے حوالے سے ضروری معلومات کی فراہمی ہم پر لازم تھی جو اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے ،، اب ہم اجماع پر مزید بحث کئے بغیر رواں بسوئے مقصود ہوتے ہیں ،، اللہ ہی ہے توفیق رفیق عطا فرمانے والا ﴿جل جلاله وعم نواله﴾

امام حسن مجتبیٰ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما

سید صاحب نے ابن حزم اندلسی کی کتاب الفصل فی الملل: ج:۴: ص:۱۳۴، کے حوالے سے لکھا کہ:

﴿کان عمار بن یاسر والحسن بن علی یفضلان علی بن ابی طالب علی ابی بکر وعمر رضی الله عنهم﴾

ترجمہ: عمار بن یاسر اور حسن بن علی، جناب علی المرتضیٰ کو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر سے افضل سمجھتے تھے رضی اللہ عنہم۔

آگے تبصرہ میں لکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں خلیفہ راشد گزرے ہیں جن کا قول اور فعل باقی راشدین کی طرح شرع میں سند اور حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔

جواباً کہا جائے گا کہ: بحیثیت خلیفہ ان کے زمانے میں ان کی بات شرع میں سند اور حجت کی حیثیت رکھتی ہے لیکن جو خلفائے راشدین ان کے زمانہ اقدس سے پہلے گزرے ہیں ان کے متعلق ان کا قول اور فعل سند اور حجت کی حیثیت نہیں رکھتا؟ ان سے پہلے چار خلفائے راشدین ہو گزرے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ انہوں نے تو صحابہ کے مجمع عام میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بیان کی۔

۲: شیخین کی افضلیت نصوص قطعیہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت اور مسلمہ ہے۔

۳: ان کے والد گرامی سے مرفوع حدیث منقول ہے،، جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سماعت فرما کر روایت کی ہے جس کے آخری راوی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں، الفاظ حدیث یہ ہیں:

﴿ما طلعت شمس ولا غربت علی واحد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر﴾ (الریاض النضرة: ۱: ص: ۱۳۶)

یہ حدیث صریحاً دلالت کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء اور رسولوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق سے افضل کسی کو پیدا ہی نہیں کیا یہ حدیث بقول سید صاحب تمام احادیث کی سردار ہے۔ اور کتاب قابل چیلنج نہیں۔ (دیکھئے نعرۂ حیدری: ص: ۱۵، ۱۶)

۴: حضرت امام حسن اور حضرت عمار بن یاسر کی مذکورہ بالا روایت اگر صحیح ہو تو حدیث موقوف کہلائے گی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مرفوع ہے مرفوع کے مقابل حدیث موقوف مرجوح ہے سند اور حجت نہیں۔

۵: ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع صحابہ ہے جو دلیل قطعی ہے اگر ابن حزم کی روایت صحیح بھی مان لی جائے تو بھی یہ خبر واحد ہے اجماع صحابہ کے مقابل جس کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

۶: ابن حزم فرقہ ظاہریہ کا پیروکار ہے شریعت کی چوتھی دلیل (قیاس) کا منکر ہے اس کے غلط عقائد کی وجہ سے علمائے معاصرین نے اس کو رد کر دیا تھا۔ (ابن کثیر: ج:۱۲: ص:۹۸ پڑھیئے)

اس لئے ابن حزم اندلسی غیر معتبر اس کی کتاب بھی غیر معتبر ہے۔

۷: سید صاحب نے تحریر کیا کہ عمار بن یاسر سابقین اولین میں سے ہیں تو کیا حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سابقین اولین میں سے نہیں؟ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی فضیلت جنگ صفین میں شہادت ہے تو حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی شہید ہیں ان کی شہادت تو ایک اعلیٰ فرض کی ادائیگی میں اعلیٰ مقام پر ہوئی ہے۔

۸: سید صاحب کا یہ کہنا کہ ان دونوں حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ رکھنا اور تادم آخرین جناب مرتضیٰ کا ساتھ دینا اور ۳۷ھ میں جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمانا اس امر کی وضاحت کرتا ہے جناب مرتضیٰ کے نزدیک اگر یہ عقیدہ حد مفتری کو مستلزم ہوتا یا کم از کم قابل اعتراض ہوتا تو امام حسن رضی اللہ عنہ اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ انہیں تنبیہ کر دی جاتی کہ یہ عقیدہ قابل اعتراض ہے اس سے تائب ہو جانا ضروری ہے،، اس لئے غلط ہے کہ خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے ﴿ ابابکر و عمر افضل الامة ﴾ کہ بے شک ابوبکر اور عمر ساری امت سے افضل ہیں، اس میں تخصیص اور تنصیص ہے: جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی نسبت امام ذہبی نے فرمایا: ﴿وقد تواتر ذالک عنه فی خلافته و کرسی مملکته وبین الجم الغفیر من شیعته ثم بسط الاسناد الصحیحة فی ذالک قال ویقال رواه عن علی

نیف و ثمانون نفساً وعدد منهم ثم قال فقبح الله الرففضة ماجهلهم﴾

ترجمہ: جناب علی رضی اللہ عنہ کا افضلیت شیخین پر بیان بطریق تواتر مروی ہے اور یہ فرمان اس وقت سرزد ہوا جب آپ خلیفہ اور کرسی خلافت پر متمکن تھے، یہ بیان آپ نے اپنے متبعین کے جم غفیر کے سامنے جاری فرمایا، امام ذہبی نے اس قول پر بے شمار روایات صحیحہ سے استدلال بھی کیا ہے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ اسی سے زائد افراد اس قول کے راوی ہیں، ان میں سے ایک جماعت کو بھی نامزد کیا گیا ہے پھر فرمایا کہ اللہ رافضہ کا حال بدتر فرمائے وہ بہت ہی جاہل ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے شیخین کی ساری امت پر افضلیت کو اپنے کثیر تعداد لشکریوں کے سامنے بیان فرمایا، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی لشکری تھے تبھی تو جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے، یہ کیسے ممکن ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکری ہوں اور یہ فرمان سماعت نہ کریں اور نہ ان تک پہنچے خلیفہ کا فرمان تو بجلی کے جھٹکے اور کڑکے کی طرح پوری مملکت میں پھیل جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو امام ذہبی، اور ابن عساکر نے متواتر کہا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ﴿**ان ابابکر وعمر افضل الامة**﴾ مصدرہ بزبان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدیث متواتر ہے اور دوسری طرف ابن حزم اندلسی اور سید صاحب کی اپنی قیاس آرائیاں ہیں جن کی بنیاد خبر واحد ہے آیا اصول حدیث کے مطابق توازن اور تقابل کی صورت میں ترجیح کس کو حاصل ہوگی تو لامحالہ حدیث متواتر ارجح اور لائق عمل ہے خبر واحد مرجوح اور متروک ہوگی۔

۹: حضرت حسن کی خلافت کا وجود بعد کا ہے، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تقدم زمانی حاصل ہے، جب جناب علی المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں مملکت کی آخری حدوں تک یہ اعلان پہنچا دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ساری امت میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما افضل ہیں اور پھر سخت رویہ اپناتے ہوئے افضلیت شیخین پر مہر قطعیت لگاتے ہوئے فرمایا جو مجھے شیخین پر افضلیت دے گا وہ افتراء ساز ہے میں اس پر حد مفتری جاری کروں گا، محدث دار قطنی نے اس روایت کو نقل فرمایا ہے اور یہی روایت محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے الصواعق المحرقہ میں بھی نقل فرمائی ہے، اب دیکھیئے ایک طرف محدث دار قطنی

ہے جو دنیائے حدیث کا منجھا ہوا محدث اور درایت و روایت کے دقائق کا عالم ہے دوسری طرف ابن حزم اندلسی غیر معتبر شخص ہے جو روایات شاذہ کا خوشہ چین ہے، محدث دار قطنی اور محدث ابن حجر مکی رحمہما اللہ پر کسی بھی لحاظ سے قابل ترجیح نہیں،، یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے کہ جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ شیخین کو ساری امت سے افضل کہیں خلافت ومملکت کے درو دیوار سن لیں مگر ان کے فرزندِ ارجمند کو علم نہ ہو یا سن کر والد کے خلاف عقیدہ رکھیں یہ دور از دانش وفہم ہے ماننا پڑیگا کہ ابن حزم کی روایت شاذ اور از قسم احاد ہے۔ جو حدیث متواتر، اور حدیث صحیح کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ خیر البریہ ہیں؟

سید صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیر البریہ ہونے پر ابن عساکر کی تخریج کردہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ ﴿**کنا عند النبی ﷺ فاقبل علی فقال النبی ﷺ والذی نفسی بیدہ ان ھذا وشیعتہ لھم الفائزون یوم القیامۃ ونزلت ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریہ وکان اصحاب النبی ﷺ اذا اقبل علی قالوا جاء خیر البریۃ**﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس تھے کہ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنکلے تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہءقدرت میں میری جان ہے یہ شخص اور اس کی جماعت کے لوگ ہی قیامت میں کامیاب ہونے والے ہیں، اور یہ آیت نازل ہوئی، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کبھی علی المرتضیٰ ان کے سامنے آجاتے تو وہ کہتے ''سب مخلوق میں سے اچھا شخص آگیا''

درمنثور کے حوالے سے ابن عدی اور ابن عساکر کی تخریج کردہ حدیث ابی سعید سے مرفوعاً نقل کی کہ علی خیر البریہ ''علی رضی اللہ عنہ خیر البریہ ہیں'' (زبدۃ :ص:۲۵۷) سید صاحب نے جو ان احادیث سے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں سرکار دو عالم ﷺ کا جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سب مخلوق سے اچھا فرمانا ایک حجت قویہ شرعیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل فرمانا اس بات کا ثبوت ہے

کہ اس میں سرکار دو عالم ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ امت کا مجموعی عقیدہ ہے۔(زبدۃ: ص:ایضاً)

جواباً کہا جائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بے شک خیر البریہ ہیں مگر اپنے زمانے میں اور شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد اس کی دلیل حدیث پاک کے یہ الفاظ ہیں ﴿ان هذا وشيعته لهم الفائزون﴾ بے شک علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین ہی قیامت کے دن فوز وفلاح پانے والے ہیں،، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لفظ شیعہ کا استعمال موجود نہیں، لفظ شیعہ کا صحابہ کرام پر اطلاق ہے اور نہ کوئی صحابی اس کا منطوق و مدلول ہے لفظ شیعہ کی وضع اہل کوفہ کی ہے جس سے ان کی مراد خاص تھی قرآن حکیم میں جو لفظ شیعہ آیا ہے یہ تابعدار اور متبع فی الدین کے معنی میں ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شیعہ کا لفظ خاص وضع اور مخصوص افراد اور مخصوص اصطلاح میں ہونے لگا تھا، رسول اللہ ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کے دور کے متبعین کو اس لفظ سے موسوم فرما کر اس بات کی خبر دی ہے کہ خلافت کے تنازعہ میں جو لوگ آپ کی اتباع کریں گے قیامت کے دن وہی سرخرو ہوں گے اور وہی چھٹکارا پائیں گے، المختصر یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متبعین فی العمل والاعتقاد کو لغوی معنی میں شیعہ کہا گیا ہے، یہ لوگ صحابہ اور تابعین تھے، جن کو شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ ص:۴: پر شیعہ مخلصین کے نام سے ذکر فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی ہے کہ یہ مذہباً اور مسلکاً اہل تشیع نہ تھے بلکہ اہل سنت و جماعت کے مقتداء اور پیشواء تھے اس کی قدرے تفصیل جلد اول میں آچکی ہے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

۲: خیر البریہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے نہ استدلال کیا جا سکتا ہے کیونکہ آیہء کریمہ خود اس کی نفی کر رہی ہے ﴿ان الذين امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البرية﴾ آیہء مقدسہ میں مومنین مخلصین جو اعمال صالحہ کرتے ہیں ان کو خیر البریۃ کہا گیا ہے، ضمیر ھم برائے جمعیت اس پر قرینہ مقالیہ موجود ہے آیہء مقدسہ بصیغہائے جمع، قضیہ مہملہ کا فائدہ دے رہی ہے، جس میں کسی بھی مومن صالح کی نامزدگی ہے نہ تخصیص، اور نہ ہی کوئی قرینہ صارفہ موجود ہے جو اہمال کو حذف

کر کے جزئیت حقیقیہ کا عنوان اور مفہوم پیدا کرے، اگر چہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قافلہ ہائے خیر البریہ کے سالار اعظم ہیں، مگر الفاظ آیت تائید کرتے ہیں نہ توثیق،،

۳: آیہء مقدسہ کے معنی میں موجود عموم کو اخص کرنے کیلئے ادلہ قطعیہ میں سے کسی ایک دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے کیونکہ عام کی دلالت اپنے تمام افراد پر احاطہء اور استغراق کے لحاظ سے قطعی ہے، لہذا دلیل قطعی سے ہی عموم معنی کو اخص کیا جا سکتا ہے جبکہ ایسی کوئی دلیل قطعی دستیاب نہیں، لہذا افراد اخص پر عموم معنی رکھنے والے لفظ کا اطلاق درست نہ ہوگا،،

۴: ابن مردویہ کی حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے سے بھی ہمارے موقف یعنی عموم معنی کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ﴿من اکرم الخلق علی اللہ 'قال یا عائشة رضی اللہ عنھا اما تقرئین ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریہ﴾ (زبدة:۲۵۶) یہاں حضرت عاشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اکرم الخلق یعنی خیر البریہ کی تخصیص، تعیین اور انفرادیت کے متعلق پوچھا کہ وہ افراد کون کون سے ہیں، ان کو نامزد فرمائیے مگر رسول اللہ ﷺ نے عنوان خاص (ایمان، عمل صالح) کے حامل افراد پر مبنی جواب ارشاد فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ خیر البریہ سے مراد فرد اخص نہیں بلکہ ایمان لانے، اور عمل صالح کرنے والی جمعیت مراد ہے۔

۵: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مراد لیا جائے تو یہ اقتضاء النص ہے، جبکہ دلالۃ النص کے مطابق ہر مومن متقی خیر البریہ کے مفہوم میں موجود اور شامل ہے، دلالۃ النص کے عام معنی کو اقتضاء النص میں تبدیل کرنا محتاج ثبوت ہے اگر یہ دلیل دی جائے کہ پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے پیروکاروں کو فوز و فلاح سے ہمکنار کئے جانے کی بشارت دی اور ازاں بعد آیہء مقدسہ نازل ہوئی جسکا محل ورود اور شان نزول اگر چہ اخص ہے مگر حکم عام ہے، رہا یہ کہ صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ آنکلتے تو وہ آپ کو خیر البریہ کہتے اس کا مفہوم یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین وہ ہیں جن کی وجہ سے آیت خیر البریہ نازل ہوئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے

متبعین کو رسول اللہ ﷺ نے لهـم الفائزون یو م القیامة کی خوشخبری سنائی اور اللہ رب العزت نے انہیں خیر البریہ کا لقب عطا فرمایا، جو درحقیقت لهم الفائزون یو م القیامة کی علت اور سند ہے، اور یہ لقب سب کیلئے ہے جو اولئک هم خیر البریه کے مراجع اور مشارالیہ ہیں۔

٦: اگر خیر البریہ سے مراد صرف علی کرم اللہ وجہہ ہوں تو تعارض لازم آئے گا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نعتیہ اشعار کہے ان میں سب سے پہلا شعر خیر البریه اتقاها واعدلها بعد النبی سے شروع ہوتا ہے اور آخری شعر و کان حب رسول الله ﷺ قد علموا من البریة لم یعدل به رجلا ہے (زبدة: ٥١،٥٢)

یہ اشعار رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت کو اپنے دربارِ دُرّبار میں خود طلب فرما کر سماعت فرمائے جس سے یہ اشعار حدیث تقریری ہوئے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحابہ کے سامنے آنا اور ان کا خیر البریہ کہنا حدیث موقوف ہے اس پر حدیث تقریری جو حکماً اور معناً حدیث مرفوع ہے کو ترجیح حاصل ہے اور حدیث موقوف مرجوح ہوگی لیکن دونوں پر عمل کرنا بھی ممکن ہے وہ اسطرح کہ حضرت ابوبکر صدیق رسول اللہ ﷺ کے بعد علی الاطلاق خیر البریہ ہیں اور اس پر پہلے شعر کا پہلا حصہ دلالت کررہا ہے، خیر البریه اتقاها واعدلها بعد النبی،، اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں خیر البریہ ہیں۔

٧: قرآن وحدیث نے خیر البریہ کا انفرادی اور خصوصی حکم جناب علی المرتضیٰ کو عطا نہیں فرمایا اگر صحابہ کرام خیر البریہ کہتے ہیں تو ان کا قول دلیل قطعی نہیں دلیل ظنی ہے، جبکہ قرآن وحدیث کا حکم عام اور آیہءِ مقدسہ ''اولئک هم خیر البریه، اور لهم الفائزون یو م القیامة دلیل قطعی ہے،، پھر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیلئے خیر البریہ کا اطلاق علی الاطلاق قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے جبکہ جناب صدیق اکبر کیلئے خیر البریہ کا حکم علی الاطلاق ہے اور قطعی ہے۔

اگر سید صاحب اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کا عمل امت کا مجموعی عقیدہ ہے تو پھر:

و کان حب رسول الله ﷺ قد علموا

من البرية لم يعدل به رجلا

بھی امت کا مجموعی عقیدہ ہے حجت شرعیہ قویہ ہے کیونکہ اس مجموعی عقیدے پر قطعیت کی مہر ثبت ہے اور وہ مجموعی عقیدہ سید صاحب کی ذاتی سوچ کا نتیجہ ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

لہٰذا سید صاحب کا کہنا کہ یہاں کوئی تاویل ممکن نہیں ہوگی غیر مسلم ہے کیونکہ اگر تاویل نہ ہو تو حدیث مرفوع اور حدیث موقوف کے درمیان تعارض لازم آئے گا اور پھر قول صحابہ فرمان رسول اللہ ﷺ سے ٹکرائے گا جو حدیث ابی الدرداء میں ﴿ماطلعت شمس و لا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر﴾ (الریاض النضرة : ۱ : ص : ۱۳۶) اور پھر حضرت جابر کی حدیث سے ٹکرائے گا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے

﴿لا تقدموا علی ابی بکر احدا فانه افضلکم فی الدنیا و الاخرة﴾ (الریاض النضرة :۱۳۷)

حضرت انس کی حدیث سے ٹکرائے گا، خیر اصحابی ابوبکر (ایضاً) کیونکہ اضافت جمع مفید استغراق، مفید جنس ہے یہ تینوں احادیث صحیحہ اور مرفوعہ ہیں،، جبکہ قول، صحابہ، حدیث موقوف ہے۔

مقام علی المرتضیٰ، صدیق اکبر (رضی اللہ عنہما) کی نظر میں

محدث دار قطنی نے امام شعبی کے حوالے سے یہ اخراج کیا ہے کہ ﴿قال بینما ابوبکر جالس اذطلع علی فلما راہ قال من سرہ ان ینظر الی اعظم الناس منزلة واقربهم قرابة وافضلهم حالة واعظمهم حقا عند رسول الله ﷺ فلینظر الی هذا الطالع﴾

ترجمہ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ حضرت علی ادھر آنکلے جب انہوں نے انہیں (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو) دیکھا تو کہا جو آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ مقام والے، سب سے زیادہ قریبی سب سے افضل حال والے، سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں سب سے بڑے حقدار کو دیکھے وہ اس سامنے ہونے والے کو دیکھے،، سید صاحب نے اس پر جو تبصرہ کیا وہ درج ذیل ہے۔

دار قطنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو جو لفظاً حدیث موقوف ہے مگر حکماً حدیث

مرفوع ہے دیکھنے پر انسان جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بارے میں عقیدہ سے آشنا ہو جائے گا، اعظم الناس منزلة (سب سے بڑے رتبہ والا) کہنا افضلهم حالة کہنا علی المرتضٰی کی افضلیت کو پوری طرح واضح کرتا ہے اگر غیر ابوبکر صدیق کو جناب ابوبکر صدیق سے افضل سمجھنا سنیت سے خروج کے معنی دیتا ہے پھر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنیت بھی خطرے میں پڑ گئی ہوتی۔ (زبدة:۲۵۸)

سید صاحب نے دار قطنی کی مذکورہ حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب لوگوں سے افضل سمجھتے تھے۔

(۲) جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق سے افضل جانے، عقیدہ رکھے وہ سنی ہے سنیت سے خارج نہیں ہوتا۔ (۳) یہ حدیث لفظاً موقوف اور حکماً مرفوع ہے۔

بفضل اللہ تعالیٰ ہم ضمن وار اس کا جواب دیں گے، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے واضح رہے کہ سنی ہونے، سنی کہلوانے اور دائرہ سنیت میں رہنے کی پہچان کیا ہے؟ ملاحظہ ہو، حیث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختانين "(شرح فقهه اكبر : ۵ ۷)

ترجمہ: علمائے متکلمین رعلمائے احناف کے نزدیک اہل سنت و جماعت (سنی) میں سے ہونے کی نشانی یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل سمجھا جائے اور رسول اللہ ﷺ کے دامادوں سے محبت کی جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب کیا ہے؟ ﴿وفی المنتقى سئل ابو حنيفة عن مذهب اهل السنة والجماعة فقال ان نفضل الشيخين اى ابابكر وعمر ونحب الختانين اى عثمان وعليا. الخ﴾ (شرح فقهه اكبر : ۹۰)

ترجمہ: فتاویٰ المنتقی میں ہے کہ جناب امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہم شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل سمجھیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے دامادوں یعنی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے

محبت کریں، سنی ہونے اور سنیت کے دائرے میں رہنے کا فارمولا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، اور سنی مذہب کی پہچان اور حقیقت بھی واضح فرمائی،، امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اس توضیح سے معلوم ہوا کہ سنی ہونے، سنی کہلوانے اور دائرہ سنیت میں رہنے کا بنیادی، اور واضح اصول یہی ہے کہ شیخین کو تمام صحابہ پر تفضیل دی جائے، اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کی جائے۔

جس طرح سنی ہونے کی دلیل اور شناخت تفضیل شیخین ہے اسی طرح حنفی ہونے کا ثبوت اور علامت بھی تفضیل شیخین ہی ہے۔

جہاں تک شیخین، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے درمیان تفضیلی اور توصیفی کلمات کے تبادلے کا تعلق ہے۔ ہمارے لئے ایمانیات کا حصہ ہے مگر چونکہ ان کی بنیاد، کیفیت، اور ماحول سے نابلد ہیں، اس لئے تبصرہ کرنے کی اجازت نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو تعظیمی، توصیفی کلمات جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمائے وہ امنا وصدقنا ہے مگر ان کلمات کو بنیاد، یا حتمی دلیل قرار دیکر یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ قول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابل نصوص قطعیہ موجود ہیں، جن کا صدور، وجود اور محل ورود افضلیت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت جزو ایمان، اور سنی، حنفی ہونے کی دلیل اور شناخت ہے۔

سید صاحب نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کو حدیث موقوف تحریر کیا اور ساتھ ہی اضافی گرہ لگا دی کہ حکماً یہ قول مرفوع حدیث ہے قول صدیق رضی اللہ عنہ حدیث موقوف ہونے کی حد تک مسلم ہے مگر حکماً حدیث مرفوع ہونے کی حد تک قابل تسلیم نہیں، کیونکہ یہ قول کس وقت اور کس زمانے کی پیداوار ہے اس کی کوئی وضاحت نہیں اور اس پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں، حکماً حدیث مرفوع ہونے کیلئے ضروری ہے کہ صحابی کے قول یا فعل کی نسبت زمانہ نبوی کے ساتھ ہو،، جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿ان لم یضفه الی زمن النبی ﷺ فهو موقوف ،وان اضافه فالصحیح انه مرفوع﴾
(تدریب الراوی)

حضرت ابوبکرصدیق کے قول میں زمانہ نبوی کے ثبوت اور وجود پر کوئی دلیل موجود نہیں نہ دلیل مطابقی اور نہ دلیل تضمنی ،،لہذا قول صدیق رضی اللہ عنہ حدیث موقوف ہے اس کے مقابل آیہء کریمہ ﴿لایستوی منکم من انفق الایة﴾ موجود ہے اس قول کے مقابل حضرت ابی الدرداء کی مرفوع حدیث ﴿ماطلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر ﴾

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حسن حدیث ﴿ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول الله ﷺ ﴾ حضرت انس سے مروی حدیث مرفوع موجود ہے ﴿خیرا اصحابی ابوبکر﴾

(کلها من الریاض النضرة : ج:۱ :ص:۱۳۶،۱۳۷)

حضرت ابوبکرصدیق کا فرمان اپنی جگہ حق اور سچ ہے،سر موانحراف نہیں کیا جاتا مگر آپ کا قول مبارک حدیث موقوف ہے اور مذکورہ بالا احادیث صحیحہ مرفوعہ ہیں جو قابل ترجیح ہیں۔

پھر یہ الفاظ دوستانہ تعلقات،ادب واحترام اور باہمی بھائی چارے کی تعبیر بھی ہوسکتے ہیں۔

سید صاحب نے محبّ الدین طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: ﴿جاء ابوبکر وعلی یزوران قبر النبی (ﷺ) بعد وفاته ستة ایام ،قال علی لابی بکر ،تقدم یا خلیفة رسول الله (ﷺ) قال ابوبکر ماکنت لا تقدم رجلا سمعت رسول الله ﷺ یقول علی منی کمنزلتی من ربی ﴾

ترجمہ:حضرت نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ دن بعد ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ قبر حضور ﷺ کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے ،علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ آپ آگے ہوں،ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایسے آدمی سے آگے بڑھنے کا نہیں ہوں ،(جس کے بارے میں) سرکار دوعالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ میرے سامنے ویسے ہی ہے جیسا کہ میرا مرتبہ پروردگار کے سامنے ہے،

تبصرہ میں تحریر کیا کہ: ظاہر ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا مرتبہ بزم انبیاء میں یکتا و بے ہمتا ہے تو اس تشبیہ کا

مقصد یہ ہوگا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ صفوف صحابہ رضی اللہ عنہم میں یکتا و بے ہمتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد غالب حاجت نہیں رہتی،،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تشبیہ بھرا فرمان سر آنکھوں پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یکتا و بے ہمتا مقام مسلم ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کا کیا جواب اور کیا محمل ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں ﴿قال رأیت رسول الله ﷺ واقفا مع علی اذا قبل ابوبکر فصافحه النبی ﷺ وعانقه وقبل فاه ابی بکر فقال ﷺ یا ابا لحسن منزلة ابی بکر عندی کمنزلتی عند ربی خرجه الملاء فی سیرته﴾ (الریاض النضرة : ۱ :ص:۱۸۵)

ترجمہ: میں نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کھڑے دیکھا، اچانک حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) آگئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے مصافحہ فرمایا، گلے لگایا ابوبکر کے منہ کو بوسہ دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے ابوالحسن ابوبکر کا مقام میرے سامنے ایسے ہی ہے جس طرح میرا مرتبہ میرے پروردگار کے سامنے ہے،، سیرت نگاروں کی جماعت کثیرہ نے سیرت ابوبکر میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلی حدیث کے خود راوی ہیں، اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں نقل کرنے والے محب الدین طبری رحمہ اللہ ہیں، دونوں احادیث مرفوع ہیں، البتہ مضمون احادیث باہم متعارض اور متقابل ہے کسی ایک کو بھی ترک نہیں کیا جاسکتا، بیک وقت عمل بھی ناممکن ہے اس پیچیدہ صورت کو سلجھانے اور مشکل صورت حال سے نکلنے کیلئے تاویل ناگزیر ہے وہ تاویل یہی ہے کہ جہت صحابیت، جانثاری، اور خدمت گزاری کے لحاظ سے صفوف صحابہ میں میرے بعد صدیق اکبر کا مقام ہے وہی افضل الصحابہ ہے، اور جہت قرابتداری، اور تعلق ہاشمیت کے

لحاظ سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے نزدیک تمام بنو ہاشم اور قرابتداروں سے افضل ہیں اب کوئی متافاۃ ہے نہ تعارض ،، تشبیہات کے میدان میں افضلیت ابوبکر کو پھر بھی برتری ہی حاصل رہی ،،
☆ وَلِلّٰهِ الْحَمْد ☆

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول معارض کا جواب

سید صاحب نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ:۱:ص:۲۳۵،، سے یہ نقل کیا کہ:﴿عن عائشة رضی الله عنها قالت ثلاثه من الانصار لم یکن احد منهم یلحق فی الفضل کلهم من بنی عبد الله الاشهل ،سعد بن معاذ اسید بن حضیر ،وعبادبن بشر﴾
ترجمہ: تین انصاری تھے جن کے مرتبے کو کوئی بھی نہیں، پہنچ سکتا، اور وہ سارے بنی عبدالاشہل میں سے تھے، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر، عباد بن بشر،،
آگے تبصرہ کرتے ہوئے نقل کیا کہ سیدہ عائشہ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے اجماع مبین میں جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شریک نہیں، جبکہ آپ مجتہدہ ہیں، اگر اس پر اجماع ہوا ہوتا تو جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرور پتہ ہوتا، جبکہ آپ کا وصال، ۶۷ یا ۵۸ھ میں ہوا (زبدۃ:ص:۲۶۰)
بار بار پڑھ کر یہ حیرت ہوتی ہے کہ سید صاحب کے دل ودماغ میں یہ بات کیوں گھر کر گئی ہے کہ اجماع نہیں ہوا، اور یہ اس کی نوک قلم پر کیوں چھا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق افضل نہیں بلکہ حضرت علی المرتضیٰ افضل ہیں، کیونکہ افضلیت ابوبکر پر اجماع ہوا ہی نہیں،، اجماع کے منکر تو معتزلہ اور رافضی ہیں ،، سید صاحب تو اپنے آپ کو سنی لکھتے اور کہلواتے ہیں یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ مجتہدہ ہیں، اور اجتہاد اس امر میں ہوتا ہے جس کی توضیح اور صراحت قرآن وسنت میں نہ ہو، امارت وخلافت کا مسئلہ قرآن وسنت میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ جو بغیر امیر (خلیفہ) کی بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا،، اس لئے یہ وقت اجتہار کا نہیں اجماع کا ہے،،

۲: امارت وخلافت کا تعلق نسوانیت سے نہیں بلکہ مردان پاکباز سے ہے امارت وخلافت کے اہل اور مستحق مردان صاف گو، اور صاحب کردار ہیں، جنس نازک کی رائے لینا اور اس کا ہر لحہ باخبر یا بعلم رہنا ضروری نہیں، بالفرض اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو پتہ نہ ہو پھر بھی تو اجماع کیلئے نقصان اور ضرر کا باعث نہیں۔

بایں ہمہ مذکورہ بالا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل دو احادیث پیش کرتے ہیں جس سے واضح ہوجائے گا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا درجہ کیا ہے؟ ﴿اخرج البخاری فی تاریخه، والنسائی، والترمذی والحاکم عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال نعم الرجل ابوبکر، نعم الرجل عمر نعم الرجل ابوعبیده بن الجراح، نعم الرجل اسید بن حضیر، نعم الرجل ثابت بن قیس بن شماس، نعم الرجل معاذ بن جبل، نعم الرجل معاذ بن عمر بن الجموع نعم الرجل سهیل بن بیضاء﴾ (الصواعق المحرقه: ۷۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی تخریج امام بخاری نے اپنی تاریخ، نسائی، ترمذی، اور حاکم نے بھی کی ہے، رحمہم اللہ، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین مرد ابوبکر ہے، بہترین مرد عمر ہے بہترین مرد ابوعبیدہ ابن الجراح ہے، بہترین مرد اسید بن حضیر ہے، بہترین مرد ثابت بن قیس بن شماس ہے، بہترین مرد معاذ بن جبل ہے، بہترین مرد معاذ بن عمرو بن الجموع ہے، بہترین مرد سہیل بن بیضاء ہے۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا جسکو ابی یعلیٰ نے روایت کیا ہے: ﴿ارأف امتی بامتی ابوبکر، واشدهم فی الدین عمر، واصدقهم حیاء عثمان واقضاهم علی وافرضهم زیدبن ثابت واقرأهم ابی واعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل الا وان لکل امة امینا وامین هذه الامة ابوعبیده بن الجراح﴾ (ایضاً)

ترجمہ: میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہیں اور دینی معاملات میں سخت گیر عمر ہیں، شرم وحیاء میں سچے عثمان ہیں، اور میری امت کے سب سے بڑے قاضی علی المرتضیٰ ہیں علم الفرائض

کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں اور میری امت کے سب سے بڑے قاری ابی ہیں، حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں، سنو ہر امت کا ایک امین ہوا ہے اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں رسول اللہ ﷺ اپنے ہر صحابہ کے ظاہر اور باطن کو جانتے تھے، علمی اور تعلیمی معیار اور صلاحیت سے بھی پوری طرح باخبر تھے، ہر صحابی گفتار و کردار کے حوالے سے آپ کے حضور نمایاں اور منفرد تھا اس لئے آپ نے ان صحابہ کے انفرادی اور ذاتی خصائص اور فضائل کو آشکار فرمایا، آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے صادر ہونے والے ان فضائل وخصائص کو سب صحابہ جانتے تھے کسی صحابی کو در رسول ﷺ سے ملنے والی ہر فضیلت اور ہر اعزاز ہر صحابی کے ذہن وقلب میں نقش پائیدار کی طرح پیوست تھا، لیکن اس کے باوجود تمام صحابہ نے تاج افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین انصاری صحابہ کو جو فضیلت عطا فرمائی ہے وہ اسی نوعیت کی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بالا صحابہ کرام کو ایک ایک جامع فضیلت سے نوازا ہے جس کا وجود اور ثبوت پوری امت میں سے کسی فرد کیلئے نہیں یہاں اس بات کا ذہن میں رکھنا از حد ضروری ہے کہ آستان نبوت سے اعزاز پانے والے ان نفوس قدسیہ کے سالار اعظم جناب شیخین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں رسول اللہ ﷺ نے اعزاز اور فضیلت پانے والے خوش نصیبوں کی فہرست میں ان کو اول اور مقدم رکھا ہے آج اگر صف اول سے اٹھا کر آخری صفوف میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی تو نا قابل برداشت ہوگی،، حضرت جابر کی حدیث میں ہے ﴿ماطلعت الشمس علی احد منکم افضل منه واخرج الطبرانی وغیرہ ﴾ (الصواعق المحرقه :٦٨)

ترجمہ: تم میں سے کسی بھی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا، جو ابوبکر صدیق سے افضل ہو اس حدیث کی تخریج طبرانی وغیرہ محدثین نے کی ہے محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿وله شواهد من وجوه اخر تقتضی له بالصحه او الحسن وقد اشار ابن کثیر اله الحکم لصحته ﴾ (ایضاً)

ترجمہ: اس حدیث کی نسبت اور طریقے بھی شہادت دیتے ہیں جو اس کی صحت یا حسن ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔

محدث مذکور رحمہ اللہ نے حدیث ھذا کی فنی تحقیق کے حوالے سے واضح فرمایا ہے کہ الفاظ حدیث کی تائیداور توثیق اور طریقوں (اسناد) سے بھی ہوتی ہے جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن حافظ ابن کثیر عمادالدین نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے ایک طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تین انصاری صحابہ کے افضل ،صاحب فضیلت ہونے کا قول ہے اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی صحیح یا صحیح حسن حدیث موجود ہے جس میں تمام صحابہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل فرمایا گیا ہے ، بے شک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین اور تمام صحابہ سے اعلم ہیں مگر ان کا فرمان حدیث موقوف ہے اور اس کے مقابل رسول اللہ ﷺ کا فرمان حدیث صحیح اور حدیث حسن ہے ،اب ترجیح کس کو حاصل ہوگی ،ظاہر ہے حدیث صحیح یا حدیث حسن کو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا ایک جامع فرمان ہے جس میں تمام صحابہ سے علی الاطلاق افضلیت ابو بکر پر مہر تصدیق ثبت فرمائی گئی ہے،،

سید صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے استدلال کیا ہے کہ افضلیت ابو بکر صدیق پر اجماع نہیں ہوا، اگر اجماع ہوا ہوتا تو جنابہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ضرور پتہ ہوتا،،

(زبدۃ:ص:۲۶۰)

یہ طرز استدلال بے بنیاد، اور نفی ءاجماع کا قول غلط ہے، وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے نزدیک عورتوں میں سب سے افضل عائشہ اور مردوں میں (ابوھا) ان کے والد ابو بکر ہیں (رضی اللہ عنہما)

(۲) رسول اللہ ﷺ کا ابو بکر کیلئے نماز کی امامت کا حکم دینا۔

(۳) خوخہ ابو بکر کو چھوڑ کر تمام راستوں کی بندش کا حکم فرمانا حضرت عائشہ صدیقہ کے علم میں تھا جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو حق الیقین کی حد تک افضلیت ابو بکر کا علم تھا، ابو بکر صدیق کی لازوال مثالی خدمات، عقل وفہم کی دسترس سے بالا، علم ودانش کی سوچ سے وراء الوری محبت رسول کا آپ کو علم نہ ہو، یقیناً آپ کو علم تھا اور اس کی دلیل یہ حدیث مبارک ہے،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت

کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کی عدم موجودگی میں مصلیٰ امامت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور تکبیر تحریمہ کہی،، ﴿فسمع رسول الله ﷺ تکبیره فاطلع راسه مغضبا فقال این ابن ابی قحافه ﴾(الصواعق المحرقه : ۲۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے سماعت فرمائی، بحالت غصہ چادر سے اپنا چہرہ مبارک ظاہر فرمایا، اور پھر فرمایا ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟ معلوم ہوا مسجد نبوی میں تکبیر وقرأت کی آواز حجرہ شریفہ میں صاف اور بطریق ابلغ سنائی دیتی تھی، اگر سنائی نہ دیتی تو رسول اللہ ﷺ اپنا چہرہ انور بعد از سماعت ظاہر نہ فرماتے، اور غضبناک کیفیت میں جناب صدیق اکبر کی نسبت دریافت نہ فرماتے،، منگل کے روز رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین سے فراغت کے بعد مسجد نبوی میں بیعت عامہ کی غرض سے صحابہ کرام کا اجتماع ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نص قرآنی ﴿ثانی اثنین اذهما فی الغار ،اذیقول لصاحبه لاتحزن ان الله معنا ﴾ سے افضلیت ابوبکر پر استشہاد فرمایا، اور پھر اعلان فرمایا: ﴿من له مثل هذه الثلاث ﴾ ابوبکر کے علاوہ کوئی ہے جوان فضائل کا مالک ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چیلنج بھری اس تقریر کے بعد کوئی خلافت کا امیدوار، یا خلافت کا انکار سامنے نہ آیا تمام صحابہ نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی، جو بیعت حسنہ جمیلہ کا روپ دھار گئی،، اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کہیں، اور آواز حجرہ کے اندر پہنچ کر قلب مصطفےٰ ﷺ کو بے چین کر سکتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر جو مسجد نبوی میں افضلیت ابوبکر صدیق پر ہوئی ہے اس کی گرجدار آواز حجرۂ عائشہ میں نہیں جاسکتی اور وہ سماعت بھی نہیں کرسکتیں اور جنابہ عائشہ صدیقہ کو اتنا علم اور ادراک بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ اجتماع صحابہ میرے والد کی خلافت اور افضلیت پر اجماع ہے وہ یہ بھی محسوس نہیں کرسکتیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت زیر بحث ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر میرے والد گرامی رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے اور مہاجرین صحابہ کی نمائندگی میں مصروف ہیں افضلیت ابوبکر کا بیان اور خلافت ابوبکر کا اعلان ایک طوفان، اور ایک آندھی کی طرح مدینہ کے در و بام پر چھا گیا تھا، اور ہر مرد و زن اس سے باخبر باعلم تھا،،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں اجماع کا پتہ نہ تھا، صحابہ کا یہ اجماع ان کے حجرہ کے دروازے پر ہو رہا ہے حضرت عمر جیسے جہیر الصوت صحابی فضائل ابوبکر کو آیت قرآنی سے ثابت فرما رہے ہیں تمام صحابہ تسلیم و رضا کی تصویر بن کر بیعت کر رہے ہیں مگر حضرت عائشہ بے خبر اور لا پتہ ہیں؟ جہالت کی ظلمتوں میں ڈوبا ہوا شخص احمقوں کی دنیا کا باسی بھی اس حقیقت کا اعتراف اور اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ افضلیت ابوبکر پر اجماع ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی شیخین پر جو نوازشات کی برسات تھی ان کی عظمتوں اور شرافتوں کو جو چار چاند ارزاں ہوئے تھے، فضائل و خصائص کی جو طویل۔ لازوال اور بے مثال فہرست زبان رسالت سے جو جاری ہوئی تھی، شیخین کے صدق و محبت کے جو گلہائے عقیدت آستان نبوت پر نچھاور ہوئے تھے، شخص کیلئے سایہ کی مانند رہنے والے ابوبکر و عمر آج کیوں غائب ہیں؟ توحید کا مظہر، رسالت کا خوگر انوار وحی سے خفیہ بخت سینوں کو بیدار کرنے والے ہر کہ ومہ سے پیار کرنے والے رحمتوں کے مالک پست و خستہ حال انسانیت کو اوج کمال عطا کرنے والے ہر بندۂ مومن کے دل کی دھڑکن بننے والے چند لمحوں بعد آنکھوں سے اوجھل ہونے واے ہیں، ابوبکر و عمر اپنے محبوب یکتا کے سفر آخرت میں نیاز عقیدت لٹانے سے کیوں پس پردہ ہیں، نیاز مندی، اور عقیدت کے اس موقعہ پر ان کا کردار کیوں خاموش ہے روح ایمان (علیہ ﷺ) ان کی حاضری اور موجودگی کی منتظر ہے یہ رسم مہر و وفا کا دستور ہے نہ دنیائے عشق و محبت کا اصول کہ بلبل پھول کو پروانہ شمع کو اور صدیق اپنے رسول کو چھوڑ جائے، نگاہ محبوب اور رضائے حبیب کی قربان گاہ پر جان، مال اور اولاد کی قربانی دینے والے دہلیز محبت پر مٹنے والے صدیق جناب عمر کے ہمراہ کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ مگر انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونا اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بطور امیدوار سامنے لے آنا بھی معنی خیز اور زبان زد عام ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہر صحابی کے ہر فعل کا علم ہے ایام علالت میں رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کیلئے تحریر خلافت دینے کا اظہار فرمایا تھا ان تمام شواہد کی موجودگی میں یہ تصور کر لینا یا کہہ دینا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو افضلیت ابوبکر پر اجماع صحابہ کا علم نہیں، پتہ نہیں، خبر نہیں، اجماع ہوا ہی نہیں وغیرہ وغیرہ دن کو رات

کہنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟ بحث وتکرار نہیں ہوئی؟ جنگ وقتال تک نوبت نہیں پہنچی تھی؟ پوری تفصیل دیگر کتب کے علاوہ الریاض النضرۃ:۱:ص:۲۳۷،، پر موجود ہے،، لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بغیر شرائط خلافت کو پورا کرنے والا دوسرا کوئی شخص سامنے نہ آیا تو ابوبکر صدیق کو ان کی افضلیت کی شرط پر خلیفہ منتخب کرلیا گیا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کے عنوان میں پانچ خصوصی فضائل کو وجہء افضلیت اور وجہء خلافت تسلیم کیا جن کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اس کیلئے دیکھیئے :الریاض النضرۃ:ج:۱:ص۲۱۰"

سوال یہ ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس تشریف لائے تو اس وقت آپ صرف صدیق اکبر آئے تھے یا خلیفہء رسول اللہ کا تاج پہن کر آئے تھے، لوگ آپ کو کس لقب سے پکار رہے تھے؟ کیا صحابہ کی عوامی گفتگو بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی؟

نیز قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ ثلثہ من الانصار اور یہ جملہ ﴿لم یکن احدمنهم﴾ قابل توجہ ہیں، ﴿منهم﴾ ضمیر کا مرجع انصار ہیں، یہ انصار بھی علی الاطلاق مراد نہیں ورنہ قرآن وسنت اور اجماع کی مخالفت لازم آئے گی بلکہ مراد وہ انصار ہیں، جو بنی عبدالاشہل سے ہیں، معنی یہ ہے کہ بنی عبدالاشہل کے انصار میں سے ان تین انصار کے پائے کا کوئی نہیں، اس سے اجماع اور افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی کیسے ثابت ہوئی؟ سید صاحب نے تحریر کیا کہ اس پر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ جب کوئی کسی بھی صحابی کو افضل کہے اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی نفی لازم آتی ہو دور حاضر کے دانشور پر سکتہ طاری نہیں ہوتا ہے اور خاطر عاطر پر ہرگز یہ بات گراں نہیں گزرتی مگر جوں ہی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام لیا جائے آتش بداماں ہوجاتا ہے۔ (زبدۃ:۲۶۱)

جواباً کہا جائے گا کہ یہ الزام تراشی ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کے جو اوصاف، فضائل اور خصائص بیان ہوئے ہیں ان کا انکار کرنا دولت ایمان سے تہی دامن ہونے کی دلیل ہے بالخصوص خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی جو انفرادی اور امتیازی شان بیان ہوئی ہے

جو مدارج اور مراتب بتائے گئے ہیں ان میں کمی زیادتی کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے، تحفظ ایمان کیلئے خلفائے اربعہ کے درجات، اور فضائل کے حوالے سے قرآن وسنت اور عقیدہ سلف کی شاہراہ پر چلنا ناگزیر ہے اعتقادی قبلہ کی درستگی اور صحت کیلئے اسی سمت کا تعین کرنا ایک بنیادی تقاضا ہے جو اسلاف نے دقت نظر سے خلف کیلئے متعین فرمائی ہے اس کے خلاف کرنا، اس سے مخالف سمت چلنا قرآن وسنت کی پاسداری ہے نہ عقیدہ سلف کی تابعداری،، حب علی رضی اللہ عنہ اسی طرح جزو ایمان ہے جس طرح حب صدیق رضی اللہ عنہ علامت ایمان ہے،،

ہماری دعوت کا اصل موضوع یہی ہے کہ قرآن وسنت میں موجود دلائل اور توضیحات اسلاف پر اعتقادی عمارت استوار کی جائے،، قاضی ابوبکر باقلانی، عبدالکریم شہرستانی، ابن حزم اندلسی، کے خودساختہ اجماع، اور جمہور مخالف نظریات اور ابن عبدالبر اندلسی کی ''استذکار'' کو الہامات کے مقابل ترجیح نہ دی جائے،،

سید صاحب نے تحریر کیا کہ: ملاحظہ فرمایئے جناب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قبیلہ عبدالاشہل کے تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام لیا انہیں پوری امت سے افضل کہا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، بالفرض اگر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام آجاتا کئی گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی،، شور محشر برپا ہو جاتا الخ (زبدۃ:۲۶۱)

زبدۃ کی زہر فشاں یہ تحریر حقیقت کا منہ چڑا رہی ہے ایسا کوئی مسلمان ہے ہی نہیں جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام مبارک سے چڑ ہو، اور اس افضلیت کا منکر ہو جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے ان کو عطا فرمائی ہے، بقول سید صاحب اگر افضلیت ومفضولیت کا مسئلہ ضروریات دین سے نہیں جھگڑے کی بات نہیں تو اجماع، جمہور اور اسلاف کے مسلک کے خلاف، شاذ غیر معتبر اور اقوال احادہ سے چارصد صفحات پر مشتمل زبدۃ التحقیق لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے اجماع پر معارضہ

اوراس کا جواب

سید صاحب نے امام حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ:ج:۲:ص:۱۵۸)

سے ان کا قول نقل کیا: ﴿اما انه لاخیرھم واحبھم الی رسول اللہ ﷺ اخرجه احمد وبخاری﴾

ترجمہ: لیکن (زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ) وہ تو یقیناً سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل اور سب سے زیادہ محبوب ہیں، رسول اللہ ﷺ کو۔

تبصرہ میں کہا: امام ابن حجر عسقلانی نے بحوالہ امام احمد اور بخاری جناب زبیر ابن العوام کو سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں سب سے افضل کہا اور سب سے زیادہ پیارا کہا، اگر ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہوتا تو زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل اور سب سے زیادہ محبوب کیسے کہا جاتا؟

جواباً کہا جائے گا کہ امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے: ﴿اما البعدية فی الرتبة فيقال فيها الافضل بعد الانبياء ابوبکر وقد اطبق علی انه افضل الامة، حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابة والتابعین علی ذالک﴾

ترجمہ: بخاری کے باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ میں بعدیۃ سے مراد بعدیۃ رتبی بھی ہوسکتی ہے اس معنی کی بناء پر یہ کہا جائے گا کہ انبیاء کے بعد ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں اور ان کے افضل الامت ہونے پر سب کا اتفاق ہے امام شافعی اور دیگر آئمہ نے اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں،

اب ایک طرف افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اجماع کے نقل کرنے والے حضرت امام شافعی اور دیگر آئمہ رحمہم اللہ ہیں، اور دوسری طرف امام ابن حجر عسقلانی ہیں صحابہ اور تابعین کے اجماع کے مقابل امام عسقلانی یا کسی اور کے قول کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

☆ حضرت ابوالطفیل صحابی رضی اللہ عنہ کے قول سے معارضہ

اوراس کا جواب

سیدصاحب نے ابن حجر عسقلانی کی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ کے حوالے سے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ کا قول "نفی اجماع" پر نقل کیا کہ: ﴿عن ابی الطفیل قال ادرکت ثمان سنین عن حیاۃ النبی ﷺ قال ابوعمر ،کان یعترف بفضل ابی بکر وعمر لکنہ یقدم علیا﴾

ترجمہ: ابوالطفیل روایت کرتے ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم ﷺ کی ظاہری زندگی کے آٹھ سال پائے ابوعمر نے کہا ابوطفیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضل وشرف کے قائل تھے مگر وہ حضرت مرتضی رضی اللہ عنہ کوان سے افضل سمجھتے ۔(زبدۃ:۲۶۲)

تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اگر جناب ابوبکر صدیق کی افضلیت پر اجماع ہو گیا ہوتا اس اجماع کی مخالفت یہ صحابی ہوکر کیسے کرتے؟

جواباً کہا جائے گا کہ ابوالطفیل رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کی وفات ۱۰۲ھ میں ہوئی امام شافعی ر۔۔ اللہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی جس کا صاف اور سہل ترین مفہوم یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کے درمیان ۱۰۲، سال کا عرصہ موجود پایا گیا ہے۔ اگر ابوالطفیل رضی اللہ عنہ صحابہ اور تابعین کے اجماع کے خلاف ہوتے تو امام شافعی ،۲۰۴ھ، تک اجماع کا مسلسل ہونا بیان نہ فرماتے ،، کیونکہ اجماع میں یہ ضروری ہے کوئی ایک رائے بھی مخالفت میں نہ آئے ، اگر ابوالطفیل اجماع میں شریک نہ ہوتے ، انہیں علم نہ ہوتا تو یہ اجماع دور صحابہ سے گزر کر تابعین کے دور تک نہ پہنچتا "

ان کو تو توحید کے انوار، وحی کے آثار اور نبوت کے رموز واسرار صرف آٹھ سال تک دیکھنے کا موقعہ ملا ،مگر امام شافعی کے نور علم اور بصیرت افروز نگاہوں نے بنی ساعدہ کی حویلی سے پھوٹنے والی اجماع کی

تجلیات کا نظارہ ۲۰۴ھ تک کیا،، اس لئے ابو عمر کی روایت خبر احاد سے آگے نہیں بڑھ سکتی، یہ قابل ترجیح کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ اس کے مقابل اجماع صحابہ اور تابعین کی دلیل قطعی موجود ہے پھر حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کا عمل اجماع کے مخالف نہیں کیونکہ انہوں نے شیخین کی افضلیت کا انکار نہیں کیا بلکہ اعتراف کیا ہے اجماع کی نفی اس وقت ہوتی جب وہ شیخین کی فضیلت کا انکار کرتے اور کھلے بندوں یہ کہتے کہ شیخین سے جناب علی المرتضی افضل ہیں،،

ثالثاً: تقدیم دو قسم ہے

(۱) تقدیم بلحاظ شرف ونسبت و تعلق خاص

(۲) شرف بلحاظ خدمت اسلام اور مسلمین اور کثرت ثواب

شرف نسبت اور شرف نسبت و تعلق کے اعتبار سے جناب علی المرتضیٰ شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں ، اسلام، مومنین کی خدمت اور کثرت ثواب کی وجہ سے شیخین پوری امت سے افضل ہیں، اختلاف جہات کی بناء پر حضرت ابو الطفیل کا عمل درست تسلیم ہے، بہر حال ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کے عمل کو اجماع کی نفی میں بطور دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ امام المتقین ہیں تحقیق کے اجالے

میں سید صاحب نے ابن عساکر رحمہ اللہ کی کتاب تاریخ مدینہ دمشق: ۴۲: ص: ۳۷۰،، سے یہ نقل کیا ہے کہ ﴿قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مرحبا بسید المسلمین ، وامام المتقین﴾

ترجمہ: آنا تمہارا مبارک اے سارے مسلمانوں کے سردار اور سارے متقیوں کے امام۔

یہ حدیث مرفوع ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب مرتضی رضی اللہ عنہ کو تمام مسلمانوں کا سردار فرمانا جملہ امت محمدیہ میں افضلیت کی کافی دلیل نہیں ہے کیا؟ سب اتقیاء کا سردار فرمانا سب سے اکرم ہونیکی دلیل نہیں ہے کیا؟

جواباً کہا جائے گا کہ بے شک جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ سید المتقین ،اور امام المتقین ہیں لیکن اس

روایت سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے افضل الامت ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون﴾ (الزمر، ۳۳،۲۴)

وہ ذات جو سچ لیکر آئی، اور وہ شخص جس نے اس سچ کی تصدیق کی وہی متقین ہیں۔

سید صاحب نے تحریر کیا کہ: جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ شخص جو سچ لایا اس سے مراد سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات ہے، اور جس نے سچائی کی تصدیق کی اس سے مراد جناب صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ (زبدۃ:۸۹)

یہ قرآنی شہادت ہے کہ جاء بالصدق سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہے اور صدق بہ سے مراد جناب صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہ مراد اور یہ تفسیر جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمائی ہے اولئک هم المتقون بھی انہی دو ذوات سے متعلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند اور تصدیق جاری فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے ہاں یہ ہی ذات رسول اللہ ﷺ اور صدیق متقی ہیں، کیونکہ اس جملہ میں اولئک اسم اشارہ، هم ضمیر منفصل مبتداء اور المفلحون اس کی خبر ہے، اور جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر، مبتداء کیلئے حصر قصر اور اختصاص کا فائدہ دیتی ہے جس طرح اولئک هم المفلحون میں اولئک اور هم ضمیر کے مراجع کیلئے المفلحون میں پائی جانے والی فلاح کا ثبوت قصر اور اختصاص کی وجہ سے ثابت ہو رہا ہے،، سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿اولئک هم المفلحون وهذه الجملة لا تخلوا عن افادة الحصر كما لا يخفى﴾ ترجمہ: اولئک هم المفلحون کا جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے جس طرح اہل علم پر مخفی نہیں، وہ یوں کہ اولئک اسم اشارہ اور هم ضمیر یکے بعد دیگرے مقام ابتداء میں واقع ہو کر متقین کی طرف لوٹ رہی ہیں جن کے اوصاف پہلے بیان ہو چکے ہیں وہ اوصاف کیا ہیں؟ ان کا ایمان بالغیب ہے، نماز کے پابند ہیں، اللہ کے دیئے ہوئے رزق حلال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اور پھر اولئک هم المفلحون کے جملہ اور ضمیر کے ساتھ حصر کر دیا گیا ہے کہ یہی کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہونے والے ہیں، ان صفات کے

حامل لوگ ہی متقین ہیں اور یہی فوز وفلاح کے حقدار ہیں،، علامہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اولئک اور المفلحون کے درمیان ھم ضمیر کا آجانا قصر کیلئے بھی ہوسکتا ہے ﴿وضمیر الفصل اما للقصر اولمجرد تاکید النسبة﴾

ھم ضمیر مرفوع منفصل ہے،اس کا اولئک اور المفلحون کے درمیان آنا،قصر اور نسبت کی تاکید کیلئے بھی ہوسکتا ہے یعنی المفلحون کی جونسبت المفلحون کی طرف کی گئی ہے اس نسبت کی پختگی کیلئے بھی ہوسکتی ہے یعنی ان متقین کی فلاح یقینی اور حتمی ہے اس کے خلاف ہونا محال شرعی ہے،، پھر فرمایا اگر یہ ضمیر ''ھم'' قصر کا فائدہ دے تو پھر:

قصر اضافی کی تین اقسام مراد ہوسکتی ہیں،

(۱) قصر قلب، (۲) قصر تعیین، (۳) قصر افراد

قصر قلب کی صورت میں مخاطب کے ذہن میں یہ تھا کہ متقی اور غیر متقی سب کیلئے فلاح ہے اس جملہ، اور اس میں واقع ضمیر کے ذریعے اس کے خیال کو پلٹا کر فرمایا گیا کہ غیر متقین کیلئے فلاح نہیں فلاح صرف متقین کیلئے ہے،، قصر افراد اور قصر تعیین کی صورت میں یہ منفرد اور متعین کیا گیا ہے کہ فلاح صرف اور صرف متقین کا ہی مقدر اور نصیب ہے،،

یہی قواعد اور یہی ضوابط آیت ﴿والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک ھم المتقون﴾ پر بھی منطبق ہوتے ہیں اور وہی کلیہ یہاں بھی جاری ہوتا ہے ''اولئک'' اور ''المتقون'' کے درمیان ''ھم''، ضمیر منفصل کا آجانا حصر اور قصر کیلئے ہے ''المتقون کا حصر اور قصر ابتدائی اور حتمی طور پر ذات رسول ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے ہے، سید صاحب نے خود حضرت مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ثابت کیا اور تحریر بھی کیا ہے،، ثابت ہوا کہ بحکم آیہ مقدسہ اور بروایت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متقین صرف رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، اور ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سید المسلمین اور امام المتقین ہیں۔

قرآنی نص اور حدیث کے درمیان تعارض پیدا ہوگیا ہے اس لئے اس تعارض کو دور کرنا اور توافق پیدا

کرنا ضروری ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آیہء کریمہ میں تقویٰ سے مراد حقیقی تقویٰ ہے اور حدیث میں تقویٰ سے مراد اضافی تقوی ہے یعنی سب سے زیادہ متقی رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے اور ان کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متقی ہیں اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ متقی ہیں،، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی متقین لوگوں کے امام و پیشوا ہیں،، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ شعر کہا''

﴿خیر البریة اتقاها واعدلها بعد النبی واوفاها بما حملا﴾

اس کا ترجمہ سید صاحب نے یہ کیا ہے:۔ ساری مخلوق (بعد از نبی) سے وہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے،، یہ حدیث تقریری ہے، جو ثابت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے اتقی ہیں یہ معنی ہماری بیان کردہ توجیہ کی تائید اور توثیق ہے،،

ثالثاً: اس پر مستزاد یہ کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے پوچھ بھیجا کیا رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا تھا؟ تو آپ نے فرمایا ﴿والله الذی لا اله الا هو استخلفه لهو كان اتقی لِلّٰه﴾ (شرح فقه اکبر: ص: ۷۴)

ترجمہ: ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خلیفہ بنانا چاہا تھا کیونکہ آپ ہی اتقی لِلّٰہ تھے یعنی سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے معلوم ہوا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتقی تھے، یہ بھی ہمارے موقف اور ہماری تحریر کردہ توجیہ کی تائید مزید ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متقی ہیں امام المتقین ہیں، مگر جناب صدیق اکبر اتقی لِلّٰہ ہیں، اور اتقی لِلّٰہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا تھا،، مختصر یہ کہ صدیق اکبر نبی کریم ﷺ کے بعد اتقی ہیں، اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اتقی لِلّٰہ ہیں، ایسی صورت میں کوئی منافاۃ نہ رہی۔

رابعاً: ابن عساکر ۵۷۱ھ میں فوت ہوئے، تاریخ مدینہ دمشق پانچویں صدی ہجری کا کارنامہ ہے لیکن

راوی رراویوں کا نام لئے بغیر یہ لکھ دیا کہ قال رسول اللہ ﷺ، الحدیث اس طرز تحریر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث رفع حسن اور صحت کی صفات سے متصف ہے، حدیث مرفوع تب ہو سکتی ہے جب سلسلہ ءسند کا رفع رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو، جب اس کی سند کا اتہ پتہ ہی نہیں تو یہ حدیث مرفوع کیسے ہوگئی؟ صحیح مرفوع اور حسن ہونے کیلئے روایت کی نقل ضروری ہے۔

سید صاحب نے حدیث زیر بحث کو بدون نقل روایت کیسے کہہ دیا ہے؟

خامساً: متقین، متقی کی جمع ہے متقی اسم فاعل ہے زمانہ ءحال و مستقل سے وابستہ ہو کر معنی مصدری کے صدور و حدوث پر دلالت کرتا ہے حال پر دلالت کرنیکی وجہ سے حدوث اور صدور تو ہے مگر حتمی اور قطعی نہیں کیونکہ معنی مصدری کا اظہار ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا، ،مگر اتقی اسم تفضیل ہونیکی بناء پر دلالت کر رہا ہے کہ بے شک معنی مصدری (تقویٰ) دیگر افراد میں بھی موجود ہے مگر اس کیفیت اور اس درجہ کا نہیں پایا جا رہا جو اتقی کے مدلول اور مصداق میں پایا جا رہا ہے تو گویا اتقی اور متقی کے درمیان مفہوم اور مدلول کے لحاظ سے نسبت عام خاص مطلق پائی گئی ہے ہر اتقی متقی ہے۔

مگر ہر متقی اتقی نہیں متقی کلی ہے جو ہر فرد متقی پر اطلاق ہوتی ہے اور تمام متقی لوگ اس کے افراد خارجیہ اور نفس الامریہ ہیں ، ، افراد متحققہ فی الخارج یا نفس الامریہ پر متقی کا اطلاق کلی متواطی کے طور پر ہے جبکہ اتقی بصیغہ اسم تفصیل ،مخصوص معنویت اور مخصوص اطلاق کی وجہ سے جزی حقیقی ہے جو شرکت غیر کیلئے عقلاً اور خارجاً مانع ہے اس ضابطہ کی روشنی میں جناب صدیق اکبر اتقی ہیں ،اور جزی حقیقی ہیں آپ کی موجودگی میں دوسرا کوئی فرد اس وصف خاص میں آپ کا مشارک ہے نہ مماثل ، رسول اللہ ﷺ کے بعد پوری امت میں آپ ہی اتقی ہیں ، مندرجہ بالا اصول وقواعد کی روشنی میں متقی پر اتقی کا اطلاق نہیں ہو سکتا،

اندریں حالات اتقی پر متقی کا اطلاق اور متقی کو اتقی کے معنی میں تبدیل کرنا غلط اور خلاف قواعد ہے یعنی امام المتقین کو امام الاتقیاء پر حمل کرنا اور اس سے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی اور اجماع کے انکار پر استدلال کرنا اور بھی غلط ہے۔

سید صاحب نے مزید لکھا یہاں سب اتقیاء سے اتقی ہونا کسی حدیث یا آیت سے استنباط نہیں کیا گیا بلکہ سرکار دو عالم ﷺ نے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو مخاطب فرما کر صراحت فرمائی کہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سب اتقیاء کا سردار ہو کر اکرم الامت ہیں۔ (زبدۃ: ص: ۲۶۴)

جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اتقی اور اکرم الامت ہیں مگر اپنے زمانے میں،،

اہل سنت و جماعت کے نزدیک ترتیب افضلیت ترتیب خلافت پر ہے،، امام عبد الشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اجماع امت سے دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام جمع ہوئے اور سب نے بالاتفاق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کیا اور کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت صدیق اکبر کے خلیفہ بنانے سے ہوئی اس پر بھی کسی نے انکار نہیں کیا، پھر خلافت حضر عثمان غنی ،اور خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہما اجماع امت سے ہوئی ،، (تمہید ابو شکور سالمی: ص: ۳۵۱، ۳۵۲، فرید بکسٹال لاہور)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: چاروں صحابہ کرام کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے دیکھی جاسکتی ہے اور اس فضیلت سے ثواب کی زیادتی بھی پائی جاتی ہے،، (تکمیل الایمان :ص: ۱۵۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

امام ابو الحسن الاشعری رحمہ اللہ کے حوالے سے محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿ان تفضیل ابی بکر ثم عمر علی بقیۃ الامۃ قطعی ﴾(الصواعق المحرقہ :۵۷)

ترجمہ: بے شک ابو بکر، پھر عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے۔

امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا:

﴿اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم علی، الخ ﴾(رضی الله عنهم)

ترجمہ: اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل البشر ابو بکر صدیق ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

اور کمال الدین محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿فضل الصحابة الاربعة علی حسب ترتیبهم فی الخلافة﴾(المسائرة : ۲۵۷)

ترجمہ: خلفائے اربعہ کی افضلیت ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے عقیدۃ الطحاویہ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ:

﴿ان ترتیب الخلفاء الراشدین فی الفضیلة کترتیبهم فی الخلافة﴾(شرح فقہ اکبر : ۸۲)

ترجمہ: خلفائے راشدین کی ترتیب افضلیت، ترتیب خلافت کی طرح ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا:

﴿والصحیح ماعلیه جمهور اهل السنة وهو الظاهر من قول ابی حنیفة علی ما رتبة هنا وفق مراتب الخلافة﴾(شرح فقه اکبر : ۷۵، مطبع سعیدی کراچی)

ترجمہ: صحیح مذہب وہی ہے جو جمہور اہل سنت کا ہے، اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین کی افضلیت ترتیب خلافت پر ہے۔

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ثابت اور واضح ہوا کہ افضلیت کا معیار ترتیب خلافت ہے اور ترتیب خلافت پر اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت ہے، اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی افضل البشر ہیں، رہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سب اتقیاء کا سردار ہونا اور اکرم الامت ہونا تو محقق ابن الہمام رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿ولما اجمعوا علی تقدیم علی بعد هم دل علی انه کان افضل من بحضرته و کان منهم الزبیر وطلحة فثبت انه کان افضل الخلق بعد الثلاثة هذا﴾(المسائرة : ۲۵۹)

ترجمہ: اور جب اس بات پر اجماع ہو گیا کہ حضرت علی المرتضیٰ خلفائے ثلثہ کے بعد افضل ہیں تو اس سے اس بات پر بھی دلالت پائی گئی کہ آپ اپنے زمانے کے سب لوگوں سے افضل تھے، جن میں حضرت زبیر بن العوام، حضرت طلحہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، پس ثابت ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ

افضل ہیں مگر خلفائے ثلثہ کے بعد آپ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے علی الاطلاق افضل ہیں، سید صاحب کا آپ کو تمام اتقیاء کا سردار کہنا اور اکرم الامت کہنا اجماع صحابہ، اجماع اہل سنت کے خلاف ہے، ہرگز قابل پذیرائی نہیں،، کیونکہ خلفائے ثلثہ کی افضلیت ادلہ سمعیہ سے ثابت ہے۔

کمال الدین محمد بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿وثبت افضلية الثلاثة عليه بادلة السمع﴾ (المسامرہ: ۲۵۹)

ترجمہ: یہ بات ثابت ہوگئی کہ جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلثہ کے بعد تمام اہل زمان سے افضل ہیں، خلفائے ثلثہ سے افضل نہیں کیونکہ خلفائے ثلثہ (ابوبکر، عمر، عثمان، رضی اللہ عنہم) کی افضلیت دلائل شرعیہ سماعیہ سے ثابت ہے۔

سید صاحب کا من مانی تاویلات کر کے جناب علی المرتضٰی کو اکرم الامت قرار دینا دلائل سمعیہ کے انکار کے مترادف ہے۔

علی رضی اللہ عنہ خیر البریۃ ہیں؟ جو نہ مانے وہ کافر ہے، تحقیق کی کسوٹی پر

سید صاحب نے بحوالہ در منثور یہ حدیث نقل کی ہے: ﴿عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی الخیر البریۃ﴾

ترجمہ: ابوسعیدی خدری رضی اللہ عنہ (جو افاضل صحابہ میں سے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ علی سب مخلوق سے (باستثنائے انبیاء افضل ہیں تبصرہ میں لکھا کہ یہ حدیث مرفوع ہے یہ کسی صحابی مکرم کی ذاتی رائے نہیں۔ (زبدۃ: ۲۶۴)

جواباً کہا جائے گا کہ اس کے مقابل اس حدیث کا کیا جواب ہوگا جس کے راوی امام جعفر صادق، امام باقر، امام علی زین العابدین، امام حسین، اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم ہیں،،

اور نعرۂ حیدری کے ؛ص: ۱۶، کے مطابق وہ حدیث تمام حدیثوں کی سردار بتائی گئی ہے اور نعرۂ حیدری ۱۵، کے مطابق وہ کتاب مستند اور معتمد بہ ہے جس میں وہ حدیث مذکور اور منقول ہے،، ملاحظہ ہو وہ

حدیث: ﴿ماطلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من

ابی بکر ﴾(الریاض النضرة : ۱ :ص:۱۳۶)

ترجمہ:انبیاءاورمرسلین کے بعدسورج کی آنکھ نے نہ چڑھتے دیکھااور نہ ڈوبتے کسی ایک شخص کو جو ابوبکرصدیق سے افضل ہو،

معلوم ہوا کہ کائنات ارضی اور سلسلہء آدمیت میں اللہ تعالیٰ نے ابوبکرصدیق سے افضل کس کو پیدا ہی نہیں کیا، بقول سید صاحب یہ حدیث سب حدیثوں کی سردار ہے کیونکہ اس کے راوی حضرت امام زین العابدین ہیں جو اپنے والد گرامی کے واسطے سے جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ،اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں ۔یہ حدیث مرفوع ہے ،تمام احادیث کی سردار ہے کتاب بھی مستند ہے تو دونوں احادیث متعارض ہوئیں ،مگر بعدوالی حدیث ارجح ہوگی کیونکہ یہ سب حدیثوں کی سردار ہے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث مرجوح ہوگی ، پھر بھی نتیجہ یہ نکلا کہ تاریخ انسانی میں ازاول تا آخر جناب ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ ہی خیرالبریۃ ثابت ہوئے ہیں۔

سید صاحب نے اختلافی موقف دربارۂ اجماع برافضلیت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو کہ ایک حدیث مرفوع ہے،

(۱)﴿عن ابی حذیفة بن یمان قال سمعت النبی ﷺ یقول علی خیر البشر من ابی فقد کفر﴾

حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔

(۲)﴿علی خیر البشر ،من ابی فقد کفر﴾

ترجمہ:علی رضی اللہ عنہ خیرالبشر ہیں جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

(۳)﴿عن جابر علی خیر البشر لا یشک فیه الا منافق﴾

علی رضی اللہ عنہ خیرالبشر ہیں اس میں منافق کے سوا کوئی شک نہیں کرتا۔

(۴) ﴿عن جابر قال سئل عن علی فقال ذالک خیر البریة لا یبغضه الا کافر﴾
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ باستثنائے انبیاء علیہم السلام سب مخلوق سے افضل ہیں ،اس حقیقت کو کافر کے سوا کوئی ناپسند نہیں کرتا، (زبدۃ:۲۶۵)

مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ضروریات دین میں سے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید، رسالت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد ضروریات دین میں سے ہیں اسی طرح جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت بھی ضروریات دین میں سے ہو کر فرض ہے اسی لئے اس کا منکر کافر ہے،، اگر ان روایات کو درست اور صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا، جس میں فرمایا گیا ہے کہ ﴿بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الاالله و ان محمد ا عبد ه ورسوله واقام الصلوه وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان متفق علیه﴾
ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے کلمہ شہادت ''اشهد ان لا اله الاالله واشهد ان محمد عبده ورسوله"
(۲) نماز کا قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا
ضروریات دین میں تو افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کوئی عنوان ہے نہ باب، پھر اس کا منکر کافر کیسے ہو گیا؟

خوارج علی الاعلان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کافر کہا کرتے تھے سید صاحب نے خود خوارج کے عقائد (۱) میں لکھا ہے کہ جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کافر کہنے پر ان کا اتفاق تھا۔ (زبدۃ:۳۳)
لیکن فقہاء نے ان کو کافر نہیں کہا اہل اہوا کہا ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے، خود سید صاحب نے تحریر کیا ہے کہ جن اہل اہوا کے پیچھے نماز پڑھنے کو شاہ عبد العزیز نے جائز قرار دیا ہے وہ اہل اہوا اہل قبلہ ہیں جن کے عقائد اہل سنت والے نہیں ہیں، اور وہ جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج، معطلہ، اور مشبہ ہیں۔ (زبدۃ؛۱۴۳)

خوارج تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق کافر کہتے ہیں وہ مسلمان (اہل قبلہ) ہیں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے، تو جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیر البشر خیر البریہ نہ مانے وہ کافر کیسے ہوگیا، خیر البشر، خیر البریہ نہ ماننا کافر کہنے سے زیادہ وزنی اور زیادہ برا تو نہیں، کافر کہنے میں تمام اوصاف، تمام فضائل، تمام خصائص جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں۔ ان کا انکار اور ان کی نفی ہے جبکہ خیر البشر، خیر البریہ نہ ماننے میں صرف ایک فضیلت کی نفی ہے، اور پھر یہ افضلیت ہے بھی ظنی، یہ افضلیت قطعی اس وقت ہوگی جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلثہ کے بعد اپنے زمانے کا خیر البشر مانا جائے اور اگر خلفائے ثلثہ کی افضلیت کو پھلانگ کر علی الاطلاق خیر البشر اور خیر البریہ کہا جائے اور جو نہ کہے اس پر کفر کا حکم نافذ کر دیا جائے تو یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ یہ عقیدہ ہی اسلاف کے عقیدے کے خلاف ہے اور یہ بدعت ہے، اور بدعت کا منکر کافر کیسے ہوگیا؟ یہ قول کلیتاً اجماع صحابہ، اجماع اہل سنت کے خلاف ہے لہٰذا ان کو صحت کا ہرگز مقام نہیں دیا جا سکتا ان کو احادیث مرفوعہ کہنا فرامین قرآن اور ارشادات نبویہ سے نابلد ہونے کی دلیل ہے اور یہ ثابت کرنا محال ہے کہ ظنی یا غیر ضروری امور کے انکار پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی امتی کو کافر کہا ہو، اہل قبلہ جن کی فہرست زبدۃ ص: ۱۴۳، پر نقل ہو چکی ہے، ان کی تکفیر کا مسئلہ فقہاء اور متکلمین کا ہے جو بہت بعد کی پیداوار ہے، سید صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ بعض اہل علم نے ان پر کلام کیا ہے (ص: ۲۶۵) جس سے ان کا موضوع اور منکر ہونا واضح ہو جاتا ہے ابن عساکر نے مفہوم مخالف کے طور پر نقل کیا ہے لہٰذا یہ اقوال دلیل ہیں نہ حجت پھر یہ مسلمہ اصول ہے نقل کفر کفر نہ باشد تو ان روایات کے ناقلین پر ایرا، غیرا حکم کیسے چسپاں کیا جا سکتا ہے؟

☆فتفکر و تدبر☆

☆افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں☆

سید صاحب نے اسد الغابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

﴿عن ابن بریدہ عن ابیہ قال ! خدیجہ اول من اسلم مع رسول اللہ ﷺ ثم علی

،وقال ابو ذرو المقداد، خباب و جابر ابو سعيد الخدری و غیرھم ان علیاً اول من اسلم بعد خدیجة وفضله هوء لآء علی غیره﴾

ترجمہ: ابن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں پھر علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور ابوذر اور مقداد اور خباب اور جابر اور ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہم) نے کہا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے جنابہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اور ان لوگوں نے انہیں (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو دوسرے صحابہ کرام اور افراد امت سے افضل سمجھا۔

تبصرہ میں لکھا کہ اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس روایت میں علامہ ابن عبدالبر تنہا اور متفرد ہیں غلط ہے اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا اس میں تفرد ابن عبدالبر کی تاویل رکیک ہے

جواباً تحریر ہے کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبری ایمان لائیں، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آزاد بالغ اور خود مختار مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے، افضلیت کا تعلق کثرت ثواب سے ہے اور کثرت ثواب فضل جزائی ہے، اور فضل جزائی کا تعلق حسن اسلام سے ہے حسن اسلام، کثرت ثواب کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک سے ہے کیونکہ فضل کرنا، افضلیت عطا فرمانا اسی کی مرضی اور اسی کے دست کرم میں ہے،، کمال الدین محقق ابن الہمام نے فرمایا:

﴿اذحقیقة الفضل ماهو فضل عندالله تعالیٰ وذالک لا یطلع علیه الا رسول الله ﷺ﴾(المسائرة: ص: ۲۵۷)

ترجمہ: درحقیقت فضیلت اس فضل کا نام ہے جو اللہ کے ہاں مقدر ہے، رسول اللہ ﷺ کے بغیر اللہ کسی کو اس پر مطلع نہیں فرماتا۔

ابن عبدالبر اندلسی نے نقل کیا: ﴿واما التعیین فیهم وتفضیل بعضهم علی بعض، فهذ الا یصح فی نظر ولا اعتبار ولا یحیط بذالک الا الواحد القهار المطلع علی النیات

الحافظ للاعمال ﴾

ترجمہ: نگران میں تعیین کرنا، اور بعض پر افضلیت دینا یہ نظر اور اعتبار میں صحیح نہیں، اس کو سوائے واحد، اور قہار کے اور کوئی بھی احاطہ نہیں کر سکتا، وہی جو نیتوں سے آگاہ ہے اعمال کا محافظ ہے،،

(زبدۃ:۱۸۰،۱۸۱)

ہر دو تحریرات سے ثابت ہوا کہ فضیلت، وافضلیت کا تعلق ذات باری تعالیٰ سے ہے وہی جانتا ہے کیوں کہ فضیلت اور افضلیت نیک نیتی اور اعمال صالحہ کا اثر مرتب ہے بندے کی نیت اور عمل صالح کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جب یہ بات ثابت اور متحقق ہوگئی کہ فضیلت وافضلیت کا علم اللہ اور اس کا رسول علیہ ہی جانتے ہیں، اللہ ذاتی طور پر جانتا ہے اور رسول اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جانتے ہیں تو ابوذر، مقداد، خباب، جابر، اور ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہم کو کیسے علم ہوگیا کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لانے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق اور بقیہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لائے اور اس کی وجہ سے افضل ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سائل کے پوچھنے پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کا حوالہ کیوں دیا؟ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر کی شہادت ہے جو سب سے سچی اور سب پر حاوی ہے ،،حضرت حسان بن ثابت نے فرمایا:

﴿والثانی التالی المحمود مشهده..........واول الناس منهم صدق الرسل ﴾

ترجمہ: دوسرا ہے گنتی میں جس کی شہادت پسندیدہ یا جس کی حاضری نماز میں پسندیدہ ہے اور سب لوگوں سے پہلے رسول یا سارے رسولوں کی تصدیق کی۔ (زبدۃ:۵۲)

سید صاحب نے ان اشعار کو حدیث تقریری کہا ہے (زبدۃ:۵۲)

رسول اللہ علیہ نے حضرت حسان کو بلوا کر یہ اشعار خود سماعت فرمائے، اس طرح ان اشعار کی اضافت رسول اللہ علیہ کے زمانہء اقدس سے ہونے کی بنا پر یہ اشعار حکماً حدیث مرفوع ہوئے حدیث تقریری اور حدیث مرفوع سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اول المسلمین ہونا ثابت

ہوا، حضرت جابر حضرت مقداد حضرت خباب حضرت ابوسعید الخذری وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کا قول دربارۂ افضلیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حدیث موقوف کے زمرہ میں آتا ہے اور دوسری طرف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار حدیث تقریری اور حدیث مرفوع کے حکم میں ہیں، جن کو بہرصورت حضرت جابر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہم کے قول پر ترجیح حاصل ہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر تمام صحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت نہ ہوسکی۔

حدیث موقوف مفید ظن ہے جبکہ حدیث تقریری اور حدیث مرفرع مفید قطع ویقین ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ان الظن لا یغنی من الحق شیئا﴾ حضرت جابر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہم کا کلیہ یہ تھا،

حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے جو پہلے اسلام لایا وہ سب سے افضل ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، جبکہ حدیث تقریری اور حدیث مرفوع سے یہ ثابت ہو چکا کہ اول المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہی افضل ہیں۔

(۳) محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿فان قلت ینافی ماقد مته من الاجماع علی افضلیة ابی بکر ،قول ابن عبد البر ان السلف اختلفوا فی تفضیل ابی بکر وعلی رضی الله عنهماوقوله ایضاً قبل ذالک ،روی عن سلمان وابی والمداد، وخباب وجابر وابی سعید الخدری وزید بن ارقم ،ان علیا اول من اسلم وفضله هوء لاء علی غیره﴾

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ نے (محدث ابن حجر مکی) نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع کا ہونا نقل فرمایا ہے جبکہ ابن عبد البر نے تحریر کیا ہے کہ اسلاف نے ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے اور اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابی سعید خدری، زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ وہ سب

سے پہلے ایمان لائے تھے، محدث رحمہ اللہ نے یہ عبارت سوال کے طور پر نقل فرمائی ہے۔

قلت سے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں: ﴿قلت اما ما حکاه اولا من ان السلف اختلفوا فی تفضیلهما فهو شیء غریب ،انفرد عن غیره ممن هو اجل منه حفظا واطلاعا فلا یعول علیه فکیف والحاکی لاجماع الصحابة والتابعین علی تفضیل ابی بکر و عمر وتقدیمها علی سائر الصحابة جماعة من اکابر الائمة منهم الشافعی رضی الله عنه کما حکاه عنه البهیقی وغیره﴾

ترجمہ: ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ اسلاف نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے ایک عجیب بات ہے (انہونی بات ہے) ابن عبدالبر کی یہ ذاتی رائے ہے، قابل اعتبار نہیں، کیونکہ حفظ وعلم میں اس سے بھی بڑے بڑے لوگ ہوگزرے ہیں کسی نے بھی یہ رائے نہیں دی ،ابن عبدالبر کی یہ رائے کیسے درست ہوسکتی ہے جبکہ اس کے مقابل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر آئمہ نے افضلیت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل فرمایا ہے اور تمام صحابہ پر شیخین کو افضلیت دی گئی ہے۔ پھر فرمایا: ﴿فیجاب عنه بان الائمة انما اعرضوا عن هذه المقالة لشذوذها ذهابا الی ان شذوذ المخالف لا یقدح فیه اوراء واانهاحادثه بعد انعقاد الاجماع فکانت فی حیز الطرح والرد﴾ (الصواعق المحرقه : ۵۸)

ترجمہ: دوسرا جواب یہ ہے کہ آئمہ عظام نے اس قول کے شاذ ہونیکی وجہ سے اعراض کیا اور فرمایا یہ اس کی ذاتی اور انفرادی سوچ کی پیداوار ہے اجماع صحابہ وتابعین کے بعد کی ایجاد ہے جو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے،،

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے بڑے بڑے آئمہ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے اس اجماع کو بیان کیا ہے امام بیہقی نے بھی اس اجماع کی تائید اور توثیق کی ہے ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ پہلے اسلام لائے لہٰذا وہ سب سے افضل ہیں مردود اور غیر معتبر ہے۔

شیخ محقق الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الغرض علمائے اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو افضلیت حاصل ہے،، آگے فرمایا: ابن عبد البر کا کلام مقبول اور معتبر نہیں، کیونکہ یہ شاذ روایت ہے جو جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ، جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے،، (تکمیل الایمان،۱۶۳، مکتبہ نبویہ لاہور)

شیخ محقق رحمہ اللہ کے فرمان سے بھی واضح ہوا کہ ابن عبد البر کا قول غیر مقبول اور غیر معتبر ہے کیونکہ شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے، ابن عبد البر کا قول اس کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا، سید صاحب کا ابن عبد البر کے شاذ، غیر بالقبول اور غیر معتبر قول کو تلقی بالقبول کا سہارا دیکر حجت قرار دینا خطائے فحش ہے، جب اس کا تصادم صحابہ اور تابعین کے اجماع کے ساتھ ہے،، جمہور آئمہ عظام اور معتبران اہل سنت نے اس کو رد کر دیا ہے، تو تلقی بالقول کہاں سے آ گیا،،

سید صاحب نے لکھا کہ اب اجماع نصی وسکوتی کی تفصیلات ختم ہو رہی ہیں۔ پھر امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص رازی کی کتاب الفصول فی الاصول، جلد۲، ص:۱۳۶،، سے یہ اقتباس نقل کیا کہ:

﴿اذااختلف الجماعتان اللتان وصفهما ما ذكرنا فى حكم الحادثة انكر بعضهم على بعض ما قالوا ولم ينكره لم ينعقد باحدى الجماعتين اجماع اذا لم يكن يثبت ضلال الفريقين عند نا وهذالاخلاف فيه﴾

ترجمہ: جس وقت ایسی جماعتوں کا باہم اختلاف ہو جائے جن کے اوصاف ہم نے کسی حادثہ کا حکم بیان کرنے میں ذکر کئے ہیں، (اہل ضلالت کے موافق ہونے کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ حق صحت اجماع میں شرط ہے اور وہ اجماع جو اللہ تعالیٰ کی حجت ہے وہ تو صرف اہل حق کا اجماع ہے جن کا فسق اور گمراہی ثابت نہ ہو)

ایک دوسرے کے قول کی تردید کریں یا نہ کریں تو ایک جماعت کے قول پر اجماع منعقد نہیں ہوگا جس وقت تک دونوں جماعتوں میں سے ایک کا گمراہ ہونا ثابت نہ ہو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں،،

(زبدۃ:۲۶۷)

اجماع کی بحث کے آخیر میں مندرجہ بالا اقتباس لانے کا مقصد معلوم نہیں کہ سید صاحب یہ عبارت کیوں لائے ہیں؟ جبکہ صریحاً یہ عبارت ان کے موقف کے خلاف اور جمہور آئمہ امت اور تمام اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمان اور موید ہے،،، عبارت مذکورہ بالا میں دو جماعتوں کا ذکر ہے جو کسی امر حادث کے حکم میں متفق نہ ہوں ایک دوسرے کے قول کی تردید کرتی ہوں تو اجماع منعقد نہیں ہوگا ،، کیونکہ اجماع اتفاق رائے کا نام ہے جو یہاں نہیں پایا گیا، ہاں ایک جماعت کا قول اور اتفاق اجماع اس صورت کہلائے گا جب دوسری جماعت کا اہل ضلالت ہونا ثابت ہو جائے،،

تبصرہ میں تحریر کیا ہے کہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یا حدیث تقریری ملتی ہیں جو اخبار واحدہ ہیں یا ظنی الدلالۃ یا متعارض ہیں۔(زبدۃ:۲۶۷) یہ تبصرہ اور تجزیہ بالکل غلط اور حقیقت کے برعکس ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر جو تحریری مواد زبدۃ کی ضخامت بڑھانے میں کام آیا وہ شاذ، ضعیف اور

اخبار آحاد ہیں ہم نے بفضل اللہ العظیم تحقیق کے ترازو میں تول کران کو بے وزن کیا ہے سید صاحب کا یہ کہنا کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر حضرت عبداللہ بن عمر کا یکا قول یا حدیث تقریری اور چند دوسری حدیثیں ملتی ہیں جو اخبار واحدہ یا ظنی الدلالۃ یا متعارض ہیں بالکل غلط ہے افضلیت ابوبکر صدیق پر آیات قرآنیہ، احادیث مرفوعہ، احادیث صحیحہ حسنہ اور اجماع صحابہ، اور اجماع اہل سنت (جمہور) موجود ہے جس کو مقام کے تقاضے کے مطابق ہم بحوالہ نقل کرتے آئے ہیں۔

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایک سو چودہ احادیث اور گیارہ آیات قرآنیہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نقل فرمائی ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قول کہا جبکہ یہ حدیث مرفوع لفظاً اور معناً متواتر ہے۔

اس کی پوری تفصیل پہلی جلد میں آچکی ہے بار بار بحوالہ اور بدلیل نقل ہو چکا ہے کہ افضلیت ابوبکر پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، جب اجماع ہے تو افضلیت ظنی ہوئی یا قطعی؟ ظنی کہنا اجماع کے انکار کو مستلزم ہے سید صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق سے افضلیت کو سلب کرنے کیلئے متعلقہ اور غیر متعلقہ

کسی قول اور کسی روایت کونہیں چھوڑا یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس کا قائل کس مذہب کا پیروکار ہے، مگر بفضل اللہ العظیم تحقیق کے دائرے میں رہ کر اس کا جواب دیا گیا ہے۔

سید صاحب نے پھر لکھا کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر، ۲۰، حوالہ جات از قسم احادیث مرفوعہ واقوال صحابہ گزشتہ صفحات میں پیش کئے جا چکے ہیں اس اختلاف کے ہوتے ہوئے اجماع کے منعقد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کیونکہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعویدار تھوڑے ہیں، اور جناب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے دعویدار زیادہ ہیں اور دلائل بھی کثیر از قسم احادیث مرفوعہ ہیں۔

سید صاحب کے عجیب تبصرہ کا رد بلیغ

سبحان اللہ کیا عجیب موازنہ، اور مفاضلہ بیان ہوا ہے سید صاحب کو معلوم نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت سرکار گولڑوی رحمہما اللہ نے سورہ حدید کی آیت نمبر ۱۰، سے شیخین کی افضلیت کو ثابت فرمایا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ﴿والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون﴾ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ثابت فرمایا دیگر آیات بینات سے محدث ابن حجر مکی، مفسرین اور آئمہ نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر استدلال فرمایا احادیث صحیحہ مرفوعہ ببانگ دہل افضلیت ابوبکر پر اعلان فرمانے والی کا معتدبہ ذخیرہ نقل ہو چکا ہے صرف ملاحظہ اور مطالعہ کی ضرورت ہے، افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع موجود ہے اہل سنت کا اجماع ہے ان منقولہ حقائق سے صرف نظر کرنا اور درخور اعتناء نہ سمجھنا کوئی آسان بات ہے؟

قاری اور ناظر خود فیصلہ کرلے گا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر پیش آمدہ مواد قطعی اور حتمی ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر پیش کیا جانے والا ثبوت مفید ظن اور مرجوح ہے۔

ہمیں اس بات سے تعجب ہوا کہ سید صاحب سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کو اٹھا کر مسئلہ افضلیت میں لے آئے ہیں، جبکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلے کا فیصلہ طرفین

کے نظریات اور دلائل پر موقوف نہیں اس مفاضلہ کا فیصلہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں سقیفہ بنی ساعدہ اور مسجد نبوی میں مجمع صحابہ میں ہو چکا جبکہ آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور بیعت کی گئی اس کا فیصلہ اسیوقت ہو گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ﴿لا لالا یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر﴾ اور پھر جس وقت ﴿مروا ابابکر فلیصل بالناس﴾ فرمایا تھا۔ سید صاحب اجماع کے نہ ہونے کا فیصلہ آج اور روایات شاذہ، غیر معتبرہ، غیر مقبولہ کی روشنی میں کرر ہے ہیں۔ رازی رحمہ اللہ کے منقولہ اقتباس کی روشنی میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ افضلیت کے قائلین اہل ضلالت ہیں، اس لئے اجماع نہیں ہوا، کیوں کہ یہاں دو جماعتیں ہیں۔

ایک افضلیت ابوبکر صدیق کی دعویدار ہے یہ صحابہ، تابعین اور جمہور علمائے امت اور اہل سنت و جماعت ہیں، اور دوسری جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دعویدار ہے پہلی جماعت افضلیت ابوبکر صدیق پر متفق ہے اور یہی اجماع ہے دوسری جماعت افضلیت ابوبکر کی منکر ہے یعنی اجماع کی منکر ہے ایسی صورت میں لازم ہے کہ وہ پہلی جماعت صحابہ، تابعین اور جمہور اہل سنت کا اہل ضلالت ہونا ثابت کرے۔ یہ ثابت کرنا محال شرعی ہے، جب یہ ثبوت محال شرعی ہے تو اس کے مقابل افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے وہ لامحالہ ثابت ہوگی کیونکہ دونوں کا ارتفاع محال عادی اور محال عقلی ہے، اس کلیہ کی روشنی میں بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثابت ہے اور اجماع صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے۔

بصورت دیگر: بقول سید صاحب افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے دعویدار کثیر ہیں ان کے دلائل قطعی ہیں اور ان کے مقابل منکرین تھوڑے اور ان کے دلائل کمزور، اخبار واحادہ ہیں پھر بھی ان کو اہل ضلالت ثابت کرنا ضروری ہوگا، تاکہ ان کے دلائل بے وزن اور بے اثر ہوسکیں یہ منکرین کون لوگ ہیں، صحابہ، تابعین اور جمہور علمائے امت اور اہل سنت ہیں ان کو اہل ضلالۃ ثابت کرنا محال شرعی ہے یہ محال کس سے لازم آیا کہ حضرت علی افضل البشر بعد از انبیاء والمرسلین ہیں، قانون یہ ہے کہ جس سے امر محال لازم آتا ہو وہ خود محال ہوتا ہے لہذا پھر بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت علی المرتضیٰ افضل البشر ہیں محال شرعی

ہے۔ ☆وھو المقصود☆

امام جصّاص رازی رحمہ اللہ کے اقتباس کا جواب اور ایک منطقی دلیل

سید صاحب نے لکھا کہ چونکہ صحابہ کرام میں افضلیت کے بارے میں اجماع نہیں ہو سکا لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال خلافیہ میں سے کسی ایک پر عمل کیا جاسکتا ہے مگر ان اقوال خلافیہ میں سے خارج ہونا جائز نہیں۔ (زبدۃ:۲۶۸)

شاید سید صاحب کا اشارہ ان بیس صحابہ کی طرف ہے جن کا حوالہ ابن عبد البر نے دیا ہے اس کے قول کے شاذ، غیر معتبر اور غیر مقبول کی گواہی الصواعق المحرقہ اور تکمیل الایمان سے ہم پیش کر چکے ہیں ہاں ان کے علاوہ اگر اور کوئی ثبوت ہو تو پیش کیا جائے۔

سید صاحب نے ابو منصور البغدادی کا قول، شرح فقہ اکبر کے حوالے سے نقل کیا کہ:

﴿اجمع اهل السنة والجماعة على ان افضل الصحابة ابو بكر ،فعمر ،فعثمان فعلى الخ﴾ ترجمہ: اہل سنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ بے شک تمام صحابہ سے افضل حضرت ابو بکر پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿ولعله ارادبالاجماع اجماع اكثر اهل السنة لان الاختلاف واقع بين عثمان وعلى عندبعض اهل السنة﴾

ترجمہ: ابو منصور بغدادی کی مراد شاید اکثر اہل سنت ہوں کیونکہ بعض اہل سنت نے عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: حضرت ملا علی قاری ہروی رحمہ اللہ نے شوافع کے دعوی اجماع کی نفی فرمادی کیونکہ اجماع یا نصی ہو سکتا ہے یا سکوتی؟ (زبدۃ:۲۶۹)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کو فہم عبارت میں سہو ہوا ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اجماع کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ تمام اہل سنت کا اس پر اجماع نہیں بلکہ اکثر اہل سنت کا اجماع ہے اس پر قرینہ لفظی موجود ہے ﴿ولعله ارادبالاجماع ،اجماع اكثراهل السنة﴾

بالا جماع کے بعد بطور وضاحت اجماع اہل السنۃ تحریر کرنا اس بات کی لفظی دلیل ہے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اجماع کی تردید نہیں فرمائی بلکہ تمام اہل سنت کے اجماع کی تردید فرمائی ہے،، اگر شوافع اجماع پر ایمان رکھنے والے نہ ہوتے تو امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ یہ کیوں نقل فرماتے:

﴿اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر ،ثم عمر ،ثم عثمان ثم علی ،الخ﴾(تاریخ الخلفاء ،۳۴)

ترجمہ: اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ملا علی قاری نے فرمایا: ﴿ولایخفی ان تقدیم علیّ علی الشیخین مخالف لمذهب اهل السنة والجماعة علی ماعلیه جمیع اهل السلف﴾

ترجمہ: یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر تفضیل دینا اہل سنت و جماعت کے مذہب کے خلاف ہے اور تمام اسلاف کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔

پھر فرمایا ان ﴿ان تفضیل ابی بکر قطعی ،الخ﴾

حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت قطعی ہے (شرح فقہ اکبر:۷۶)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بیان فرمایا:

﴿والصحیح ماعلیه جمهور اهل السنة وهو الظاهر من قول ابی حنیفهة علی مارتبه هنا وفق مراتب الخلافة وفی شرح العقائد علی هذا الترتیب وجد نا السلف﴾

(شرح فقہ اکبر :۷۵) ترجمہ: صحیح مذہب وہی ہے جو جمہور علمائے امت اور تمام اہل سنت کا مذہب ہے جو حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے واضح ہے اور وہ ترتیب خلافت ہے شرح عقائد میں ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کو اسی ترتیب خلافت پر ہی افضلیت کا معتقد پایا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ کا قول فیصل یہی ہے کہ جمہور اہل سنت اور اسلاف کا یہی مذہب ہے کہ افضلیت ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے اور اس ترتیب خلافت کے مطابق شیخین تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل سمجھے وہ اسلاف، اور جمہور اہل سنت کا مخالف ہے۔

سید صاحب نے لکھا کہ آج تک افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منکر کو کافر کسی نے قرار نہیں دیا

اس کا جواب ہم الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کی زبانی پہلے اجماع کی بحث میں نقل کر آئے ہیں۔

سید صاحب نے لکھا رہ جاتا ہے اجماع سکوتی وہ تو شوافع کے ہاں حجت ہی نہیں،

اجماع سکوتی شوافع کے ہاں حجت ہے مگر مفید قطعیت نہیں

کہ سید صاحب شوافع سے ہیں یا احناف سے اگر شوافع سے ہوں تو بھی شیخین کی افضلیت پر اجماع صحابہ اور تمام اہل سنت کے اجماع کو تسلیم کرنا ہوگا، اگر احناف سے ہوں تو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ شیخین پوری امت سے افضل ہیں لیکن سید صاحب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ امام شافعی اجماع سکوتی کے حکم قطعیت میں اختلاف کرتے ہیں جبکہ احناف اس کے حکم کی قطعیت کے قائل ہیں، فرق صرف اتنا ہے اس کی پوری تفصیل پہلے گزر چکی ہے، ملا احمد جیون رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿ویسمی هذا اجماعاً سکوتیاً وهو مقبول عندنا﴾

اجماع سکوتی احناف کے ہاں مقبول یعنی حجت شرعیہ اور مفید قطعیت ہے سید صاحب مذہب احناف کے پیروکار ہیں، یا مذہب شوافع کے؟

مزید اگر افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نہ ہوا ہوتا تو امام شافعی رحمہ اللہ اجماع کے ہونے کا دعویٰ اور اقرار کیوں کرتے؟ اگر امام شافعی رحمہ اللہ کا قول دربارۂ اجماع صحیح اور پایۂ ثبوت کو نہ پہنچتا تو امام بیہقی جیسا محدث اور حافظ امام قسطلانی جیسا محدث، حافظ اور شارح بخاری، محدث ابن حجر مکی جیسا فنون حدیث کا امام، برصغیر کا بے مثال محقق اور بے نظیر محدث شاہ عبد الحق دہلوی امام شافعی کے حوالے سے اپنی اپنی شہرہ آفاق تصانیف میں یہ کیوں نقل فرماتے کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہوا ہے۔

شرح مقاصد کے اقتباس سے معارضہ اور اس کا جواب

سید صاحب نے افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی اور انکار پر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کی تصنیف شرح،مقاصد سے یہ اقتباس نقل کیا ہے ﴿قال امام الحرمین مسئلة امام المفضول لیست بقطعیة ثم لا قاطع شاهد من العقل علی تفضیل بعدالائمة علی البعض والاخبار الواردة علی فضائلهم متعارضة لکن الغالب علی الظن ان ابابکر افضل ثم عمر ثم یتعارض الظنون فی عثمان وعلی رضی الله عنهما﴾(زبدة: ۲۷۱) ترجمہ:امام الحرمین نے کہامفضول کی امامت کا مسئلہ قطعی نہیں پھر کوئی عقلی شہادت نہیں جس کی بناء پر آئمہ کی ایک دوسرے پر افضلیت کا فیصلہ کیا جا سکے،آئمہ کرام کے فضائل بارے جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ باہم متعارض ہیں لیکن غالب گمان یہی ہے کہ ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں پھر عمر افضل ہیں، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں گمان آپس میں ٹکراتے ہیں مندرجہ بالا اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ علامہ تفتازانی اور امام الحرمین کے عقیدہ کے مطابق شیخین سب سے افضل ہیں،ان کی افضلیت میں کسی اہل علم کو اختلاف نہیں اگر قدرے اختلاف ہے تو وہ صرف حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے لیکن علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کا اپنا عقیدہ گزر چکا ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کا عقیدہ ترتیب خلافت پر ہی پایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے نزدیک ترتیب خلافت ہی ترتیب افضلیت ہے۔علاّمہ مزید فرماتے ہیں:

﴿والظاهر انه لولم یکن لهم دلیل علی ذالک لما حکموا بذالک﴾(شرح عقائد) ترتیب افضلیت کی بنیاد ترتیب خلافت پر جو رکھی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسلاف (صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم) کے پاس اس ترتیب خلافت پر ضرور کوئی دلیل تھی اگر دلیل نہ ہوتی تو ترتیب افضلیت کو ترتیب خلافت پر استوار نہ کرتے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے مجھ سے وعدہ لیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے بعد مسلمانوں

کے امیر ہوں گے پھر عمر فاروق اور ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ (غنیتہ:۲۶۴،فرید بکسٹال اردو بازار لاہور)

اس سے ثابت ہوا کہ ترتیب خلافت نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے خود بیان فرمادی تھی یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کے چاروں امام ترتیب افضلیت کو ترتیب خلافت پر رکھتے اور دیکھتے ہیں۔اہل سنت و جماعت کا اجماع بھی اسی پر ہے اگر کوئی اس کے خلاف چلے بر عکس عقیدہ رکھے تو اس کی کیسے اور کیوں تصدیق کی جائے کہ اس کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ امام بیہقی کے حوالے سے اور وہ الزعفرانی سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿قال سمعت الشافعي يقول اجمع الناس على خلافة ابى بكر و ذالک انه اضطرب الناس بعد رسول الله ﷺ ،فلم يجد واتحت اديم السماء خيرا من ابى بكر فولوه رقابهم﴾(الصواعق المحرقه : ۱۳)

ترجمہ: امام زعفرانی نے فرمایا میں نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اجماع کیا تھا،اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ پریشان ہو گئے تھے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے ؟تو سب صحابہ نے غور وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس وقت آسمان نیلگوں کے نیچے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے بہتر اور افضل کوئی شخص نہیں تو انہوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں،،امام زعفرانی کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ پہلے صحابہ کرام کا اجماع افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہوا،اور پھر آپ کی خلافت پر ہوا۔افضلیت پر اجماع کی دلیل **﴿فلم يجد واتحت اديم السماء خيرا من ابى بكر﴾** کا جملہ ہے،اور خلافت پر اجماع کا ہونا **﴿فولوه رقابهم﴾** سے واضح ہے۔

امام ربانی،قطب یزدانی،الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے موقف سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے باہمی اتفاق سے خلیفہ منتخب ہوئے،اور یہ

اس طرح کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو انصار کے خطباء نے کھڑے ہو کر کہا ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو، اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے جماعت انصار کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم فرمایا، انہوں نے کہاں ہاں کیوں نہیں، آپ نے فرمایا پھر تم میں سے کون حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا پسند کرتا ہے،، انہوں نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ان سے آگے ہوں ،، غوث صمدانی نے پھر فرمایا ایک روایت میں ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس مقام سے ہٹا دے جس پر انہیں نبی کریم ﷺ نے کھڑا کیا ہے اس پر تمام حضرات نے بیک زبان ہو کر کہا ہم میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش کے طالب ہیں۔ (غنیۃ: ۲۶۳)

مندرجہ اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ انصار کے خطباء نے اپنے استحقاق، اور اپنی افضلیت پر دلائل دیئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر کا ہر جملہ اس کی شہادت دے رہا ہے لیکن ان کے دلائل افضلیت کے جواب میں حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان پیش کیا، جس میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی افضلیت کا بیان ہے جس کے مقابل کوئی فضیلت نہیں، اور نہ ایسی فضیلت کسی اور صحابی میں پائی جاتی ہے انصار نے چونکہ وہ فضیلت اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھی تھی، اقتداء اور اتباع کے عمل سے اس کو بسر وچشم قبول کیا تھا؟ اس لئے گہرائی میں اترے بغیر بیک زبان ہو کر اس کو تسلیم کیا اور اس کے بعد اپنے مطالبہ امارت سے دستبردار ہوئے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، قطب ربانی رحمہ اللہ کے اس بیان سے پوری طرح واضح ہو گیا کہ پہلے افضلیت ابو بکر صدیق پر اجماع ہوا اور پھر آپ کی خلافت پر،، تمام انصار ومہاجرین نے بیک زبان ہو کر حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت کو تسلیم کیا اور بیعت کی۔ یہ نصی اجماع ہے اس کا انکار کسی صورت ممکن نہیں۔

اسی لئے امام شافعی رحمہ اللہ نے بالوضاحت فرمایا ہے: کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہوا ہے،،امام بیہقی نے محدث الزعفرانی کی روایت سے جس حدیث کا اخراج کیا ہے اس کے بعد یہ کہنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نہیں ہوا۔

سید صاحب نے امام ابوالحسن اشعری کی کتاب ''الابانہ عن اصول الدیانہ'' سے نقل کیا کہ:

﴿اذا وجبت امامة ابی ابکر رضی الله عنه وجب عنه افضل المسلمین﴾

ترجمہ: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت متحقق ہوگئی تو یہ امر بھی متحقق ہوگیا کہ آپ سب مسلمانوں سے افضل ہیں اس عبارت کی منطقی شکل یہ بنے گی کہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اہل حق کے اتفاق سے) خلیفہ قرار پائے اور جو خلیفہ ہو جائے وہ ان سب سے افضل ہوتا ہے جن کے حق میں خلیفہ بن جائے،،لہٰذا نتیجہ منطقیہ ہوا کہ جناب ابوبکر سب سے افضل ہوئے، آگے تحریر کیا کہ امام ابوالحسن اشعری متوفی 330ھ کا یہ نتیجہ فاسدہ ہے کیونکہ اس میں صحت صوری تو ہے مگر صحت مادی نہیں کیونکہ کبریٰ خلاف واقعہ ہے افضل کی موجودگی میں مفضول کو خلیفہ بنایا جا سکتا ہے یہ روافض کا عقیدہ ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا لہٰذا خلافت مفید افضلیت نہیں ہوگی۔(زبدۃ:۷۲،۲)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نفی پر جو الفاظ کا جال بنا ہے یہ تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔

امامت صغریٰ میں افضل کی موجودگی میں مفضول کو خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا

چہ جائیکہ امامت کبری میں امام بنے .... ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

1: ﴿ففی الخلاصة رجلان فی الفقه والصلاح سواء الا ان احدهما اقراء فقدم اهل المسجد الاخر فقد اساؤا﴾

ترجمہ: فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ دو شخص فقہ اور حسن نماز میں مساوی ہیں لیکن ان میں سے ایک قرآن زیادہ اچھا پڑھتا ہے، مگر اہالیان مسجد نے غیر قاری کو امام بنایا تو سب گنہگار ہوئے۔

2: ﴿وكذا الو قلد القضاء رجلا وهو من اهله وغيره افضل منه ﴾

ترجمہ: اسی طرح اگر ایک شخص کو قاضی کے منصب پر بٹھایا گیا وہ قضاء کا اہل بھی ہے مگر ایک دوسرا شخص اس سے افضل ہے تو اس مفضول کو قاضی بنانے والے گنہگار ہوں گے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ اگر امامت اور منصب قضاء کے انتخاب میں مفضول کا تقرر عمل قبیح ہے عمل سوء ہے تو خلافت کیلئے مفضول کا تقرر کیسے جائز اور موجب اجر ہوگا؟

ملاعلی قاری رحمہ اللہ خلافت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿واما الخلیفة فلیس لهم ان یولوا الخلافة الا افضلهم ﴾ منصب خلافت اسی کو سونپا جائے گا جو تمام مسلمانوں سے افضل ہو،، پھر فرمایا:

﴿وهذافی الخلفاء خاصة وعلیه اجماع الامة ﴾ کلها فی شرح فقه اکبر :۷۵)

ترجمہ: خلفاء میں خاص کر افضلیت شرط ہے اور اس پر اجماع امت ہے،، ملاعلی قاری رحمہ اللہ کی پہلی عبارت اما الخلیفة الخ سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب صدیق اکبر کو افضل سمجھ کر ان کو اپنا خلیفہ منتخب کیا اگر افضل نہ ہوتے تو ہرگز خلیفہ منتخب نہ ہوتے،،

دوسری عبارت وھذافی الخلفاء الخ سے ثابت ہوا کہ باجماع امت خلیفہ کا اپنے اہل زمان سے افضل ہونا ضروری ہے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اجماع امت کی پیروی میں کہا ہے کہ ابوبکر صدیق جب خلیفہ ہوئے تو آپ کا سب سے افضل ہونا ضروری ہوا،، شکل اول میں لانے سے صورت قضایا یوں ہوگی ابوبکر صدیق باجماع صحابہ خلیفہ ہیں اور جو باجماع صحابہ خلیفہ ہو وہ افضل ہے۔ نتیجہ ابوبکر صدیق افضل ہیں یہ افضلیت صغریٰ میں محمول اور کبریٰ میں موضوع کی وساطت سے حاصل ہوئی ہے۔

صغریٰ اور کبریٰ کیا کہتے ہیں

اب دیکھنا یہ ہے کہ صغریٰ اور صغریٰ میں واقع محمول نفس الامری اور متحقق فی الخارج ہے یا نہیں؟ بلاشبہ یہ نفس الامری اور متحقق فی الخارج ہیں اور صحیح ہیں، کبریٰ میں موضوع بھی متحقق فی الخارج اور نفس الامری ہے لہٰذا اس کی عدم صحت کا گمان تک نہیں کیا جاسکتا،، لہٰذا کبریٰ کو خلاف واقعہ کہنا علمی لغزش ہے

۔وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱)اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کبریٰ خلاف واقعہ ہے تو شکل اول کاذب ہوگی کیونکہ کبریٰ کا انکار صغریٰ کے انکار کو مستلزم ہوگا جب شکل اول کاذب ہوئی تو اجماع صحابہ کا انکار لازم آئے گا کیونکہ ابوبکر صدیق کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے۔

(۲) کبریٰ میں واقع موضوع کا انکار، اجماع صحابہ کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ یہ شکل اول ہے شکل اول کے اجزائے ترکیبیہ میں سے صغریٰ میں واقع محمول، اور کبریٰ میں واقع موضوع کی وحدت جنسی کا ہونا ضروری ہے،، کبریٰ میں واقع موضوع کا انکار ہو یا محمول کا اجماع صحابہ کے انکار کو مستلزم ہے کوئی مسلمان دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے کسی بھی اجماع کا انکار کرسکتا ہے نہ متحمل ہوسکتا ہے۔

(۳) اگر خلیفہ کے مفہوم اور مدلول سے افضلیت کی شرط کو حذف کردیا جائے تو لازم آئے گا جو امراء اپنے معاصرین اور اہل زماں سے افضل نہیں ان کو بھی خلیفہ کہا جائے اور وہ خلافت شرعیہ سے متصف ہوں،، جیسے یزید، ولید، حجاج بن یوسف، وغیرہ،، تو ماننا پڑے گا کہ اسلام میں خلافت بشرط شیء کا نام ہے لابشرط شیء کا نہیں۔

سید صاحب نے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی کتاب ’’مقالات اسلامیین: ج ۲: ص: ۱۴۷، سے نقل کیا کہ ﴿قولهم فی افضل الناس بعد الرسول :واختلفوا فی التفضيل﴾

1:﴿فقال قائلون افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبكر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم علی﴾

2:﴿وقال قائلون افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ،ابوبكر ،ثم عمر ،ثم علی ،ثم عثمان ﴾

3:﴿قال قائلون ،نقول ابوبكر ،ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم نسكت بعد ذالک ﴾

4:﴿قال قائلون :افضل الناس بعد رسول الله ﷺ علی ثم بعده ابوبكر ﴾

5:﴿قال قائلون لا ندری ابوبكر افضل ام علی ﴾ترجمہ:

ان کا قول رسول اللہ ﷺ کے بعد کون افضل ہے؟ اس تفصیل میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے:

1: کچھ کہنے والوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

2: کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر علی، پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔

3: کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، پھر چپ کر جایا کرتے تھے۔

4: کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل علی ان کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہما ہیں۔

5: کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ۔

پھر لکھا کہ اس جگہ قابل غور امر ہوگا کہ امام ابوالحسن اشعری کے نزدیک اگر خلافت مفید افضلیت ہوتی تو اہل سنت و جماعت کے ان مکاتب کا کیوں ذکر کرتے؟

جواباً کہا جائے گا:

کہ کسی چیز کا الزام، لزوم کو مستلزم نہیں ہوتا جب تک اس کا التزام نہ کیا جائے، امام موصوف نے ان قائلین اور ان طبقات کا ذکر کیا ہے جو نفس الامر میں پائے جاتے ہیں، ان تمام طبقات کو اہل سنت و جماعت کا مکاتب کہنا غلط ہے کیونکہ جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت ابو بکر صدیق سے افضل مانتے ہیں وہ اہل سنت و جماعت سے نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿ثم اعلم ان جميع الروافض واكثر المعتزلة يفضلون عليا على ابى بكر﴾ (شرح فقه اكبر: ۷۵)

ترجمہ: تمام رافضی اور اکثر معتزلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہیں،، اس لئے طبقہ نمبر 4, اہل سنت نہیں۔

علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع ﴾(ردالمختار جلد ،۴: ۲۳۷)ترجمہ: اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر تفضیل دیتا ہے تو بدعتی ہے۔

اسی طرح نمبر 5، کے قائلین بھی سنی مکتب فکر کے پیروکار نہیں،،

امام ابوالحسن اشعری کے نقل فرمودہ اقوال سے سید صاحب کی دھوکہ دہی

رہا یہ کہ وہ خلافت کو مفید افضلیت سمجھتے ہیں یا نہیں؟ بلاشبہ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ خلافت ان کے نزدیک مفید افضلیت ہے، اسی لئے انہوں نے اپنی مشہور کتاب "الابانہ عن اصول الدیانہ" ج:۲،۲۵۵،، پر فرمایا ہے ﴿واذاوجبت امامة ابی بکر رضی الله عنه وجب عنه افضل المسلمین ﴾ترجمہ: جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت متحقق ہوگئی تو یہ امر بھی متحقق ہوگیا کہ آپ سب مسلمانوں سے افضل ہیں،، چونکہ بقول سید صاحب امام موصوف شافعی المذہب ہیں امام شافعی کے نزدیک افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، اس کا تفصیلی جواب پہلے اجماع کی بحث میں آچکا ہے،، شافعی ہونے کے ناطے اگر امام موصوف اجماع سکوتی کے قائل ہی نہیں تو امام شافعی نے جو افضلیت پر اجماع نقل فرمایا ہے تو یہ اجماع نصی ہے سکوتی نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ احناف کے نزدیک اجماع سکوتی مقبول ہے معتد بہ ہے حجت ہے مفید قطعیت ہے سید صاحب اجماع نصی اور اجماع سکوتی کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کا مبلغ علم حضرت امام شافعی کے علم سے بھی بلند تر ہے،، ملا جیون رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ بعض معتزلہ اور روافض نے اجماع کا نکار کر کے گمراہی کا ارتکاب کیا ہے فرمایا: ﴿وقدضل بعض المعتزلة والروافض فقالوا ان الاجماع لیس بحجة لان کل واحد منهم یتحمل ان یکون مخطئافکذاالجمیع ﴾(نور الانوار بحث اجماع) ترجمہ: بعض معتزلہ اور تمام روافض گمراہ ہوئے جنہوں نے کہا کہ اجماع حجت نہیں، کیونکہ بقول روافض اور معتزلہ ہر ایک بھی اور تمام بھی خطاء کار ہو سکتے ہیں،، سید صاحب اگر حنفی ہیں تو انہیں اجماع نصی اور اجماع سکوتی پر ایمان لانا چاہیے، اگر شافعی المذہب ہیں تو پھر بھی اجماع نصی کو تسلیم کرنا چاہیے اور یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ افضلیت ابوبکر صدیق پر اجماع نصی ہوا ہے۔

سید صاحب نے تقریباً ہر دوسرے صفحہ پر اجماع نصی، اجماع سکوتی اور افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کیا ہے جبکہ دور صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک جمہور اور تمام اہل سنت افضلیت ابو بکر اور اس پر ہونے والے اجماع کے قائل اور دعویدار چلے آرہے ہیں۔

حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے کلیہ بیان فرمایا ہے کہ وجوب خلافت وجود افضلیت کو مستلزم ہے یہ شوافع کا متفق علیہ کلیہ ہے کیونکہ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا سن وصال 330ھ ہے جس سے معلوم ہوا کہ عقیدۂ افضلیت پر اجماع صحابہ اور تابعین امام شافعی رحمہ اللہ کے دور سے لیکر 330ھ تک مسلسل چلا آرہا ہے، اور منکرین کا دور بہت بعد کا ہے جو لائق اعتماد اور قابل ترجیح نہیں۔

سید صاحب نے لکھا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں بیسیوں شواہد پیش کئے ہیں جن میں جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھنے، جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو، جناب ابراہیم رضی اللہ عنہ ابن رسول اللہ ﷺ کو خلفائے راشدین سے افضل سمجھے جانے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے افضل سمجھے جانے، اور جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھے جانے کا ثبوت ہے، ان عقائد کے رکھنے والوں کو کسی نے اہل سنت سے خارج نہیں کیا امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں وہ بھی حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو خلفاء وصحابہ سے افضل سمجھتے ہیں۔ (زبدۃ:۲۷۴)

بفضل اللہ تعالیٰ ہم نے ان تمام باتوں کا جواب اور ہر ثبوت اور ہر قول کا مدلل، محقق جواب اہل سنت وجماعت کی کتب متداولہ سے دے دیا ہے کسی بات کا ادھار اپنے ذمے نہیں چھوڑا صرف پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

☆ماعلینا الا البلاغ ☆

سید صاحب نے لکھا کہ: اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر: ص:۱۷۸، پر افضلیت پر اجماع کی تردید کرتے ہوئے اکثر اہل سنت والجماعت کے متفق ہونے کا ذکر فرمایا ہے،، (زبدۃ: ایضاً)

جواباً کہا جائے گا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿وهذا الترتيب بين عثمان وعلى (رضى

الله عنهما)وھو ماعليه اكثر اھل السنة ،،خلافاً لما روى عن بعض اھل الكوفة والبصرة من عكس القضيه ﴾(شرح فقه اكبر : ۷۵)

یہ ترتیب جو ہم نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان بیان کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تقدم ہے یہ اہل سنت و جماعت کی اکثریت کا مذہب ہے کیونکہ بصرہ اور کوفہ والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تقدم دیتے ہیں۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں کہا ہے اہل سنت و جماعت کی اکثریت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل مانتی ہے ،خلفاء اربعہ کی افضلیت کے بارے میں نہیں کہا۔

افضلیت ابو بکر صدیق اور آئمہ اربعہ

جمہور اہل سنت کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿والصحيح ماعليه جمهور اھل السنة وھو الظاھر من قول ابى حنيفة على مارتبه ھنا وفق مراتب الخلافة ﴾(شرح فقه اكبر : ۷۵)

ترجمہ: صحیح مذہب خلفائے اربعہ کی ترتیب افضلیت میں وہی ہے جو جمہور اہل سنت و جماعت کا ہے اور وہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ظاہر ہے،، جوانہوں نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے،، ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے حضرت عثمان ،اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں اکثر اہل سنت و جماعت کے مذہب کی تردید فرمادی ہے کہ یہ مذہب جمور نہیں بلکہ جمہور کا مذہب ترتیب خلافت پر مبنی افضلیت ہے.جس طرح حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر میں فرمایا ہے،،اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ نے شرح عقائد نسفیہ میں ان الفاظ کے روپ میں بیان فرمایا ہے: ﴿على ھذا الترتيب وجد نا السلف ﴾

ترجمہ: ہم نے اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، اور جمہور اہل سنت) کو اسی ترتیب خلافت پر ہی

افضلیت کا قائل پایا ہے مختصر یہ کہ ملا علی قاری نے اکثر اہل سنت و جماعت کا موقف جو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں تھا اس کو رد کر کے جمہور کا مذہب بیان کیا ہے سید صاحب کو فہم عبارت میں مغالطہ لگا ہے۔

سید صاحب نے تحریر کیا کہ مگر یہ رائے (اکثر اہل سنت و جماعت والی) بھی ضعیف و ناتواں محسوس ہوتی ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت کے سرخیل تو آئمہ اربعہ ہیں، جن کے عقائد ان نظریات کے خلاف ہیں جن کے حوالہ جات مندرجہ ذیل عبارات میں ہم پیش کرنا چاہیں گے۔

جواباً تحریر کیا جاتا ہے:

کہ سید صاحب کو فہم عبارت نہیں ہوا، ملا علی قاری نے پہلے اکثر اہل سنت و جماعت کا مذہب حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان اہل کوفہ اور اہل بصرہ کے جدید نظریات کی روشنی میں بیان کیا اور پھر **والصحیح ماعلیہ** جمہور اہل السنۃ سے اس کا رد کر دیا، اکثر اہل سنت و جماعت کا حکم خلفائے اربعہ کے بارے میں نہیں تا کہ اس کو ضعیف اور ناتواں کہہ دیا جائے یہ صرف قول مخالف کے طور پر عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے بعد ازاں اس کی تردید عبارت مذکورہ سے کر دی ،،اہل سنت و جماعت کے آئمہ اربعہ کا مذہب وہی ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر میں بیان فرمایا اور اس کی تشریح ملا علی قاری رحمہ اللہ نے **والصحیح ماعلیہ جمہور اھل السنۃ** ،، سے فرمائی ہے۔

☆**فافھم**☆

سید صاحب جمہور اور اکثر اہل سنت و جماعت کے عقیدہ افضلیت کے خلاف ثبوت پیش کرنے کا سلسلہ شروع کرتے ہیں سب سے پہلے عبدالکریم شہرستانی کی کتاب الملل والنحل، ج:۱:ص :۱۵۵،، سے اقتباس نقل کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر 1: ہم فقط اس کے ترجمے پر اکتفاء کریں گے، سید صاحب نے ترجمہ کیا، امام ابوحنیفہ کی امام زید بن علی سے بیعت تھی جو کربلا شریف کے بعد حزب اختلاف کے پہلے لیڈر تھے، ان کا مذہب یہ تھا

افضل کے ہوتے مفضول کی امامت درست ہے، انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے، مگر یہ کہ خلافت جناب ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی مصلحت کے تحت سپرد کی گئی جس کو انہوں نے ملحوظ خاطر رکھا اور کسی قاعدہ دینیہ کے تحت ایسا کیا جس کو انہوں نے مد نظر رکھا۔ (زبدة:۲۷۵)

حوالہ نمبر 2: جناب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ان کی بیعت پر تھے (امام ابوحنیفہ کی زید بن علی رضی اللہ عنہ سے بیعت تھی) اور ان شیعہ (ساتھیوں میں سے تھے، حتی کہ ان کا معاملہ منصور خلیفہ عباسی تک پہنچ گیا تو اس نے آپ کو عمر بھر کی قید دے دی،، یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں وصال فرمایا۔

حوالہ نمبر 3: یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) نے محمد نفس زکیہ بن عبداللہ رضی اللہ سے ایام منصور میں بیعت کی اور جب محمد نفس زکیہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں شہید کر دیئے گئے تو امام ابوحنیفہ اسی بیعت پر قائم رہے۔ (زبدة:۲۷۶)

ان دو حوالہ جات کی تشریح کرنا ضروری نہیں کیونکہ ان کا مفہوم بالکل واضح ہے، (ا) حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ بشمول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔ دراصل خلافت کا حق حضرت علی کو تھا سیاسی یا دینی مصلحت کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے امام اہلسنت مولنا احمد رضا خان بریلوی نے بہت سے حوالہ جات نقل کرنے کے بعد یہ بھی نقل فرمایا ہے، حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطر ہو،، (مطلع القمرین:۶۵)

عبدالکریم شہرستانی کی مندرجہ بالا تحریر قرآن، حدیث، اجماع امت کے خلاف ہونیکی وجہ سے مردود ہے،،

حوالہ نمبر 2، عبدالکریم شہرستانی کی تحریر سے سید صاحب یہ بتانا اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب زید بن علی رضی اللہ عنہ کے مرید اور عقیدت کیش تھے تو وہ بھی تفضیلی ہوئے

کیونکہ زید بن علی رضی اللہ عنہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے،

حضرت امام ابوحنیفہ زید بن علی رضی اللہ عنہما کے مرید تھے نہ ہی تفضیلی تھے

جواباً کہا جائے گا کہ حضرت امام ابوحنیفہ زید بن علی رضی اللہ عنہ کے ارادت مند ہو سکتے ہیں، مگر آپ کی بیعت نہ تھی اگر بیعت تھی تو وہ بیعت اطاعت تھی، بیعت عقیدت (مرید) نہ تھی۔ اگر بیعت عقیدت (اعتقاد و عمل میں اتباع) ہوتی تو آپ کا مذہب یہ نہ ہوتا کہ افضل البشر بعد از انبیاء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے اپنے عقیدہ کی وضاحت فقہ اکبر میں کر دی ہے، افضلیت کا معیار ترتیب خلافت ہے جو مذہب جمہور امت ہے۔

رہا یہ کہ خلیفہ منصور عباسی نے زید بن علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے کی وجہ سے عمر قید دی غلط ہے بلکہ مروان عباسی کے دور حکومت میں ابن ہبیرہ نے کوفہ کا منصب قضاء قبول کرنے پر اصرار کیا مگر آپ نے ٹھکرا دیا جس پر اس نے سو کوڑے مارنے کا حکم دیا،، اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب منصور نے ان کو عراق منتقل کیا تو پھر عہدہ قضاء قبول کرنے کی پیش کش کی آپ نے انکار کر دیا اس نے قسم کھائی کہ آپ یہ عہدہ ضرور قبول کریں گے مگر آپ نے پھر حلف اٹھا کر انکار کر دیا تو اس نے جذبات میں آ کر آپ کو قید کر دیا، اور آپ قید خانہ میں ہی واصل باللہ ہوئے (اکمال فی اسماء الرجال لمشکوۃ)

اس ثقہ روایت کی روشنی میں عبدالکریم شہرستانی کا قول قابل التفات نہیں مردود اور باطل ہے۔

سید صاحب نے بحوالہ کتاب الملل والنحل، سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو زید بن علی رضی اللہ عنہ کا مرید بتا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام رحمہ اللہ تفضیلی تھے اور افضلیت ابوبکر صدیق کے قائل نہ تھے بلکہ انکار فرماتے تھے،، اس کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے امام ابوحنیفہ کے تفضیلی نہ ہونے پر عمدۃ التحقیق جلد اوّل میں کچھ گذارشات کی جا چکی ہیں یہاں بھی مبنی پر اختصار گذارش کی گئی ہے۔

سید صاحب نے اسی عنوان کے اختتام پر تحریر کیا ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اجماع خلافت پر ہوا افضلیت پر نہیں ہوا۔ (زبدۃ: ۲۷۷)

جواباً تحریر ہے کہ سید صاحب نے پہلے "زبدۃ: ۲۷۵" پر بحوالہ عبدالکریم شہرستانی نقل کیا کہ حضرت علی

بن ابی طالب سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے،،جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے،مگر یہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی مصلحت کے تحت سپرد کی گئی،،اس کا مقصد یہ ہوا کہ خلافت کے مستحق دراصل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ تھے،،سوال یہ ہے کہ مستحق کو چھوڑ کر غیر مستحق شخص کو امر خلافت جیسا اہم فیصلہ دے دینا شرعی غلطی نہیں؟ امر ضلالت نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کیا جواب ہے؟

﴿لا یجتمع امتی علی الضلالة﴾ کیا کوئی مسلمان یہ کہہ یا سوچ سکتا ہے کہ ایک غلط،اور خلاف حقیقت واقعہ پر صحابہ کرام اجماع کرلیں،پھر ابوبکر صدیق کو مصلحت سیاسی یا دینی کے تحت خلافت سپرد کرنے والے کون ہیں؟ مہاجرین ہیں یا انصار؟ انصار تو اپنے حق خلافت کیلئے منصوبہ بندی کے تحت پہلے سے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں،،خلافت کیلئے حضرت سعد بن عبادہ کا نام تجویز کرکے ان کو لا چکے ہیں۔

مہاجرین اپنے لئے خلافت کے حصول کیلئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان الائمہ من قریش سنا چکے ہیں ایک طرف سے امیر اور دوسری طرف سے ایک امیر کی تجویز آچکی ہے،،حضرت عمر،حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے دلائل افضلیت ابوبکر پر سب نے ساعت کرلئے ہیں،پورے اجتماع نے ابوبکر صدیق کو موخر کرکے ان سے آگے ہونے پر اللہ کی پناہ مانگ لی ہے جب احادیث وتواریخ نے ان حقائق کے صدق اور حقانیت کی تصدیق کردی ہے تو پھر وہ کون ہیں جنہوں نے مصلحت کے تحت ابوبکر صدیق کو خلافت سونپ دی ہے صحابہ کا اجماع استحقاق خلافت پر ہوا ہے مصلحت یا سپردگی پر نہیں ہوا،اگر ابوبکر افضل نہ ہوتے تو آپ ہرگز خلیفہ نہ ہوتے،،سید صاحب نے صرف خلافت پر اجماع ہونا تحریر کیا ہے جو خلاف حقائق ہے۔

ثانیاً: یہ سوچنا بھی گناہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق خلافت ابوبکر صدیق کو دے کر اجماع کرلیا ہے اگر وہ سمجھتے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں وہ انہی کو خلیفہ بناتے اور ان کے حق میں ہی اجماع کرتے،،ابوبکر صدیق کو ہرگز خلیفہ

بناتے نہ بیعت کرتے۔

ثالثاً: مانا کہ صدیق اکبر کو خلیفہ بنانا ایک وقتی مصلحت تھی مگر جب حضرت عمر فاروق خلیفہ منتخب کئے گئے اس وقت کیا مجبوری تھی کہ حق نہ لیا گیا اور نہ مانگا گیا، پھر حضرت عثمان غنی کی خلافت پر کیا دشواری پیش آئی؟

باوجودیکہ صحابہ عادل اور منصف ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسداللہ الغالب ہیں، اور بنو ہاشم کی پوری جمعیت ان کی پشت پر ہے۔ جس کو سید صاحب نے مدینہ طیبہ کی غالب اکثریت کہا ہے۔ (زبدۃ:۲۷۷)

رابعاً: عبدالکریم شہرستانی غالی شیعہ ہے غیر معتبر ہے اس کی کوئی بات اہل سنت کیلئے حجت نہیں۔ (طبقات الشافعیہ الکبری، جز رابع ص:۷۹، منہاج السنۃ لابن تیمیہ، جز ثالث، ص، ۲۰۷ تا ۲۰۹، بحوالہ میزان الکتب)

سید سند شریف جرجانی کا نظریہ

سید صاحب نے سید سند شریف جرجانی کی کتاب شرح مواقف، ج، ۸، ص:۴۰۴، سے نقل کیا ہے کہ: ﴿وثبوت الامامة وان كان قطعياً، لا يفيد القطع بالا فضلية بل غايته الظن﴾

ترجمہ: خلافت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے مگر افضلیت کے قطعی ہونے کے معنی نہیں دیتا بلکہ اس کے ثبوت کی انتہا ظن ہے، (زبدۃ:۲۷۷)

عبدالکریم کی تحریر کے مطابق جب مصلحت کے تحت خلافت جناب ابوبکر صدیق کو سونپی گئی تو قطعی نہ ہوئی، کیونکہ بقول زید بن علی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ تمام صحابہ سے افضل ہیں تو وہ بربنائے افضلیت خلافت کے حق دار ہوئے ان کیلئے خلافت کا ثبوت قطعی ہوا، حضرت ابوبکر صدیق مفضول ہوئے، وہ خلافت کا استحقاق ہی نہیں رکھتے تو ان کے حق میں خلافت کا ثبوت قطعی نہ ہوا، قطعیت کیلئے دلیل سمعی چاہیے، دلیل سمعی قرآن وحدیث اور اجماع ہے، اجماع ہوا ہی نہیں اگر ہوا ہے تو سپردگی

پر، یہ سپردگی کہاں سے آئی؟ صحابہ کے فعل سے، فعل صحابہ حدیث موقوف ہے، مفید ظن ہے مفید قطعیت نہیں ،،لیکن جب باجماع صحابہ خلافت ابوبکر صدیق کوتفویض ہوگئی تو اس خلافت کا وجود اور ثبوت قطعی ہوا،،لیکن یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ یہ خلافت صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیوں تفویض ہوئی؟ جبکہ اور بھی جلیل القدر صحابہ کا جم غفیر موجود تھا،،عبدالکریم شہرستانی نے تو وجہ یہ بتائی کہ وہ نرم مزاج، شیریں زبان تھے، جبکہ قرآن نے شیخین کے بارے میں فرمایا:

﴿اشداء علی الکفار﴾

سید السادات حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے فرمایا: ﴿اشداء علی الکفار﴾ کا تعلق عہد صدیقی اور فاروقی سے ہے، کیونکہ شدت علی الکفار ہی نے بڑے بڑے بادشاہوں کو مغلوب اور نیست ونابود کیا اور قیصر وکسریٰ کا ذکر ہی مٹ گیا (تصفیہ مابین سنی وشیعہ:۱۴)

ماننا پڑیگا کہ عبدالکریم شہرستانی کی خودساختہ سپردگیءخلافت کی کہانی باطل ہے کیونکہ اس کے خلاف سورۂ فتح کی آیات بینات دلائل قطعیہ کے طور پر موجود اور واضح ہیں،،سرکار گولڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا الغرض صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ آیت استخلاف کے ساتھ وعدہ دیئے گئے وہی اشخاص تھے جو اپنے ،اپنے وقت میں خلیفہ ہوئے پھر فرمایا پس نہ صرف شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت نص قرآنی سے ثابت ہوگئی بلکہ خلافت خلفائے اربعہ علیہم الرضوان بھی نص قرآن سے ثابت ہے۔(تصفیہ مابین سنی وشیعہ:۱۲)

معلوم ہوا کہ خلفائے اربعہ کی خلافت نص قرآنی سے ثابت ہے جو دلیل قطعی ہے اور ترتیب خلافت بھی نص قرآنی سے ثابت ہے۔قابل غور امر یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کا فرمان ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کو خلیفہ ہم نے بنایا، اور اپنے اپنے وقت میں یہ خلیفہ بنائے گئے ،دوسری طرف عبدالکریم شہرستانی کہتا ہے کہ ابوبکر صدیق سے حضرت علی افضل تھے ،خلافت ان کا حق تھا مگر ان سے مفضول جناب صدیق اکبر کو سیاسی اور دینی مصلحت کے تحت خلافت تفویض کی گئی تھی ،اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہوتے تو وہ پہلے خلیفہ ہوتے ابوبکر صدیق خلیفہ نہ ہوتے ،انسان تو دوسرے کا حق غصب اور تلف کرسکتا ہے مگر اللہ رب العزۃ سے اس کا تصور کرنا بھی کفر ہے،،

عبدالکریم شہرستانی تو بے راہ روی کی حد پھلانگ گئے ہیں، پیر گولڑوی رحمہ اللہ کے فرمان سے ثابت ہوا کہ ترتیب افضلیت کی بنیاد ترتیب خلافت ہے، ان خلفاء اربعہ کی افضلیت قطعی ہے،، سورۂ فتح اور سورۂ حدید کی آیات اس پر گواہ ہیں،، محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

﴿فحقيقة الفضل ماهو ذالک الفضل عندالله و ذالک لا يطلع عليه الا بالوحی ،وقدورد الثناء عليهم و لا يتحقق ادراک حقيقة ذالک الفضل عند عدم دليل قطعی متنا و سندا الا المشاهد لزمن الوحی واحواله صلى الله عليهم معهم لظهور القرائن الدالة عل التفضيل حينئذ بخلاف من لم يشهد ذالک ﴾(الصواعق المحرقه : ٦٠)

ترجمہ: حقیقی افضلیت وہی ہے جو اللہ کے ہاں ہے اور اس فضیلت پر وحی آسمانی کے بغیر مطلع ہونا ناممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کی مدح و ثنا بیان فرمائی ہے اور اس فضیلت کی حقیقت کا علم دلیل قطعی کے بغیر ناممکن ہے اس دلیل کا متن اور سند بھی قطعی ہو، یا پھر وہ شخص جانتا ہے۔ جس نے نزول وحی کا زمانہ دیکھا ہوا، اور صاحب فضل شخص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا مشاہدہ کیا ہو ، جو اس صاحب فضل کی تفضیل پر دلائل و قرائن بن سکیں جس نے ان امور کا مشاہدہ نہیں کیا وہ تفضیل کا مسئلہ کیا جانے؟.................... پھر فرمایا:

﴿نعم وصل الينا سمعيات اكدت عندنا الظن بذالک التفضيل على ذالک الترتيب لا فادتها صريحاً اواستنباطاً﴾(الصواعق المحرقه : ايضاً)

ترجمہ: ہاں ہمارے پاس ادلہ سمعیہ ہیں جنہوں نے اس ترتیب افضلیت پر ہمارے غالب گمان کو پختہ کر دیا ہے وہ ادلہ سمعیہ صراحت اور استنباط کے ساتھ اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ولک ان تقول ان افضلية ابی بكر ثبتت بالقطع حتی عند غير الاشعری ايضاً بناء على معتقد الشيعة و الرافضه و ذالک لانه ورد عن علی و هو معصوم عند هم و المعصوم لايجوز عليه الكذب ان ابابكر وعمر افضل الامة " الحديث " ﴾

ترجمہ: اے قاری تم کہہ دو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ایسی قطعی ہے اور ایسے

دلائل سے ثابت ہے جس کو غیر اشعری بھی مانتے ہیں، شیعہ اور روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، ان کا فرمان ہے کہ امت میں سب سے افضل ابو بکر اور عمر ہیں (رضی اللہ عنہما) یہ بات انہوں نے شیعہ کے جم غفیر میں کہی اس حدیث کو اسی سے زائد افراد نے روایت کیا ہے امام ذہبی نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے،،

اسی موضوع پر دوسری حدیث: ﴿واخرج ابوبكر الآجری عن ابی جحيفة سمعت علياً على منبر الكوفة يقول ان خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر ثم خيرهم عمر﴾ (الصواعق المحرقه : ٦١) ترجمہ:

ابو بکر الآجری نے اس حدیث کی تخریج ابو جحیفہ کی روایت سے کی ہے کہ میں نے کوفہ کے منبر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں اور ان کے بعد عمر افضل الامت ہیں۔

اسی عنوان میں تیسری حدیث: ﴿واخرج الدار قطنی ان ابا جحيفة كان يری ان عليا افضل الامة فسمع اقواما يخالفونه فحزن حزنا شديدا فقال له علی بعد ان اخذ بيده وادخله بيته ما احزنک يا اباجحيفة فذكر له الخبر فقال الا اخبرک بخير هذ الامة خيرها ابوبكر ثم عمر قال ابو جحيفة فاعطيت الله عهدا ان لا اكتم هذاالحديث بعد ان شاهنی به علی ما بقيت﴾ (الصواعق المحرقه : ٦١) ترجمہ:

دار قطنی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ ابو جحیفہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو سب سے افضل مانا کرتے تھے، انہوں نے سنا کہ لوگ ان کی رائے کے مخالف ہیں وہ حد درجہ کبیدہ خاطر ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور گھر میں لے گئے اور فرمایا کہ اے ابا جحیفہ تم کس وجہ سے پریشان ہو، انہوں نے مخالفت کئے جانے کی خبر سنائی تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں اس امت کے سب سے افضل انسان کون تھے؟ اس امت کا سب سے افضل انسان ابو بکر ہیں اور ان کے بعد عمر ہیں (رضی اللہ عنہما) ابو جحیفہ نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ میں اس حدیث کو آخری دم تک نہیں

چھپاؤنگا کیونکہ یہ حدیث میں نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی سنی ہے،،
اب فیصلہ آسان ہوگیا کہ ایک طرف آیات قرآنی اور احادیث ہیں اور دوسری طرف سید سند شریف جرجانی کا قول ہے تو ترجیح اور لائق عمل کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں ایک طرف اللہ کا فرمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول، سرکار گوکڑوی رحمہ اللہ کا تفسیری بیان ہے اور ان کے مقابل سید سند شریف جرجانی کی ذاتی رائے ہے؟ ترجیح اور فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟
فیصلہ یہی ہے کہ جس طرح جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت قطعی ہے اسی طرح آپ کی افضلیت بھی قطعی ہے سید سند شریف جرجانی آٹھویں صدی ہجری کے آدمی ہیں، علامہ محمود احمد عمر النسفی صاحب العقائد ساتویں صدی ہجری، محدث ابن حجر مکی دسویں صدی ہجری اور ملا علی قاری رحمہم اللہ دسویں صدی کے بلند پایہء محقق اور متکلم ہیں، اگر افضلیت ظنی ہوتی تو قصر اسلام کی چوٹی پر تحقیق وتدقیق کے ان حکمرانوں کی جلالت علمی کا پرچم صدیوں سے کیوں لہرا رہا ہوتا؟ ماننا پڑیگا کہ دنیائے علم کے یہ جاں باز غور وتدبر کے یہ شاہباز افضلیت ابوبکر وعلی (رضی اللہ عنہما) کی گہرائیوں میں اترے، ذخیر ہائے آیات واحادیث کو عقابی نگاہوں سے دیکھا تقابل وتوازن سے چھان پھٹک کی، انوار بصیرت سے اختلاف وتضاد کا ہر پہلو ملاحظہ کیا، تواتر واحاد کے تیز وتند بدلتے تیکھے تیور دیکھے، طرفین کے وارد کردہ دلائل کے مصادر اور محلات کو تجزیاتی عمل سے گزارا، نتیجہء فکر کو اسلاف کے تبحر علمی سے دھویا، عقیدہ کیش ہوکر ان کی دہلیز عظمت پر پیش کیا، منظوری کے بعد قیامت تک آنے والی نسل اسلامی کو بطور یادگار، بغرض یادداشت تحفہ دیا، اگر بقول سید سند شریف جرجانی خلافت قطعی اور افضلیت ظنی ہوتی تو دسویں صدی ہجری میں ملا علی قاری رحمہ اللہ یہ کیوں فرماتے؟ ﴿وذالک حین اجتمعوا فی سقیفة بنی ساعدة واستقر رأیهم بعد المشاورة والمنازعة علی خلافة ابی بکر واجماع الصحابة حجة قاطعة لقوله علیه الصلوة والسلام لا تجتمع امتی علی الضلالة﴾ (شرح فقه اکبر: ٧٦)
خلافت قطعی اس لئے ہے کہ صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے باہمی بحث ونزاع اور مشاورت کے

بعد ابوبکر صدیق کی خلافت پر ان کا اتفاق ہوگیا (اجماع ہوا) اور اجماع صحابہ حجت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا، افضلیت کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا:

﴿واولیٰ ما یستدل به علی افضلية الصديق فی مقام التحقيق نصبه عليه الصلوة والسلام لامامة الانام مدة مرضه فی الليالی والايام ولذا قال اكابر الصحابة رضيه ﷺ ،لديننا افلا نرضاه لدنيانا﴾ (شرح فقه اكبر،۷۵)

مقام تحقیق میں افضلیت ابوبکر صدیق پر سب سے عمدہ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت کے ایام ولیالی میں لوگوں کا امام مقرر فرمایا تھا اور اسی لئے اکابر صحابہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیق کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا تھا، ہم اپنی دنیا کیلئے ان کو کیوں پسند نہ کریں؟

پھر بھی فیصلہ آسان ہے، ایک طرف فرمان رسول اللہ ﷺ اور فرمان علی المرتضیٰ سے ثابت افضلیت قطعی ہے اور دوسری طرف سید سند شریف جرجانی کا قول ہے کہ افضلیت ظنی ہے،، رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال کے مقابل سید سند شریف کا قول حجت او لائق التفات نہیں بالفرض اگر خلافت مفید ظن ہے تو پھر بھی افضلیت قطعیہ کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ افضلیت قطعی، قرآن ،حدیث اور اجماع سے ثابت ہے سرکار گولڑوی رحمہ اللہ نے سورۂ حدید کی دسویں آیت سے شیخین کی افضلیت قطعیہ کو ثابت فرمایا اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مذہب قرار دیا ہے (تصفیہ مابین سنی وشیعہ:۲۳)

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا:﴿وعينه عليه الصلوة والسلام لما انه افضل الانام فی تلك الايام حتى انه تاخر وتقدم عمر فقال عليه الصلوة والسلام ابى الله والمومنون الا ابابكر﴾ (شرح فقه اكبر:۷۶) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق کو امامت کیلئے اس لئے مامور فرمایا کہ آپ جانتے تھے وہ ان دنوں (ایام علالت) میں سب صحابہ سے افضل ہیں، حتی کہ وہ ایک دفعہ موخر ہوئے اور حضرت عمر کو مقدم کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ

کسی اور شخص کی امامت کا انکار کرتے ہیں، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ اور تصریحات علماء سے ثابت ہے کہ ابوبکر صدیق کے بعد حضرت عمر افضل الامت ہیں، حضرت عمر ابوبکر صدیق کی موجودگی میں مفضول ہیں، اگر افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت (وہ بھی صرف نماز میں) جائز، اللہ اور مومنین کو پسند ہوتی تو نبی کریم ﷺ یأبی اللہ والمومنین الا ابابکر کیوں فرماتے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے زید بن علی رضی اللہ عنہ، عبدالکریم شہرستانی، اور سید صاحب کا موقف کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے، باطل ثابت ہوا، جب امامت صغریٰ جائز نہیں تو امامت کبری (خلافت) کیسے جائز ہے؟

سید صاحب نے سید سند شریف کے قول کی تائید میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تکمیل الایمان سے بھی استشہاد کیا ہے، ہم پہلے ان کا عقیدہ بیان کریں گے اور بقیہ گفتگو بعد میں ہوگی، نقل فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی مدح وثناء میں اتنے خطبے کہے ہیں کہ ان کے مطالعہ کے بعد کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں رہتی، اگر علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر بلکہ اس افضلیت کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں تو وہ حق پر ہیں، بعض حق پسند شیعہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عبدالرزاق (محدث) جو صاحب علم اور صاحب روایت بزرگ تھے شیخین کی افضلیت اسی لئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں افضل مانا تھا یہ کتنی ناانصافی ہے کہ حضرت علی کی مدح کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے گریزاں ہیں، مندرجہ بالا اقتباس ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے میں تھا ہمیں ان کتابوں پر بھی اسی طرح نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالنی چاہیے جن میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے (تکمیل الایمان، ۱۶۹، مکتبہ نبویہ لاہور)

مندرجہ بالا اس اقتباس سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱: حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین کی افضلیت کا علی الاعلان اقرار اور اظہار فرماتے رہے ہیں،

۲: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق افضل الامت ہیں۔

۳: اہل سنت کے نزدیک افضلیت ابوبکر صدیق قطعی ہے اور یہی حق ہے۔

۴: محدث عبدالرزاق شیعہ تھے، مگر صاحب علم اور صاحب روایت تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تفضیل شیخین کے عقیدہ پر تھے،

۵: محدث ابن حجر مکی جسطرح افضلیت ابوبکر صدیق کی قطعیت کے قائل ہیں اسی طرح اس عقیدہ میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی ان کے ہم نواء ہیں،، ملا علی قاری، امام ابوالحسن اشعری ،اور امام زعفرانی امام بیہقی اور امام شافعی رحمہم اللہ نے جو فرمایا ہے کہ وجوب خلافت وجوب افضلیت کو مستلزم ہے یہی عقیدۂ سلف اور جمہور امت ہے اور یہی حق ہے۔

سید صاحب نے جتنا وقت ابوبکر صدیق کی عدم افضلیت، افضلیت کی عدم قطعیت، ہر نوع اجماع کی نفی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تفضیلی ہونے پر ذخیرہ دلائل میں صرف کیا ہے اگر سلف وخلف کی کتب کا مطالعہ کرتے تو زبدۃ کی ضخامت بڑھانے کیلئے اخبار آحادہ، روایات شاذہ، اقوال ضعیفہ اور نادرہ کے ارتکاز کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑتی،،

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کی شان میں سید صاحب نے چند اقوال اپنا تبصرہ اور نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے، وہ ہمارا موضوع نہیں ہمارا موضوع افضلیت ابوبکر اور اس کی قطعیت ہے اس لئے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں،، سید نے لکھا کہ ابوحنیفہ نے بیعت کی ہوئی تھی جیسا کہ عبدالکریم شہرستان نے الملل والنحل صفحہ نمبر ۱۵۸ پر درج کیا ہے، (زبدۃ:۲۸۲)

تبصرہ میں کہا کہ اس سے پتہ چلا کہ وہ جناب مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے عقیدے میں متفق تھے ،، (ایضاً) اس کا جواب پہلے آچکا ہے،، حیرت ہے کہ سید صاحب کا قلم ایک بات کو بار، بار دہرانے اور ضبط تحریر میں لانے سے اکتاہٹ اور خفت محسوس نہیں کرتا اس لئے چارو ناچار ہمارا قلم بھی حرکت میں آجاتا ہے،، یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عبدالکریم شہرستانی غالی شیعہ ہے، یہ غیر معتبر ہے اس کی کوئی تحریر اہل سنت وجماعت کیلئے دلیل اور حجت نہیں، سید صاحب نے زبدۃ، ص، ۲۸۶، پر امام مالک رحمہ اللہ کو بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ نتھی کرتے ہوئے لکھا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما

جن کی تقلید کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے کے دونمونے پیش کئے گئے کہ یہ لوگ ان کے مرید اور باج گزار تھے جو تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔

جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ ارادت اور باج گزاری کے تانے بانے عبدالکریم شہرستانی کے بنے ہوئے ہیں دنیائے سنیت میں یہ شخص قابل اعتبار نہیں ،اہل سنت اس کے متضاد اور مغائر اعتقاد کی وجہ سے سنیت کی صف میں داخل نہیں کرتے ، بالفرض اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ہر دو آئمہ زید بن علی رضی اللہ عنہ سے قلبی ارادت اور عملی مطابقت رکھتے اور شیرینی بھی پیش کرتے تھے۔

تو مقام افضلیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیوں افضلیت دیتے تھے؟ چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ: حضرت امام مالک سے جب دریافت کیا گیا کہ ساری امت میں افضل کون ہے تو آپ نے فرمایا حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔

محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿فقد حکی ابو عبد الله المازری عن المدونة ان مالکا رحمه الله سئل ای الناس افضل بعدنبیهم ؟فقال ابوبکر ،ثم عمر ،ثم قال اوفی ذالک شک ﴾(الصواعق المحرقه :۵۷)

ترجمہ: امام مازری ابوعبداللہ نے مدونہ سے روایت کی ہے کہ بے شک امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا ابوبکر،اور پھر عمر رضی اللہ عنہما پھر آپ نے فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے؟

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابوبکر الصدیق ،ثم عمر بن الخطاب ﴾(فقه اکبر)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب امت سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں ان کے بعد حضرت عمر افضل ہیں ان کے بعد عثمان ذی النورین اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ افضل ہیں ۔(رضی اللہ عنہم) یہ کیسی بیعت اور کیسی ارادت وعقیدت ہے کہ مرشد ومقتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل مانتے ہیں اور ارادت مند حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو افضل

الامت قرار دیتے ہیں ،، ماننا پڑیگا کہ بیعت وباج گزاری کا چکر جعلی اور فرضی ہے اور یہ ساری کارستانی عبد الکریم شہرستانی کی ہے ،، حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے پیروکاروں کی نسبت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: شیعوں کا فرقہ زیدیہ (جو شیعوں کا اعتدالی فرقہ مانا جاتا ہے) کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق ہے مگر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں مصلحت تھی، کیونکہ حضرت علی کی تلوار ابھی تک دشمنوں کے خون سے تر تھی ،اور لوگ ابھی تک آپ کے دشمن تھے اگر انہیں خلافت دی جاتی تو بڑا فساد ہوتا جس سے اسلام کی بنیادیں ہل جاتیں اور اسلامی سلطنت تباہ ہوجاتی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کی وجہ سے سارے شعلہ ختم ہوگئے، یہ مذہب (زیدیہ) حضرت علی کی افضلیت پر اعتقاد رکھتا ہے ،، (تکمیل الایمان ،۱۵۸، ۱۵۹، مکتبہ نبویہ لاہور) اس کی تردید دوسرے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے ،، پھر بھی مذکورہ اس اقتباس کی روشنی میں امام ابوحنیفہ ،او امام مالک رضی اللہ عنما کا حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ قلبی جھکاؤ نظریاتی اور شعوری وحدت کیسے ممکن ہے؟ جبکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل الامت مان کر افضلیت ابوبکر صدیق ،اور حق خلافت ابوبکر سے سلب اور غضب کر کے جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو دے رہے ہیں۔

ہر دو جلیل القدر اور آفاقی آئمہ کو حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش ارادت میں جکڑنا عبد الکریم شہرستانی کی اختراعات میں سے ہے۔

ابوزہرہ مصری کے اقتباس کا تجزیہ

سید صاحب نے ’’حیات حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ‘ مولفہ استاد ابوزہرہ مصری کے ،ص: ۱۸۰، جلد ،ا،، سے یہ اقتباس نقل کیا ہے ،، معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ ہونے کے عقیدہ میں شیعہ منفرد نہ تھے بلکہ بعض صحابہ بھی اس کے قائل تھے ، چنانچہ عمار بن یاسر ، مقداد ابن الاسود ، ابوذر غفاری ، سلمان الفارسی ، جابر بن عبد اللہ انصاری ، ابی بن کعب ، حذیفہ ، بریدہ ، ابوایوب ، سہیل بن حنیف ، عثمان بن حنیف ، ابوالھیثم ، خزیمہ بن ثابت ، ابوالطفیل دوسی ، عامر بن واثلہ ، عباس

بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم ان کے بیٹے، تمام بنی ہاشم تفضیل کا عقیدہ رکھتے تھے۔ (زبدۃ، ۲۸۳)
اس کا جواب پہلے آچکا ہے ابن عبد البر نے بھی ان کے صحابہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ تفضیل علی کا عقیدہ رکھتے تھے، لیکن شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت شاذ ہے کلام مقبول اور معتبر نہیں یہ روایت شاذہ جمہور کے قول کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے۔ (تکمیل الایمان، ۱۶۳)
شیخ محقق کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ: (۱) ان صحابہ کے تفضیلی ہونے کی روایت شاذ ہے، غیر معتبر اور غیر مقبول ہے۔
(۲) ابو بکر صدیق افضل الامت ہیں یہ عقیدہ جمہور ہے جس کے مقابل روایت شاذہ کی کوئی حیثیت نہیں۔
۳۔ قول جمہور یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کے بعد ساری اُمت میں افضل ہیں، قول جمہور کی بنیاد اجماع ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے سید صاحب کا یہ کہنا کہ افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع ہوا ہی نہیں غلط ثابت ہوا اسی طرح استاد ابو زہرہ مصری کی تفضیل علی رضی اللہ عنہ کی کہانی بھی بیس صحابہ کی زبانی شاذ اور بے بنیاد نکلی۔
۴۔ شیخ محقق نے تحریر فرمایا:۔ بیہقی نے اپنی کتاب الاعتقاد میں لکھا ہے کہ ابو ثور کی شافعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کسی نے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کی تقدیم وتاخیر میں اختلاف نہیں کیا سب کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضلیت اور تقدیم رکھتے ہیں۔ (تکمیل الایمان۔ ص۔ ۱۴۳ مکتبہ بنویہ لاہور)
یہی اجماع صحابہ وتابعین ہے پھر نتیجہ اور خلاصہ کے طور پر فرمایا الغرض علمائے اہل سنت جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ تمام صحابہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو افضلیت حاصل ہے۔ (ایضاً)

آلِ بیت النبی ﷺ کون ہیں؟

سید صاحب نے تحریر کیا کہ:" و آل بیت النبی مفروض علی المسلمین حبھما ومودتھا با مر اللہ فی کتابہ العزیز قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" (شوری آیت.23)
ترجمہ: آل بیت النبی کی محبت ومودت مسلمانوں پرفرض ہے قرآن میں ہے فرمادیجیے یارسول اللہ میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا مگر میرے اقرباء کی محبت۔ (زبدۃ۔290)

بحکم قرآن بفرمان صاحب قرآن آل بیت اطہار کی محبت ومودّت جزوایمان ہے۔ان کا بغض ان سے نفرت اوران کی بےتوقیری اوران سے عداوت بے دینی اور بے ایمانی ہے کلمہ گو ہوکر کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔لیکن اس بات کا جائزہ لینا اوراس کا تعین کرنا لازمی اورضروری ہے کہ اہل بیتیا القربیٰ کون ہیں؟
تفسیر روح البیان کے حوالے سے پیر سید مہرعلی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ اس آیت کے نزول کے وقت آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ "من قرابتک ھؤلاء الذین و جبت علینا مودتھم" یعنی آپ کے اہل قرابت اوررشتہ داروں میں وہ کون لوگ ہیں جن کی دوستی ہم پرواجب کی گئی ہے آپ نے جواباً فرمایا علی فاطمہ اوران کی اولاد اوراسی روایت کی تائید وہ قول کرتا ہے جوحضرت علی سے مروی ہے"انہ قال شکوت الی رسول اللہ ﷺ حسد الناس الی فقال اماترضی ان تکون اوّل من یدخل الجنّۃ انا وانت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا وشمائلنا و ذرّیاتنا خلف ازواجنا" یعنی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورنبوی میں شکایت کی کہ لوگ میرے ساتھ حسد کرتے ہیں اس پرآپ نے فرمایا اے علی کیا تو اس پرخوش نہیں کہ سب سے پہلے میں اورتم اورحسن وحسین بہشت میں داخل ہونگے اس حالت میں کہ ہمارے دائیں بائیں ہماری بیبیاں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیبیوں کے پیچھے ہوں گی۔ (تصفیہ مابین سنی وشیعہ ۵۹)
سرکار گولڑوی رحمہ اللہ نے اس آیت کا مفہوم اورمصداق ترکیبی لحاظ سے نقل فرمایا: جاننا چاہیے کہ اس آیت کریمہ کے دومحمل ہیں۔(۱)الّا المودّۃ میں مودّت سے مراد مودّت رسول علیہ السلام ہوگی

اورکلمہ فی سببیت کے لیے یالام کے معنیٰ میں ہوگا یعنی آپ کی محبت بوجہ قرابت کے مطلوب ہے اس کی مختصر سی تشریح یہ ہے کہ بعض کفار نے ایک اجتماع میں کہا تھا کہ کیا محمد ﷺ اس تبلیغ سے اجرو عوض چاہتے ہیں تو اس آیت کے ذریعے آپ نے جواب ارشاد فرمایا میں تم سے اس کام کا کوئی اجراور معاوضہ نہیں چاہتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کو ملحوظ رکھ کر مجھ سے دوستی کرو اور مجھے ایذاء نہ پہنچاؤ کیونکہ کہ اصول شرع اور عرف وعادات مروت اور مودّت کا تقاضا کرتے ہیں۔

دوسرا محمل یہ ہے کہ مودّت سے مراد رسول علیہ السلام کے اہل قرابت کی دوستی ہو اس صورت میں کلمہ فی ظرفیت کے لیے ہے ظرف مستقر المودة سے حال ہوگا اور یہ آیت منجملہ اُن آیات کے ہوگی جن میں فضائل اہل بیت سیدنا فاطمہ، علی، حسن، حسین علیہم السلام خصوصاً اور اہل قرابت آنحضرت ﷺ عموماً ہونگے بشرطیکہ وہ مومنین سے ہوں۔ (تصفیہ ما بین سنی وشیعہ ۵۹)

سرکار گولڑوی رحمہ اللہ کی تفصیل سے واضح ہوا کہ اہل بیت کا مدلول حضرت علی، حضرت فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں اور عموم معنی کی بناء پر ان کے علاوہ تمام قرابت دار ہونگے جو مومنین ہیں، یہی وہ نفوس وقدسیہ ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی جس نے یہ فیصلہ کردیا کہ ہر خاندان اہل بیت سے پیدا ہونے والا ہر فرد اعتقاد وعمل کی طہارت کا ضامن اور سرچشمہ ہوگا اہل بیت کے خاندان سے چلنے والی نسل بدعقیدگی اور بدعملی کی آلودگیوں سے پاک ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود خصوصی طور پر اس خاندان سے جنم لینے والے افراد کے لیے نفاست، نظافت، عقیدہ وعمل کی تطہیر کا وعدہ فرما رکھا ہے جس نسل اور نسل کے افراد کے لیے عقیدہ اور عمل کے پاکیزہ اور شفاف رکھنے کا اللہ نے وعدہ لے رکھا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ افراد اہل بیت بدعملی اور بداعتقادی کی نجاستوں سے آلودہ ہوں، سید وہی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے حسن عمل اور نور عقیدہ کی برسات ہو، اور وہی محبت اور مودّت کا سزاوار ہے، سید ہونے کے دعوے پر احترام وتوقیر، محبت ومودّت کا تقاضا کرنے والوں کو اس سے پہلے عقیدہ کی صحت وپاکیزگی، عمل

کے حسن و جمال پر نظر رکھنی ہوگی۔"خیر امام خیر هادی"(زبدۃ:ص298)

علی رضی الله عنه خیر امام خیر هادی کی توضیح

یہ دونوں مرکبات توصیفی امام شافعی رحمہ اللہ کے قصیدۂ نعتیہ کا آخری مصرعہ ہے جوانہوں نے جناب حیدر کرار کی شان میں کہا ہے۔سید صاحب نے اس مصرعہ کا ترجمہ یوں کیا ہے سب سے اچھا امام سب سے اچھا ہادی علی رضی اللہ عنہ ہے اہل علم کے نزدیک اسم تفضیل کے تین استعمال ہیں بواسطہ من بذریعہ الف لام تعریف بطور اضافت جواباً کہا جائیگا کہ (۱) خیر اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کے تین طریقے ہیں۔ ا:۔اضافت، جیسے زید افضل الناس بوقت اضافت مضاف الیہ کا معرفہ ہونا ضروری ہے،خواہ معرفہ بالضمیر ہوجیسے خیر کم من تعلم القرآن و علمه، یامعرفہ بالام ہوجیسے زید افضل الناس یا مستعمل بمن ہوگا جیسے زید افضل من عمر یا الف ولام کے ساتھ ہوگا جیسے زید ن الافضل خیر امام خیر ھادی میں اضافت کی کوئی صورت متحقق نہیں ہوسکتی، کیونکہ امام، ہادی دونوں نکرہ ہیں۔

۲:۔اسم تفضیل کے مضاف ہونے کی صورت میں اس کے دو معنیٰ ہوتے ہیں ابنِ حاجب نے فرمایا: "فاذااضیف فله معنیان،احد هما و هو الا کثر ان تقصد به الزیادة علی من اضیف الیه فیشتر ط ان یکون منهم مثل زید افضل الناس "

ترجمہ:۔ اسم تفضیل مضاف ہوگا تواس کے دو معنیٰ ہونگے۔ایک معنیٰ جو اکثر مراد لیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اسم تفضیل کے موصوف کی زیادتی مضاف الیہ پر مقصود ہو،لیکن شرط یہ ہے کہ مفضل مفضل علیہ کے مفہوم میں داخل ہوجیسے زید افضل الناس میں زید مفضل الناس جو مفضل علیہ ہے اس کے مفہوم میں داخل ہے دوسرا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔:"والثانی ان تقصد زیادة مطلقة ویضاف للتوضیح" دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ اسم تفضیل سے مطلق زیادتی مراد لی جائے اس صورت میں اسکی اضافت صرف توضیح کے لیے ہوگی جیسے یوسف احسن اخوتہ یہاں یوسف اخوتہ میں داخل نہیں مقصود صرف یوسف علیہ السلام کے حسن کی علی الاطلاق زیادتی کو بیان کرنا ہے مذکورہ مثال میں احسن اخوتہ

کی طرف مضاف ہے جو معرفہ ہے۔

اضافت کی صورت میں اس کا مضاف الیہ معرفہ ہوگا نکرہ نہیں ہوسکتا اگر یہ تاویل کی جائے کہ خیر امام من کل الناس کی صورت میں ہے تو یہ تاویل بھی غلط ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اسم تفضیل ایک ہی وقت میں دو طریقوں سے استعمال ہوا ہے علامہ جامی نے فرمایا: ''فلا یجوز الجمع بین اثنین منھا نحو زیدن الا فضل من عمر'' ایک وقت میں دو طریقوں کو جمع کرنا جائز نہیں جس طرح زیدن الافضل من عمرو کہنا درست نہیں بالکل اسی طرح علی خیر امام من الناس کہنا بھی جائز نہیں تا کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضرت علی کی افضیلت کو ثابت کیا جاسکے۔ (فافھم)

۳:۔ سید صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ خیر مضاف ہے امام کی طرف جونکرہ ہوکر حکم جمع میں ہے، بھی غلط ہے کیونکہ نکرہ مفید عموم اور مفید جمعیت اس وقت ہوتا ہے جب کہ تحت النفی واقع ہو جیسے:

'' ما کان محمد اباا حد من و جالکم ما من شفیع الا باذنالله ماارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله'' خیر امام میں امام سے پہلے کوئی حرف نفی نہیں لہٰذا جس طرح خیر امام کی اضافت جائز نہیں اسی طرح لفظ امام جونکرہ ہے کو معنی جمعیت میں لینا یا تبدیل کرنا غلط ہے۔ ہاں ترکیب توصیفی تقدیم و تاخیر ممکن ہے لیکن سید صاحب کا وہ موقف ہی نہیں موقف وہی ہے جو اوپر تحریر ہوا ہے۔

سید صاحب نے تحریر کیا کہ اسم تفضیل کا استعمال بطریقہ اضافت کا معنی یہ ہے کہ مضاف ان سب خوبیوں کا مالک ہے جو کہ مضاف الیہ میں پائی جاتی ہیں اور ان کے سوا ان خوبیوں کا بھی مالک ہوتا ہے جو کہ مضاف الیہ کے کسی فرد میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ (زبدۃ۔299)

جواباً کہا جائیگا کہ یہ کلیہ مصنوعی اور سید صاحب کا خود ساختہ ہے کیونکہ ابنِ حاجب اور ملا جامی کے اقوال سے نقل ہو چکا ہے کہ اضافت کی صورت میں دو معنیٰ مراد ہوتے ہیں (1) مفضل میں مفضل علیہ کی نسبت وصف خوبی زیادہ پائی جاتی ہے۔ اور مفضل مفضل علیہ کے افراد میں سے ایک فرد ہوکر داخل اور شامل ہوتا ہے یہ زیادتی کسی ایک وصف میں ہوتی ہے تمام اوصاف اور تمام فضائل میں

نہیں ہوتی جسے أَعْـلَـمُ اقـراءُ، احسنُ میں زیادتی فقط علم، فقط فن قرأت، فقط حسن و جمال میں پائے جانے پر صیغہائے اسم تفضیل کا موصوف ان خوبیوں کا بھی مالک ہوتا ہے جو مضاف الیہ میں پائی جاتی ہیں تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں وہ چار خوبیاں ایسی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ میں نہیں پائی جاتیں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے خود ان کا اقرار اور اعتراف کیا ہے، ہم الریاض النضرۃ :ص: ۲۱۰، سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کر آئے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے ایام علالت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں امام مقرر فرمایا۔ یہ وہ خوبی ہے جو صرف اور صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی کسی اور کا نصیب اور مقدر نہ بن سکی۔

ان حقائق سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اسم تفضیل بارے سیّد صاحب کے تمام کلیے غلط اور خود ساختہ ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں سید صاحب نے حضرت امام شافعی کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار سے ان کا عقیدہ کھل کر سامنے آجاتا ہے انہوں نے جناب علی المرتضٰی کو خیر امام خیر ہادی، سب سے اچھا اور افضل ہادی کہا آپ ہاشمی تھے ہاشمی ہونے کے ناطے سے بھی جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ ممکن تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تفضیلی نہ تھے

جولباً کہا جائیگا کہ یہاں خاندانی ازم کا کوئی تعلق نہیں سید صاحب نے یہ اضافی گرہ لگادی ہے، یہ عقیدہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے لیے ممکن نہیں اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں امام شافعی کی زبانی صحابہ اور تابعین کا افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اجماع نقل کیا ہے امام موصوف اجماع صحابہ اور تابعین کی مخالفت کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

۲۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار جو افضلیت ابوبکر صدیق کے روشن دلائل

ہیں لفظاً حدیث تقریری اور معناً حدیث مرفوع ہیں اور زبدۃ کے ص۔ 51،52 پر درج ہیں ان کی موجودگی اور صراحت کے بعد تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدۂ امام شافعی کیسے اپنا سکتے ہیں؟ سورۂ حدید کی آیت نمبر 10 سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ثابت ہونے والی افضلیت قطعیہ پر ان اشعار سے خط تنسیخ کیسے کھینچ سکتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضیلت پر اس مصرعہ سے استدلال کرنا کہ امام ہاشمیت کی وجہ سے خیر امام کہہ گئے ہیں سید صاحب کی اضافیات میں سے ہے ورنہ ایک آفاقی امام کو خاندانی ازم سے کیا تعلق؟

۳۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خیر البریہ کہا گیا ہے یہاں لفظ خیر مضاف اور البریہ مضاف الیہ ہے، خیر اسم تفضیل ہے، ابن حاجب اور ملّا جامی کی توضیحات کے مطابق اسم تفضیل کی اضافت دو معنوں کا فائدہ دے گی، ا۔ مفضل میں وہ وصف، وہ خوبی، مفضل علیہم کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی ہے اور مفضل، علیہم کے افراد میں سے ایک فرد ہے،، اس معنی کی روشنی میں خیر البریہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ مضاف یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ''البریہ'' ساری مخلوق بعد از انبیاء کرام میں پائی جانے والی خوبیوں (فضیلتوں) سے زیادہ خوبیوں اور فضیلتوں کے مالک ہیں افضل الامت یا افضل البشر بعد الا انبیاء کا بھی یہی معنیٰ اور مفہوم ہے اور اگر بقول سید صاحب یہ بھی تسلیم کر دیا جائے کہ مضاف یعنی اسم تفضیل تو مفضل علیہم کی تمام اجتماعی خوبیوں کا مالک ہے مگر مضاف میں پائی جانے والی خوبیوں کا مضاف الیہ کا کوئی فرد مالک نہیں تو خیر البریہ کا معنیٰ ہوگا کہ پوری امت میں پائی جانے والی ہر ہر خوبی اور فضیلت کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مالک ہیں۔ لیکن جو خوبیاں انفرادی طور پر ذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں کوئی بھی فرد ان کا مالک نہیں یہ بھی درست ہے کہ واقعی بحیثیت مومن اوّل خادم اسلام، مجاہد اوّل، رفیق ہجرت، یار غار یار مزار، صاحب کوثر ایسی بلند پایہ خوبیاں ہیں جو پوری امت میں سے صرف آپ کا ہی مقدر بنیں انبیاء و رسولوں کے بعد جن کی بدولت فلک انسانیت کے آپ آفتاب جہاں تاب بنے، جس کا مطلع و مشرق آغوش رسالت ہے آپ ہی وہ نیر تاباں ہیں جو ذات رسول سے فیضان نبوت اور انوار

رسالت کی سوغات لے کر ملت صدیقیہ میں بانٹ رہے ہیں اور صبح قیامت تک بانٹتے رہیں گے ذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی وہ شمس نصف النہار ہے جس کا مغرب نہیں کیونکہ اس کا سفر انوار توحید کے جلال اور فیضان رسالت کے جمال میں ہو رہا ہے جن کا زوال نہیں۔

۲۔ دوسرا معنیٰ مضاف کے لیے مطلق زیادتی وصف کا اثبات ہے اس معنی کے اعتبار پر مضاف مضاف الیہ کے افراد میں سے نہیں ہوتا اس معنی سے مقصود مضاف کے فضائل خاصہ اور مضاف کا مضاف الیہ میں عدم دخول ہوتا ہے جیسے یوسف احسن اخوتہ،، میں یوسف علیہ السلام کے حسن بے مثال کو بیان کرنا ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ حسن با کمال کی بدولت حضرت یوسف علیہ السلام اخوتہ میں داخل نہیں، داخل ہونے کی صورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے اخوان کے لیے بھی حسن تسلیم کرنا پڑے گا، فرق صرف اس قدر ہوگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اُن کی بہ نسبت زیادہ ہے پھر اس معنیٰ اور پہلے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں رہے گا خیر البریہ میں بوجہ اضافت اگر دوسرا معنیٰ لیا جائے تو بھی مناسب ہے یعنی یوں کہا جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق اپنے جداگانہ فضائل کی وجہ سے یکتا، تنہا اور منفرد ہیں فضائل اور خصائص خاصہ میں باقی صحابہ میں داخل اور شامل نہیں ہیں خیر البریہ کی ترکیب اس معنیٰ کو بھی قبول کرتی ہے۔

ساری گفتگو کا اختصار یہ ہے کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیر امام خیر ہادی کہا ہے اس سے جناب صدیق اکبر کے خیر البریہ ہونے کی نفی لازم آتی ہے نہ تعارض، یہ قول امام ہے اور وہ حدیث تقریری اور حدیث مرفوع ہے سید صاحب نے سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ کا قول واضح نقل کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبات میں فرمایا ہے" **لا یقاس بآل محمد ﷺ من هذاالا مة احدا،،** یعنی آل پاک محمد ﷺ سے کسی کو مساوات نہیں یہ حوالہ تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص۔۸۵ سے نقل کیا گیا ہے۔

امت محمدیہ میں آل محمد ﷺ جیسا کوئی نہیں کا مفہوم

جواباً کہا جائیگا کہ آل محمد ﷺ سے مراد اگر سیدہ فاطمہ زہرا اور ان کے برادر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما

ہوں یا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک تو ان کا شیخین سے افضل ہونا مسلم ہے کیونکہ یہ نفوس قدسیہ رسول ﷺ کے جگر پارے ہیں اس پر اگرچہ گفتگو پہلے ہو چکی ہے، تاہم یہاں تقاضائے مقام کی خاطر دوبارہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا محدث ابنِ حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا'' واما وقع فی طبقات ابن السبکی عن بعض المتا خرین من تفضل الحسنین من حیث انهما بضعه فلا ینا فی ذالک لما قد مناه ان المفضول قد توجد فیه مزیة لیس فی الفاضل، علی ان هذا تفضیل لایرجع لکثرت الثواب بل لمزیة شرف ففی ذات اولاده ﷺ من الشرف مالیس فی ذات الشیخین ولکنهما اکثر ثوابا واعظم نفعاللمسمین والا سلام واخشیٰ لِلّٰه و اتقیٰ ممن عد اهما من اولاده ﷺ فضلا عن غیرهم (الصواعق المحوقه ۵۹)

ترجمہ: امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات کبریٰ میں بعض متاخرین سے جو یہ نقل کیا ہے کہ حسنین رضی اللہ عنہما چونکہ جگر گوشہائے رسول ﷺ ہیں اس لیے وہ شیخین سے افضل ہیں یہ نقل شیخین کی افضلیت کے منافی نہیں کیونکہ ہم پہلے تحریر کر آئے کہ مفضول میں ایسی خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں نہیں ہوتی علاوہ ازیں حسنین اور آپ کی اولادِ پاک میں جو فضیلت پائی گئی ہے اس کی وجہ کثرت ثواب نہیں بلکہ یہ شرف اور یہ فضیلت اولاد رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ شرف شیخین کی ذات میں نہیں، لیکن شیخین کی افضلیت اس سے وجہ ہے کہ وہ کثرت ثواب کے حامل اسلام اور مسلمانوں کے عظیم محسن اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے اور سب سے زیادہ تقوی شعار، یہ فضائل رسول اللہ ﷺ کی اولاد پاک میں بھی نہیں پائے جاتے اور تو اور رہے۔ کاش سید صاحب سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ کا فرمان دربارۂ افضلیت شیخین تصفیہ مابین سنی وشیعہ کے ص ۲۳ پر بھی دیکھ لیتے اور ذیلی حاشیہ بھی ملاحظ کر لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ رئیس المجددین کا افضلیت شیخین میں عقیدہ کیا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ آلِ رسولِ پاک ﷺ سے کسی کو بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ مساوات نہیں۔

سید صاحب نے بحوالہ طبرانی حدیث نقل کی ہے جس کا متن یہ ہے ''اوّل من اشفع له یوم القیامة من اُمتی اهل بیتی ، ثم الاقرب فالا قرب من قریش ثم الانصار ثم من امن بی و

اتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الا عاجم ومن اشفع له اوّلا افضل" (زبدة : 300)
سید صاحب کا اس پر تبصرہ یہ ہے کہ میں پوری امت میں سے سب سے پہلے اپنی اہل بیت کی شفاعت کروں گا یہ صغریٰ ہوا اور جس کی میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ سب سے افضل ہے یہ کبریٰ ہوا نتیجہ منطقیہ یہ ہوا کہ میری اہل بیت پوری اُمت سے افضل ہے تفضیل میں جا کر کہا کہ جملہ صحابہء کرام امتی ہیں اور صرف اہل بیعت ہی اہل بیت ہیں اور اہل بیت جملہ اقسام اُمت سے افضل ہیں۔
(زبدۃ:301)

اہل بیت بھی امتی ہیں

جواباً کہا جائیگا کہ اہل بیت بھی اُمتی ہیں اور اس کی دلیل اوّل من اشفع لہ یوم القیامتہ من امتی ، اہل بیتی کا پورا جملہ ہے یہ من تبعیضیہ یابیانیہ ہے، معنیٰ یہ ہوگا کہ پوری امت سے بعض جن افراد کی سفارش پہلے کرونگا وہ میری اہل بیت ہے بیانیہ ہونیکی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ اہل بیت بھی امت ہیں لیکن ان کی افضلیت کی وجہ سے ان کی شفاعت پہلے کرونگا جس طرح صحابہ کرام امتی ہیں اسی طرح اہل بیت بھی امت ہیں اللہ کا ارشاد کنتم خیر امة ،الامة بل ا تفریق سب کے لیے ہے ہر کلمہ گو مسلمان رسول اللہ ﷺ کا اُمتی ہے، اُمتی کے مفہوم عام سے من تبعیضیہ کے ذریعے ایک فرد ایک قسم (اہل بیت) کو بقیہ اقسام سے ممتاز کیا گیا ہے اور اولیت دی گئی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کا حقیقی محمل کیا ہے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شفاعت کرنے کے لیے شفاعت کئے جانے والے فرد، افراد کا گنہگار اور دوزخی ہونا ضروری ہے اگر وہ حصول جنت کے شرائط اور معیار پر پوارا اترتا ہو یا منجانب اللہ اس کو جنت کی بشارت دنیا میں دے دی گئی ہو تو وہ گنہگار ہے نہ دوزخی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہے شفاعتی لا ھل الکبائر من اُمتی ،(ترمذی ابوداؤد،ابنِ ماجہ) رسول اللہ ﷺ بڑے مجرموں کی شفاعت فرمائینگے۔اہل بیت سے مراد کون ہیں؟ اس میں پانچ قول ہیں۔

۱۔ آل کساء یعنی علی، حسن، حسین سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہم السلام ہیں صحابہ میں سے ابوسعید

الخذری رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے خاص کر مجاہد رضی اللہ عنہ او، قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے
اور اس پر روایات کثیرہ پائی جاتی ہیں۔

۲۔ جمہور کا قول ہے اہل بیت کا لفظ امہات المومنین اور آل عباء دونوں کو شامل ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس صحابہ میں سے اور حضرت عکرمہ کا تابعین سے قول یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں

۴۔ ابنِ حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں امام ثعلبی سے نقل فرمایا کہ اہل بیت سے مراد بنو ہاشم اور بیت سے مراد بیت النسب ہے تفسیر خازن میں زید بن ارقم کا یہی قول منقول ہے۔

۵۔ پانچواں قول خطیب شربینی کا ہے جس کو سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے نقل فرمایا ہے کہ اہل بیت سے مراد سب تعلق دار ازواج مطہرات اور آپ کی اولاد علیہم السلام ہے اور وہ خدام ہیں جن کا تعلق رسول ﷺ کے ساتھ ممتاز بدرجہ لزوم تھا۔ جیسے سلمان فارسی، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے سلمان منا اهل البیت کہ سلمان اہل بیت سے ہے۔ (کلہا من تصفیہ مابین سنی وشیعہ۔۵۴)

آل عبا، ازواج مطہرات اور سلمان فارسی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ بوجہ گنہگاری محتاج شفاعت ہونگے کیونکہ یہ حضرات دنیاوی زندگی میں ہی جنتی ہونے کی بشارات سُن چکے ہیں تو لامحالہ اہل بیتی سے مراد وہ تعلق دار یا بنو ہاشم ہونگے جو کسی وجہ سے آپ کی شفاعت کے محتاج ہونگے جو لوگ اہل بیت ہو کر محتاج شفاعت ہیں وہ شیخین رضی اللہ عنہما سے افضل کس طرح ہو سکتے ہیں جن کی افضلیت پر قرآن حدیث اور اجماع اُمت نے مہر تصدیق ثبت فرما رکھی ہے۔

۶۔ ومن اشفع له اوّلا افضل سے مراد وہ اہل بیت ہیں جو محتاج شفاعت ہیں بوجہ قرابتداری اور نسبی تعلق کے میں اُن کی شفاعت پہلے کروں گا پھر قریش اور اُن میں قریبی لوگوں کی پھر اہل یمن، پھر بقیہ اہل عرب، پھر عجمی لوگوں کو اپنی شفاعت سے سرفراز فرماؤنگا جن کی شفاعت پہلے ہو گی وہ افضل ہیں کیونکہ میرے قرابتدار نسبی تعلق دار ہیں۔ جس طرح علی الاطلاق اہل بیت سے مراد

تمام اہل بیت نہیں بلکہ قابل شفاعت اہل بیت ہیں اسی طرح افضل سے مراد افضلیت علی الاطلاق نہیں تا کہ یہ کہا جا سکے کہ اہل بیت تمام صحابہ بشمول خلفاء اربعہ سے افضل ہیں بلکہ یہ افضلیت بیان کیے گئے قابل شفاعت لوگوں کے لحاظ سے ہے قابلِ شفاعت اہل بیت کسی بھی صحابی سے افضل نہیں ہو سکتے کیونکہ غوث صمدانی شہباز لامکانی شیخ عبدالقادر جیلانی نے حضرت ابو ہریرہ کی زبانی یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا جو صحابی کسی مقام پر فوت ہو جائے وہ اس زمین والوں کے لیے شفیع بنا دیا جائیگا۔ (غنیۃ:۲۶۹) معلوم ہوا صحابی رسول محتاج شفاعت نہیں بلکہ شفیع ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو بدوں حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے محبّ الدین طبری نے نقل فرمایا ابو بکر اور ان سے محبت کرنے والے بدوں حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے (الریاض النضرۃ ۔۱:ص:۱۶۵) حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ”کل الناس یحاسب یوم القیامۃ الا ابابکر (ابونعیم ، کنزالعمال . ۱۱ . ۲۵۵) تمام لوگوں کا حساب و کتاب ہوگا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس صورت حال میں اہل بیت جو محتاج شفاعت ہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کیسے ہوئے؟ یہ مفاضلہ محتاج شفاعت اہل بیت اور دیگر قریش اہل یمن اہل عرب اور اہل عجم کے درمیان ہے اس سے تمام صحابہ عشرہ مبشرہ بیعت الرضوان اُحد والے اور خلفائے اربعہ کے درمیان مفاضلہ پیدا کرنا غلط ہے۔

۳۔ اگرچہ بظاہر یہ حدیث مرفوع ہے مگر عموم معنیٰ مراد لینے سے آیات، احادیث اور اجماع کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ شیخین کی افضلیت ان ادلّہ ثلاثہ سے ثابت ہے۔

۴۔ اگر اہل بیت کی تاویل محتاج شفاعت اہل بیت سے نہ کی جائے تو اُن احادیث کے ساتھ اس حدیث کا تعارض اور تضاد لازم آتا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے شیخین کی افضلیت بیان فرمائی ہے۔ نیز یہ خبر واحد ہے اس کے مقابل احادیث مرفوعہ ہیں جو راجح ہیں اور یہ مرجوح ہے۔

حضرت عمر حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بارش کیلئے دعا کرانے کیوں حاضر ہوئے

سید صاحب نے تحریر کیا کہ جناب عمر فاروق عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اہل بیت کو کل امت سے افضل سمجھ کر اور پورے یقین سے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص سے دعا کراؤنگا جس کی وجہ سے بالیقین بارش ہوگی۔ (زبدۃ۔ص 303) بروایت امام بخاری لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دُعائے استسقاء کے واسطے آئے، سوال یہ ہے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کیوں آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کیا تھے؟ خلیفہ یا ایک عام مومن؟ لوگ اسی لیے آئے آپ خلیفہ تھے۔ حضرت عباس اور دیگر بنو ہاشم آپ کی بیعت پر تھے۔ انھوں نے یہ بیعت اپنے سے افضل سمجھ کر کی یا مفضول سمجھ کر؟ اصول اسلام کے مطابق افضل کی موجودگی میں مفضول خلیفہ ہو ہی نہیں سکتا اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ افضل الامت تھے تو لوگوں نے تاج خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر کیوں رکھا؟ ان کی بیعت اور اطاعت کیوں کی؟ صحابہ نے حضرت عباس کی حق تلفی ہوتے دیکھ کر خاموشی کیوں اختیار کی؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر بنی ہاشم نے نکتہ اعتراض کیوں نہ اُٹھایا؟ حیدر کرار کی ذوالفقار بنی ہاشم کے تیغ وسنان اپنی اپنی کمین گاہوں میں کیوں چھپے رہے؟ حق وصداقت کی زبانوں کو تالے کیوں لگ گئے عدل وانصاف کا پہیا مدینہ کی فضاؤں میں کیوں نہیں بولا ابھی تو رسالت کے انوار اور وحیؔ کے آثار باقی اور مدینہ کی فضاؤں میں دمک رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے مدینہ کے گلی کوچے خوشبوئے رسول اللہ ﷺ سے آشنا ہیں مدینہ کے در و بام پر رُخ والضحیٰ کی شوخی حسن زندہ ہے رسول اللہ کے تذکرے آمد رسول کا مغالطہ دے رہے ہیں۔ ہر مومن کے دل میں حب رسول کے جلوے تابندہ ہیں تو پھر کیوں تسلیم کیا جائے کہ صحابہ نے خلافت عمر فاروق کا فیصلہ صحیح نہیں فرمایا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق کے لیے تفویض خلافت کا حکم ایک کاغذ پر جاری فرمایا، صحابہ نے صحیفہ آسمانی کی طرح اس کو سینے سے لگایا اور سر تسلیم خم کئے ماننا پڑے گا کہ عمر فاروق کی شخصیت بار خلافت کے لیے موزوں اور افضیلت کے عنوان میں صحابہ کے نزدیک مسلمہ تھی عظمتوں کے اس پیکر نے در عباس رضی اللہ عنہ پر جو حاضری دی اس کا

مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عباس کی رگوں میں بھی وہی خون رواں دواں ہے جس خون نے عبدالمطلب کو رسول اللہ ﷺ کی صورت میں پوتا اور حضرت عبداللہ کے گھر بیٹا دیا تھا۔ یہ خون کا تقدس اور قرابت کی عظمت تھی جو خلیفہء وقت عمر فاروق کو در عباس رضی اللہ عنہ پر لے آئی۔ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب عباس رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھا تو بھی اس عظمت اور افضلیت کی تہوں میں نسبت رسول اللہ ﷺ ہی کار فرما ہے۔ خون رسالت، اور خون عباس کی وحدت اپنی جگہ مسلّمہ حقیقت ہے مگر جناب عمر فاروق کا جناب عباس رضی اللہ عنہ کو افضل الامت سمجھنا اور اسی بنیاد پر در عباس رضی اللہ عنہ پر حاضر ہونا محال ہے کیونکہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع صحابہ میں جناب ابی عبیدہ ابنِ الجراح رضی اللہ عنہ کی معیت میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو انت خیرنا وافضلنا کہہ کر افضلیت ابوبکر صدیق کی قطعیت پر اجماع کی مہر لگوانے والے عمر ہی ہیں جناب عباس رضی اللہ عنہ کے در پر حاضری خاندان نبوت کا فرد ہونے کی وجہ سے ہے افضل الامت ہونے کی بناء پر نہیں سید صاحب کا تبصرہ غلط اور بے بنیاد ہے۔

سید صاحب نے حضرت عبداللہ بن عباس کی تقریر پر اپنے تبصرہ میں لکھا، ، جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جناب مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد یہ کہنا ''وہ مومنین اور متقین سے افضل تھے اور ہر اس شخص سے اکرم تھے جس نے قمیص پہنی اور چادر اُوڑھی'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اظہار عقیدہ تھا۔ (زبدة۔313)

جواباً تحریر کیا جاتا ہے:۔ کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ مومنین اور متقین سے افضل تھے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، متقی ہونا اور بات ہے، اور اتقیٰ ہونا اور بات ہے متقی کلی ہے اور اتقیٰ جزی حقیقی ہے متقی اسم فاعل ہے، اتقیٰ اسم تفضیل ہے اسم تفضیل اپنے موصوف میں اس فضل اور اس خوبی کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے جو خوبی دوسروں میں پائی جاتی ہے، متقی وہ ہے جس میں تقویٰ کی خوبی پائے جائے'' اتقیٰ وہ ہے جس میں یہ خوبی (تقویٰ) دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی جائے، جس میں زیادہ پائی جائیگی وہ مفضل ہے اور جن میں اس سے کم پائی جائیگی وہ مفضل علیہم ہونگے'' اسم تفضیل اپنے موصوف کی

انفرادیت اور یکتائی پر دلالت کرتا ہے، جبکہ متقی اس وصف سے موصوف ہر فرد کو اپنے موصوف کے ساتھ شراکت کی اجازت دیتا ہے۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ متقین اور مومنین کے سردار ہیں جبکہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اخشی اور اتقی تھے اور یہ انہی کا طرہ امتیاز اور خاصہ لازمہ بیّنہ ہے محمد بن زبیر سے ابن عساکر نے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ انہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا کہ یہ پوچھ آؤ کہ کیا رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق کو اپنا نائب بنانا چاہتے تھے؟ حضرت حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ کیا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو اس میں کوئی شک ہے؟ تیرا باپ مرے: ہاں قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے بغیر کوئی اِلہ نہیں، البتہ بیشک ان کو خلیفہ بنانا چاہا تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والے اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والے (اتقیٰ) تھے۔

محدث ابنِ جوزی نے کہا: اجمعو اعلی انھا نزلت فی ابی بکر" (تاریخ الخلفاء ۲۹)

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا: "اجمع المفسرون علی انّ المراد بالا تقیٰ ابوبکر"

محدث ابنِ جوزی اور امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا اتقیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس پر تمام اہل سنت کے محدثین اور تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ محدث ابنِ حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ففیھا التصریح بانہ اتقیٰ من سائر الا مۃ" (الصواعق المحرقہ ۶۶)

جب یہ امر محقق ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پوری اُمت میں افضل ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مومنین اور متقین سے افضل تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اتقیٰ ہونے کے معارض اور منافی نہیں؟

۲۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اتقیٰ ہونے کے معارض ہے جیسا کہ سید صاحب نے سمجھ لیا ہے پھر بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ کا قول مرجوح ہے اس لئے مرجوح ہے کہ اس کے مقابل سیجنبھا التقی الا یہ نصّ قطعی ہے جسکو بہر صورت ترجیح حاصل ہے۔ یہ راجح اور قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مرجوح ہے۔

۳۔ یہ خبر واحد ہے حدیث موقوف ہے اس کے مقابل احادیث مرفوعہ اور اجماع ہے جن کو ترجیح حاصل ہے۔

۴۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا عقیدہ اپنے بیان اور اپنی ہی روایت کے معارض ہے جب آپ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر تبصرہ کرنے کو کہا گیا تو آپ نے اثنائے تبصرہ فرمایا: "ومن الله خائفاً فاق اصحابه و دعا وقناعة و زادبرا" (الریاض النضرة: ص، ۵۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، تقویٰ اور قناعت میں سب صحابہ کو پیچھے چھوڑنے والے، نیکوکاری کی حد کو پہنچنے والے ان جملوں کا مفہوم اور مدلول اتقیٰ لِللہ ہے۔

۵۔ آپ رضی اللہ عنہما کا عقیدہ اپنی روایت کے منافی ہے۔ "عن ابن عباس قال رائيت رسول اللهﷺ واقفا مع علی اذا قبل ابوبكر فصافحه النبیﷺ وعانقه وقبل فاه ابی بكر فقالﷺ يا ابا الحسن منزلة ابی بكر عندی كمنزلتی عندربی خرجه الملاء فی سير ته" (الرياض النضرة. ۱. ۱۸۵)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسولﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کھڑے دیکھا، اسی اثناء میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے نبی کریمﷺ نے ان سے مصافحہ فرمایا: ان کا منہ چوما اور پھر ارشاد فرمایا اے ابالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) ابوبکر کا مقام میرے ہاں اس طرح ہے جس طرح میرا مقام اللہ کے ہاں ہے یعنی جس طرح میں اللہ کے ہاں افضل الکائنات ہوں اسی طرح ابوبکر صدیق میرے نزدیک انبیاء اور رسولوں کے بعد افضل البشر ہے اس حدیث سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عباس کا عقیدہ اس روایت کے مغائر ہے۔

۲۔ عبداللہ بن عباس کا قول حدیث موقوف خبر واحد ہے اور یہ حدیث مرفوع ہے جو قطعی الدلالۃ اور قطعی الحکم ہے۔

۳۔ اس حدیث کو جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی تائید اور توثیق حاصل ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو مخاطب فرما کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام اور مرتبہ

بیان فرمایا ہے۔ ؎

۴۔رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاضری اور سماعت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل البشر بعد الانبیاء والرسل فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مقابل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اور عقیدہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ محتاج تحریر نہیں۔

طبرانی کبیر کی حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب

حدیث یہ ہے۔"عن الحسن بن علی قال ، قال رسول الله ﷺ ادعوالی سیّد العرب یعنی علی بن ابی طالب الحدیث"

(کنز العمال 36,448,/13طبرانی کبیر، ص.88/3،حلیة الاولیاء ص. 102/1)

ترجمہ:۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ میرے پاس عرب کے سردار کو بلاؤ یعنی علی ابن ابی طالب کو بلاؤ۔(زبدۃ۔ص۔318)

سید صاحب اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ وہ بھی العرب میں داخل اور شامل ہیں جب ابوبکر صدیق العرب میں شامل اور داخل ہیں تو مولا مرتضٰی رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوکر ان سے بھی افضل ہوئے۔

جواباً کہا جائے گا کہ بے شک جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ العرب کے اطلاق اور عموم میں داخل ہیں لیکن پھر بھی اس حدیث سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اس لیے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت کا دائرہ پوری انسانیت کو محیط ہے۔جس کے دو خطے ہیں خطہّ عرب اور خطہّ عجم، آپ کی امت بھی عرب وعجم کی پہنائیوں اور وسعتوں تک پھیلی ہوئی ہے۔حدیث پاک میں سید العرب ہونے کی تخصیص ہے سید العرب والعجم ہونے کی تعمیم نہیں اگر سید العرب والعجم ہونے کی تصریح ہوتی تو استدلال کرنا درست ہوتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب صدیق اکبر سے افضل ہیں۔

۲۔جبکہ اس کے مقابل امام طبرانی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کردہ یہ حدیث نقل کی ہے،"قال قال

رسو ل الله ﷺ ابوبکر الصدیق خیر الناس الا ان یکون نبی" (تاریخ الحلفاء. ص.

۳۵) ترجمہ :۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کے بعد ابوبکر صدیق تمام انسانوں سے افضل ہیں۔

۳۔ یہی امام طبرانی الاوسط، میں سعد بن زرارہ سے مروی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ:

"قال رسول الله ﷺ ان روح القدس جبریل اخبر نی ان خیر امتک بعد ک ابوبکر (ایضاً) ترجمہ: ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ۔ بے شک جبریل امین روح القدس نے مجھے خبر سنائی ہے آپ کے بعد آپ کی اُمت کا سب سے بہتر (افضل) انسان ابوبکر ہیں (رضی اللہ عنہ)

۴۔ کنزالعمال 32578/11۔ ص۔ 251۔ پر یہ حدیث موجود ہے "لما خلق الله العرش کتب علیه بقلم من نور طول القلم مابین المشرق و المغرب لا اله الا الله محمد رسول الله به اخذ وبه اعطی و امته افضل الا مم و افضلها ابوبکر الصدیق (الرافعی ، عن سلمان)

ترجمہ: ۔ امام رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عرش عظیم کو پیدا فرمایا تو نور سے قلم کے ساتھ اس پر تحریر فرمایا: ۔ قلم کی لمبائی اتنی ہے جتنی مشرق اور مغرب کی مسافت ہے۔ (کیا لکھا) لا الہ اللہ محمد رسول اللہ، میری پکڑ اسی کی وجہ سے ہو گی۔ اور میری عطا بھی اسی کی وجہ سے ہوگی محمد (ﷺ) کی اُمت سب امتوں سے افضل ہے اور ان کی امت کا افضل ترین آدمی ابوبکر ہے۔

۱۔ تینوں احادیث مرفوعہ ہیں پہلی حدیث میں خیر الناس ہے دوسری میں خیر امتک ، اور تیسری میں افضل الامت ہے جبکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث میں صرف سید العرب کا لفظ وارد ہوا ہے۔ فیصلہ کرنے میں آسانی اس لیے ہے کہ انسانیت کا لفظ العرب تک محدود اور محصور نہیں بلکہ کرۂ ارض پر پھیلی مری اور غیر مری انسانیت کو محیط ہے۔

۲۔ اُمت کا لفظ معنوی وسعت کی بناء پر جن وانس کو شامل ہے عرب کا لفظ نوع انسانی کے لیے مختص

ہے جب ابوبکر الصدیق کے لیے خیر الامتہ کا حکم صادر کر دیا گیا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ ان تمام افراد سے افضل ہوئے جن کو رسول اللہ ﷺ کا اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہے خواہ وہ انسان ہوں یا جن؟

۳۔ عرش عظیم کی تخلیق سے ہی افضلیت ابوبکر پر نور کی تحریر چلی آ رہی ہے جو دائمی، ابدی اور حتمی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ بار بار مختلف پیرائے میں آپ کی افضلیت کا اعلان فرماتے رہے اور جبریل آمین آپکو باخبر کرتے رہے ہیں جس کی افضلیت کو اللہ نے نور کے ساتھ قلم کے ذریعے خود اپنے دست قدرت سے تحریر فرمایا جس کی افضلیت کا فیصلہ اللہ وحدہ لاشریک نے تخلیق عرش سے فرما رکھا ہے جس کی افضلیت کا نور عرش کی رفعتوں اور عظمتوں میں چمک اور دمک رہا ہے اگر ارضی کثافتوں کے اندھیروں اور جہالت کی شب دیجور میں کسی کو نظر نہ آئے تو یہ کوتاہی نظر ہے نور کا قصور نہیں۔

۴۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی حدیث خبر واحد ہے مگر یہ تینوں احادیث مرفوعہ ہیں خبر واحد مفید ظن ہے۔ جس کا انکار معصیت نہیں کیونکہ اس کے مقابل احادیث مرفوعہ ہیں جبکہ احادیث مرفوعہ مفید قطع اور یقین ہیں جن کا انکار واضح گمراہی اور گنہگاری ہے۔

۵۔ ہر ولد صالح کا اپنے صالح اور لائق تکریم والد کے لیے اچھے جذبات رکھنا تعریفی کلمات کہنا اس کے لیے تعظیمی ضروریات میں سے ہے جناب حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو اوصاف اور خصائص کے موتی اپنے الفاظ میں پروئے ہیں ان سے سرمو انحراف و اعراض نہیں بلکہ جزو ایمان ہے کیونکہ ان سے ابوبکر صدیق کی افضلیت متاثر ہے نہ نفی ہوتی ہے۔ وجوہات کی تفصیلات اوپر آ چکی ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے معارضہ اور اس کا جواب

سید صاحب نے لکھا کہ:۔ ’’اما العباس فمات وعلی عنده افضل الصحابة‘‘

ترجمہ:۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک سب صحابہ کرام سے افضل تھے (زبدة۔ ص۔313)

جواباً کہا جائیگا کہ دارقطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر بلا بھیجا۔ حضرت ابوبکر آئے
"وقد اجتمعت بنوها شم الی علی فخطب فمدح ابابکر" (الصواعق المحرقه . ص 14)
دوسری روایت۔"فد خل علیهم ابوبکر فتشهد علی فقل انا قد عرفنا فضلک وما اعطاک الله ولم ننفس علیک خیراً ساقه الله الیک (الصواعق المحرقه، ص ،15)
تیسری روایت:" فالا مة اجتمعت علی حقیة امامة احد الثالثة ابی بکر وعلی والعباس"
خلاصہ۔ یہ ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر براجماں ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گھر بلا بھیجا آپ آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بنو ہاشم کی پوری جمعیت موجود تھی ابوبکر رضی اللہ عنہ جب مکان کے اندر داخل ہوئے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا پھر جناب علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے تمام بنو ہاشم کے قائد امام اور ترجمان کی حیثیت سے ضمیر جمع اور بصیغہء جمع کے ساتھ کہا ہم آپ کے فضل اور دیگر جو جو خوبیاں اللہ تعالٰی نے آپ کو عطا فرمائی ہیں ان کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور خیر کی جو برسات اللہ تعالٰی نے آپ پر فرمائی ہے اس کا انکار یا تردید نہیں کرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کی برگزیدہ شخصیت ہیں شرافتوں اور عظمتوں کے پیکر ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق کی افضیلت اور خیریت کا برملا اظہار اور اقرار کر چکے ہیں۔

۲۔ تمام صحابہ نے تین شخصیات ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم میں سے ایک کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے مگر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بیعت لینے سے انکار کر دیا بلکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے بیعت لینے کا کہا اور یہ باور کرایا کہ سب سے پہلے (عباسؓ) بیعت کریں گے مگر حیدر کرار انکاری ہو گئے دیگر صحابہ کے ساتھ ان دو حضرات نے بھی ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی یہاں انصاف عقل وشعور کی چشم کو کشا کرنیکی ضرورت ہے، صحابہ کی پوری جمعیت جس طرح ابوبکر صدیق کو خلافت کے لیے موزوں قرار دیتی ہے اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق اور

تیار ہے۔ان تین افراد کا انتخاب طویل بحث وتکرار کے بعد طے ہوا اور سامنے آیا ہے۔ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ہر طرح کی شوکت ودبدبہ اور افرادی قوت کے ہوتے ہوئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں کیوں دستبردار ہو گئے ؟اسکی واحد وجہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت اور خیریت ہے جو اوپر بیان ہوئی اور جو بزبان علی رضی اللہ عنہ حصہ تاریخ بنی ،سید صاحب کا حضرت عباس کے متعلق یہ تحریر کرنا کہ وہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے عقیدے میں واصل باللہ ہوئے غلط ہے۔

۳۔یہ بات قرین قیاس ہی نہیں کیونکہ وہ اپنا عقیدہ پوچھنے والے کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار مرقومہ زبدۃ۔ص۔۵۱،۵۲۔کی روشنی میں بتا چکے ہیں وہ اشعار حدیث تقریری اور حکماً حدیث مرفوع ہیں ان کی موجودگی میں خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کا حوالہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سید صاحب نے محدث ابن جوزی کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا کہ ان کے بیٹے نے ان سے پوچھا"حدث ابی بحدیث سفینةفقلت یا ابه ما تقول فی التفضیل قال فی الخلا فة ابو بکر و عمر و عثمان ، فقلت فعلی بن ابی طالب قال یا بنی علی بن ابی طالب من اهل البیت لا یقاس بهم احد .ترجمه: عبداللہ بن احمد حنبل کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے حدیث سفینہ بیان کی میں نے عرض کیا ابا جان آپ افضیلت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا خلافت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ افضل ہیں تو میں نے عرض کی تو پھر علی رضی اللہ عنہ کدھر گئے؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے علی رضی اللہ عنہ تو اہل بیت میں سے ہیں ان کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔(زبدۃ۔ص۔322)

جواباً کہا جائیگا کہ:۔مذکورہ عبارت سے دو باتیں واضح ہوئیں۔

ا۔شرف خلافت ۔۲۔شرف تعلق اور شرف حسب،شرف خلافت کا تعلق زیادتی ثواب خدمت اسلام اور خدمت مسلمین سے ہے۔اسلام اور مومنین کی منفعت عامہ سے ہے اور شرف حسب ونسب کا تعلق خاندان اور رشتہ داری سے ہے۔ثواب کثیر کی بنیاد اسلام اور مومنین کی خدمت اور ان کی نفع رسانی پر

ہے پوری اُمت میں یہ اعزاز اور یہ امتیاز صرف شیخین کریمین کو حاصل ہے اسی لئے خلافت کے عنوان میں اُن کو افضیلت حاصل ہے جس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے شرف تعلق اور شرف حسب ونسب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر افضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور آپ کے داماد با اعتماد ہیں ان دو وجوہات کے ملاحظہ کرنے کے بعد مسئلہ افضیلت بے غبار ہو جاتا ہے، اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ محدث ابن حجر مکی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ ۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے قول سے واضح ہو جاتا ہے کہ جمہور علمائے امت اور آئمہ اہل سنت کے نزدیک ترتیب افضیلت ترتیب خلافت پر ہے جو پہلا خلیفہ ہے وہی سب سے افضل ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے ہونے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ وہ من کل الوجوہ تمام صحابہ سے افضل ہیں اگر ایسا ہوتا تو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فی البدیہی کہہ دیتے کہ علی رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

۳۔ آپ کا تین خلفاء کا ترتیب خلافت کے اعتبار سے افضل قرار دینا بھی اس کی نفی کرتا ہے۔

۴۔ حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا تینوں خلفاء کی افضیلت کو بیان کر کے چپ ہو جانا اور آپ کے بیٹے عبداللہ کا خصوصی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں از سر نو دوبارہ سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا اس امر کی دلیل ہے کہ خلافت کے حوالے سے آپ کا عقیدہ افضیلت ابوبکر صدیق کا ہے۔

امام ابوالحسن اشعری پر وارد شدہ اعتراض کا جواب

سید صاحب نے لکھا کہ امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضیلت کے اندھا دھند داعی ہیں اور اس کی قطعیت کے مدعی ہیں جس میں ان کے اپنے سلسلہء تعلیمات کے علماء بھی ان کے ہم نوا نہیں اور علوم متداولہ کی روشنی میں وہ افضیلت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ثابت نہ کر سکے قطعیت تو دور کی بات ہے۔ اور اجماع کا دعوٰی بھی فرمایا جس کو وہ ثابت نہ کر سکے۔ (زبدۃ۔ ص۔ 327)

جواباً کہا جائیگا کہ سید صاحب کا سارا بتصرہ خلاف حقائق ہونے کی بدولت غلط اور مردود ہے۔ سید صاحب نے حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو تفضیلی ثابت کرنے کے لیے زبدۃ کے چار صفحات پر قلمی جوہر دکھائے ہیں اُن کی پیدائش سے لے کر وفات تک زمانہ تلمذ سے لے کر منصب اجتہاد اور مرتبہ امام تک تعلیمی مصادر کے ماحول سے لے کر خاندانی اور نسلی سلاسل کے ہر گوشہ کو یکجا کیا اور بالا آخر نتیجہ یہ نکالا کہ وہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اس لیے رکھتے تھے کہ وہ ہاشمی تھے۔ سبحان اللہ کیا وزنی دلیل ہے؟ واضح رہے کہ امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے ابوبکر صدیق کی افضیلت اور اسکی قطعیت پر وہی عقیدہ رکھا اور بیان کیا ہے جس پر امام شافعی نے صحابہ اور تابعین کا اجماع ہونا بیان کیا ہے امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ علیہ نے وہی کچھ کہا اور ثابت کیا ہے جو جمہور امت اور تمام اہل سنت کا متفق علیہ مذہب ہے۔

محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ”وقد اجمعو ا ایضاً علی استحقا قهم الخلا فة علی هذ االترتیب لکن هذا قطعی کما مر بادلته مبسوطاً(الصوعق المحرقه. 59)

ترجمہ: ۔اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ اسی ترتیب خلافت کے مستحق تھے لیکن یہ ترتیب خلافت قطعی ہے جیسا کہ پہلے اس پر دلائل کی تفصیل گزر چکی ہے محدث رحمتہ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ترتیب خلافت قطعی ہے کیونکہ اس پر اجماع صحابہ ہے پھر آگے سوال نقل فرمایا. ” فان قلت لِمَ لم یکن التفضیل بینهم علی هذا الترتیب قطعیا ا یضاً حتی عند غیر الا شعری للا جما ع علیه“ ترجمہ: ۔جب اشعری اور غیر اشعری اس ترتیب خلافت پر اجماع کے قائل ہیں تو تفضیل بھی اسی طریقہ پر قطعی ہونی چاہیے قلت سے جواب دیتے ہوئے فرمایا:”امابین عثمان و علی فواضح للخلاف فیه کما تقدم“ ترجمہ: ۔حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں واضح اختلاف ہے کہ ان میں سے کون افضل ہے اس لئے اس ترتیب خلافت پر تفضیل متفق علیہ نہیں اور نہ ہی قطعی ہے۔

”واما بین ابی بکر ثم عمر ثم غیر هما فهو وان اجمعوا علیه الا ان فی کون الا

جماع حجة قطعية خلاف فالذی علیه الا کثرون انه حجة قطعية مطلقا فيقدم علی الا دلة کلها و لا يعارضه دليل اصلا ويكفر ويبدع و يضلل مخالفه﴾

ترجمہ:۔حضرت ابوبکرصدیق ان کے بعد حضرت عمران کے بعد حضرت عثمان ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہیں اگر چہ اس تفضیل پر بھی اجماع ہے مگر یہ اجماع حجت قطعیہ کیلئے مفید نہیں کیونکہ اس اجماع کے خلاف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی تفضیل کی اختلافی دلیل آ گئی ہے لیکن اکثر اہل سنت کا ترتیب خلافت کی بنیاد پر ترتیب افضیلت پر بھی اجماع ہے جو مفید قطعیت ہے اس لئے اس اجماع کے منکر کی تکفیر کی جائے اس کو بدعتی کہا جائے یا اس کی تضلیل کے جائے سب جائز ہے۔افضیلت قطعیہ کے منکر کو کافر نہ کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسئلہ تفضیل بحسب الخلافۃ میں بعض اشاعرہ (اہل بصرہ وکوفہ) نے تفضیل عثمان وعلی رضی اللہ عنہ میں اختلاف کیا ہے لیکن اکثریت افضیلت بحسب الخلافۃ کے طریقہ پر متفق ہے اس لیے افضیلت قطعی کی قائل ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ بعض متکلمین ترتیب خلافت کو تو بوجہ اجماع قطعی مانتے ہیں لیکن ترتیب خلافت کے مطابق افضیلت کو قطعی نہیں مانتے کیونکہ ان کا موقف ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضیلت میں اختلاف ہے اہل بصرہ وکوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل مانتے ہیں اس بناء پر وہ ترتیب خلافت کے مطابق افضیلت کو ظنی قرار دیتے ہیں لیکن اکثر اشاعرہ متکلمین کا موقف یہ ہے کہ اکثر اہل سنت (جمہور) چونکہ ترتیب خلافت پر ہی ترتیب افضیلت کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا افضیلت قطعی ہے۔

محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"ان الحق عند الا صوليين التفصيل المذ كور و كان الا شعری من الا كثر بن القائلين بانه قطعی مطلقاً" (الصواعق .ص. ۵۹)

ترجمہ:۔ متکلمین کے ہاں وجہ اختلاف مذکورہ بالا کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشاعرہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی تفصیل میں اختلاف کی وجہ سے بحسب الخلافت افضیلت کو ظنی مانتے ہیں اور اکثر اشاعرہ ترتیب خلافت پر افضیلت کو مطلقاً قطعی مانتے ہیں امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اکثر متکلمین میں

سے ہیں اس لیے انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی افضلیت بعد والوں پر قطعی ہے۔

محدث رحمتہ اللہ نے نقل فرمایا: "اعلم ان الذی اطبق علیه عظماء اللملةوعلماء الا مة ان افضل هذه الا مة ابو بکر الصدیق ثم عمر (الصواعق المحرقه ،ص.۵۷)

ترجمہ: معلوم ہو کہ بے شک ملت کے عظماء اور اُمت کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس امت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ عظماء ملت کون ہیں؟ صحابہ اور تابعین ہیں، اور علماء امت سے مراد کون ہیں؟ جمہور علمائے امت، جب یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ، تابعین اور جمہور علمائے امت کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہے تو یہ افضلیت قطعی ہوئی امام ابوالحسن اشعری کا یہی موقف ہے جو اجماع سے ثابت اور محقق ہے۔ محدث رحمتہ اللہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اجماع ہونے کی دلیل حضرت امام مالک رحمتہ اللہ کا یہ قول بھی پیش فرمایا ہے:

"ان مالکا رحمه الله سئل ای الناس افضل بعد نبیهم ؟فقال ابو بکر ثم عمر ثم قال اوفی ذالک شک ؟" ترجمہ :۔ عبداللہ مازری نے المدونہ سے روایت کیا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ سے پوچھا گیا نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ابو بکر اور پھر عمر رضی اللہ عنہما پھر فرمایا کیا ان کی افضلیت میں کوئی شک ہے؟ استفہام انکاری کی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ ساری امت میں شیخین کے افضل ہونے پر کسی کو شک نہیں، امام مالک رحمہ اللہ کا یہ فرمان ثابت کرتا ہے کہ شیخین کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے امام مالک رحمتہ اللہ کا یہی قول امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ کے اس قول کی بھی تائید کرتا ہے: "ان تفضیل ابی بکر علی من بعده قطعی (الصواعق ۵۸) ترجمہ: ۔ بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی افضلیت باقی تمام صحابہ پر قطعی ہے۔

مندرجہ بالا تفاصیل اس بات پر گواہ ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ کا فرمان تنہا ان کا قول نہیں بلکہ

اس قول کے پیچھے صحابہ، تابعین، جمہور علمائے اُمت اور تمام اہل سنت کی تائیدی قوت کارفرما ہے۔

سید صاحب کا یہ کہنا کہ امام ابوالحسن اشعری افضلیت ابوبکر کے اندھادھند داعی ہیں غلط ہے ان کی دعوت کی اساس صحابہ، تابعین، جمہور اور اہل سنت کا اجماع ہے، جو مفید قطعیت ہے۔ جہاں تک ان کے سلسلہ تعلیمات کے علماء کا ہم نواء نہ ہونے کا مسئلہ ہے محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ اشاعرہ کی اکثریت افضلیت قطعیہ کی قائل ہے لہٰذا ان کا فیصلہ علی الاطلاق حجت قطعیہ ہے۔

۲۔ اگرچہ اہل کوفہ نے حضرت علی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیا ہے مگر اہل سنت کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ: ''فا لا کثرون و منهم الشافعی واحمدو هوالمشهورعن مالک ان الا فضل بعد عثمان ثم علی،(الصواعق المحرقه .ص.۵۷)ترجمہ اہل سنت کی اکثریت جن میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ورامام مالک خاص طور پر قابل ذکر ہیں کا موقف یہ ہے کہ ابوبکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت عثمان غنی افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت علی افضل ہیں (رضی اللہ عنہما) پھر فرمایا: ''والحق فی ذالک التفصيل فما اتفق علیه المعتبرون حجة قطعية'' (الصواعق ایضاً)ترجمہ : پوری تفصیل جو اوپر گزر چکی ہے اس میں حق یہ ہے کہ جس چیز پر معتبرین امت کا اتفاق (اجماع) ہے وہ حجت قطعیہ ہے ترتیب خلافت پر اجماع ہے لہٰذا ترتیب خلافت قطعی ہوئی سید صاحب کا اجماع کی نفی کرنا غلط اور عقیدۂ جمہور کے خلاف ہے۔

ترتیب خلافت سے پیدا ہونے والی افضلیت پر معتبرین امت یعنی صحابہ، تابعین جمہور اہل سنت کا اجماع ہے لہٰذا افضلیت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہ بھی قطعی ہوئی اسی لئے امام ابوالحسن اشعری رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ شیخین پوری امت میں افضل ہیں اور ان کی افضلیت قطعی ہے، سید صاحب کا یہ کہنا کہ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ ابوبکر صدیق کی افضلیت ثابت کر سکے ہیں نہ اس کی قطعیت قطعاً

غلط اور خلاف حقائق ہے۔

اہل بیت جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ہم مجلس ہوں گے

لہٰذا وہ شیخین سے افضل ہیں اس کا تحقیقی اور تفصیلی جواب

سید صاحب نے سلیمان بن ابراہیم قندوزی کی کتاب ینابیع المودۃ بروایت ابی وائل تحریر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہم جب اصحاب رسول ﷺ شمار کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں ابوبکر عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم ایک شخص نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا تو بتاؤ علی کا کیا بنا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا علی رضی اللہ عنہما اہل بیت میں ہیں ان کے برابر تو کسی کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا وہ تو رسول اللہ ﷺ کی کلاس میں ہونگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کے ایمان میں ان کی پیروی کی ہم انکی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دینگے۔ اور ان کے اعمال سے کچھ بھی کمی نہیں کرینگے، تو نتیجہ یہ ہوا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضور کے ساتھ ان کے درجے میں ہوں گی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان دونوں کے ساتھ سمیت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونگے۔ (زبدۃ۔ص۔323)

محبّ الدین طبری رحمتہ اللہ کی کتاب الریاض النضرۃ سے اسی سے ملتی جلتی بات تحریر کی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے ساتھ اُن کے درجہ میں ہونگی اور علی رضی اللہ عنہ فاطمہ علیہا السلام ساتھ ہونگے۔ محبّ الدین طبری نے اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر کیا کہ: ”وھذا ادل دلیل علی انه لم یرد بسکوته عن ذکر علی فی الفضلیة وانما سکت عنه کانه قال افضل الناس من اصحابه لامن اھل بیته “ترجمہ: بہت واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذکر علی سے اس لیے خاموشی اختیار نہیں فرمائی کہ افضلیت علی رضی اللہ عنہ کے بارمیں کمزور رائے رکھتے ہیں۔ بلکہ خاموشی صرف اس لیے اختیار فرمائی کہ جب ان سے سوال کیا جائے تو وہ اظہار فرمادیں، گویا کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ صحابہ کرام سے افضل ہیں اہل بیت سے افضل نہیں۔

(زبدۃ۔ص۔324)

جواباً کہا جائے گا کہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ افضلیت کی دو جہتیں ہیں۔(۱) کثرت ثواب خدمت اسلام، منفعت، مومنین۔(۲) شرف حسب، اور شرف قرابت، موجبات کثرت ثواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تنہا اور یکتا ہیں اس لیے وہ تمام صحابہ بشمول اصحاب اہل بیت سب صحابہ سے افضل ہیں، خاندان نبوت کے اعتبار اور قربتداری کے تعلق کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں سب کچھ ہونے کے باوجود یہ موجبات کثرت ثواب کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہ بعض خصائص ہیں جو کثرت موجبات ثواب کے ہم پلہ نہیں یہی وجوہات اور ان پر مرتب ہونے والی افضلیت کا ذکر الصواق المحر قہ اور تکمیل الایمان کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے لیکن سلیمان ابن ابراہیم قندوزی حنفی متوفی 1294ھ کی کتاب ینابیع المودة، اور محبّ الدین طبری رحمتہ اللہ کی کتاب الریاض النضرة کے اقتباسات سے واضح ہو گیا ہے کہ تیرہویں صدی ہجری تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا عقیدہ بطور تواتر چلا آ رہا ہے۔ محدثین، محققین اور ہر دور کے آئمہ علماء کا نتیجہ فکر رہا ہے۔ نئی تحقیق کے عنوان، اور فکر جدید کے روپ میں روایات شاذہ، اخبار احاد اور اقوال ضعیفہ کے پردوں میں افضلیت ابوبکر کو چھپانے کی جو بھی سعی کی جائیگی وہ بے سود اور بے کار ثابت ہو گی کیونکہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر قرآن و حدیث اور اجماع کے لازوال جلووٴں کی ایسی برسات ہے جو روایات ضعیفہ اخبار واحدۃ اور اقوال متعارضہ کے مواد کو خس وخاشاک کی طرح بہا کے لے جاتی ہے، عقیدہ افضلیت ایسی حقیقت ہے جو صبح قیامت تک ایمان اور اسلام کی بلند فضاؤں میں بدر کامل کی طرح چمکتی اور دمکتی رہی گی سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی، محبّ الدین طبری رحمتہ اللہ نے سورۂ طور کی آیت 21، "والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم وما التنا من عملهم من شیء" نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ففاطمة مع ابیها ﷺ فی درجته وعلی معهما مع الحسن والحسین" (زبدة .232) ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان مین ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دینگے اور ان کے اعمال سے کچھ بھی کمی نہیں کریں گے تو نتیجہ یہ ہوا کہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضور کے ساتھ ان کے

درجے میں ہوں گی اور علی مرتضیٰ ان دونوں کے ساتھ سمیت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونگے سب سے پہلے اس آیت کی تفسیر معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیہ ءمقدسہ کا حقیقی مدلول اور صحیح محمل کیا ہے؟ علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ نے نقل فرمایا:۔ابن مردویہ اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ:''ان النبی ﷺ قال اذا دخل الر جل الجنة سال عن ابو یه وزوجته وولده فیقال له انهم لم یبلغوا درجتک و عملک فیقول یارب قد عملت لی ولهم فیئو مر با لحا قهم به،،(روح المعانی. جلد ۱۴ .جز ۱،ص:۳۲)

ترجمہ:۔بے شک بنی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندۂ مومن جنت میں رہائش پذیر ہوگا تو وہ اپنے والدین اپنی زوجہ اور اپنی اولاد کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ اس کو بتایا جائیگا کہ وہ تیرے درجہ اور تیرے عمل تک نہیں پہنچ پائے (اس لیے ان کا ٹھکانہ وہ نہیں جو تیرا ہے) وہ بندہ پھر اللہ رب العزت کے حضور عرض کرے گا اے مرے پروردگار میں نے عمل اپنے اور اُن کے لیے کیا تھا (اللہ اس کی التجاء قبول فرمائے گا) پھر حکم دیا جائے گا کہ اس کے والدین اس کی بیوی اور اور اس کی اولاد کو بھی اسی درجہ میں لایا جائے اور ان کو اس بندے کے ساتھ منسلک کردیا جائے۔علامہ آلوسی کی نقل فرمودہ اس حدیث مرفوع سے ثابت ہوا کہ ابتدائی مرحلہ میں جنت میں ان کا درجہ ان کے اعمال کی بنیاد پر ہوگا۔والدین، بیوی، اور اولاد اس کی معیت سے دور اور اوجھل ہونگے اسی لیے تو وہ ان کے بارے میں سوال کرے گا پھر اس کی خواہش اور التجاء پر ان کو بھی اس کے ہم درجہ اور ہم مجلس بنادیا جائیگا، گویا یہ آیت مومنین، صالحین کے لیے ہے نبی کریم ﷺ کی ذریۃ طیبہ طاہرہ کے لیے مفید ہے نہ محل استشہاد، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوگوں کے حسد کرنے کی شکایت کی آپ نے فرمایا:'' اما ترضی ان تکون اول من یدخل الجنة انا وانت والحسن والحسین وازوجنا عن ایماننا وشمائلنا وذریتنا خلف ازواجنا'' ترجمہ:۔اے علی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ سب سے پہلے میں اور تم اور حسن اور حسین بہشت میں داخل ہوں گے اس حالت میں کہ ہمارے دائیں بائیں ہماری بیبیاں ہونگی اور

ہماری اولاد ہماری بیبیوں کے پیچھے ہوگی، (تفسیر روح البیان، تصفیہ مابین، سنی وشیعہ) اس سے واضح ہوا کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسنین رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور دیگر ذریات اکٹھے ہونگے، رسول اللہ ﷺ کو ان کے مدارج اور مراتب کا علم ہوگا، پوچھنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

۲۔ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے واضح ہوا کہ یہ معیت صرف جنت میں داخلہ کے وقت ہوگی دخول جنت کے بعد ہر فرد اپنے اپنے عمل کی بناء پر مراتب، جنت پر فائز ہوگا۔ جنت میں رسول اللہ ﷺ کا مقام بحیثیت نبی اور رسول اور بحیثیت حاشر اور حبیب اللہ سب سے اعلیٰ اور بلند ہوگا اور وہ مقام صرف اور صرف آپ کو ہی ارزاں ہوگا حضرت علی اور دیگر افراد اہل بیت نہ نبی ہیں نہ رسول لہٰذا ان کا درجہ انبیاء کے مدارج سے کم ہوگا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت میں داخلے کے وقت معیت خاصہ کا ذکر تو فرمایا مگر وحدت درجہ کا ارشاد نہیں فرمایا۔

۳۔ سیاق کلام بھی اس استدلال کی نفی کرتا ہے جو سلیمان بن ابراہیم قندوزی اور محبّ الدین طبری نے اس امر پر کیا ہے کہ حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی درجہ میں ہونگے۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ نے نقل فرمایا: ''کلام مستانف مسوق لبیان حال طائفة من اهل الجنة اثر بیان حال الکل وهم الذین شارکتهم ذریتهم فی الایمان'' (روح المعانی) ترجمہ: والذین امنو الا یه۔ اس آیت کا ما قبل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں نئے سرے سے شروع ہونے والے اس کلام میں اہل جنت کے ایک گروہ کا حال بیان کیا گیا ہے اس سے قبل تمام اہل جنت کے حال کا تذکرہ تھا مگر اس کلام سے ایک مخصوص گروہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے جن کی اولاد ان کے ایمان میں مشارکت رکھتی تھی لہٰذا مسوق کلام، اور بیان اہل بیت اطہار کو والذین امنو، الایہ میں شمولیت کی اجازت نہیں دیتے۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ نے نقل فرمایا کہ: بعض علمائے اُمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمۃ الزہراء سے افضل قرار دیتے ہیں، ان کی رائے ہے کہ حضرت عائشہ جنت میں رسول خدا کے ساتھ ہوں گی اور حضرت زہراء حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اور اس سے انکار

نہیں کیا جا سکتا کہ مقام نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بلند واقع ہے لیکن بعض احادیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں ، فاطمہ، علی ، حسن اور حسین ایک مکان اور ایک مقام میں ہوں گے ،(تکمیل الایمان ۔۱۷۴)

۵۔ اس آخری قول کی روشنی میں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اسی مکان اور اسی مقام میں ہونگے تو سوال یہ ہے کہ اگر ہونگے تو اپنی وجہ سے نہیں بلکہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ،اور پھر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر پارۂ رسول ہیں ،اُن کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مکان اور ایک مقام پر ہونا کوئی محال یا ناممکن نہیں لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اسی جگہ، اسی مکان اور اسی مقام پر ہونگی تو پھر حضرت علی ،حضرت فاطمہ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی کیا خصوصیت باقی رہی؟

۶۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی ، حضرت فاطمہ، حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ایک مکان اور ایک مقام میں ہونگے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله وارجوان اکون انا هو فمن سئل لی الوسیلة حلت له الشفاعة رواه مسلم“

ترجمہ: جو بعد ازاں مجھ پر درود پڑھے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر تم اللہ تعالی سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو، جنت میں وسیلہ ایک ایسا مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ بھی اس کے لائق نہیں ، میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی اس مقام وسیلہ کے لائق اور اس کا حقدار ہوں ، پس جو شخص میرے لیے اس مقام وسیلہ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا میری شفاعت اس کے لیے حلال ہوگی، **لا ینبغی الا لعبد من عباد الله** کا حصر اور قصر وارجوانا اکون انا ھو کی استثناء دلالت کرتے ہیں جنت میں آپ کا مقام الوسیلہ ہوگا جس میں کوئی دوسرا شریک اور مصاحب نہیں ہوگا۔ اگر نص قرآنی سے بطور اشارۃ النص اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ جنت میں جو مقام رسول اللہ ﷺ کا ہوگا آپ

کی ذریتۂ طیبہ طاہرہ بھی آپ کے ساتھ اسی مقام اور اسی مکان میں ہوگی تو پھر بھی جناب حیدر کرار کے لیے یہ وحدت مکانی، اور ہم نشینی وجہ ءاختصاص نہیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا اور جنت میں رفیقہ حیات ہیں وہ بھی آپ کے ساتھ اسی مقام اور اسی مکان میں ہونگی، اُن کا مقام اور درجہ رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہونے کے لحاظ سے ہوگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بحثیت بضعۃ النبی ﷺ وہاں موجود ہوں گی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے توسل سے وہاں موجود ہونگے، لیکن حضرات شیخین کا مقام انبیاء ومرسلین کے بعد سب سے بلند ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو درجات کی بلندی ان کے کثرت ثواب کی وجہ سے عطا فرمائے گا امام ترمذی ابی سعید حذری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اھل الدرجات العلی لیراھم من تحتھم کما ترون النجم الطالع فی افق السمآء وان ابابکر و عمر منھم وانعماً. ترجمہ: جنت میں بلند ترین درجات پر فائز لوگوں کو نچلے درجات والے لوگ ایسے دیکھیں گے جیسے آسمان کے افق پر طلوع ہونے والے ستارے کو تم دیکھتے ہو اور بے شک ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں بلکہ ان کے درجات کی بلندی اس سے بھی زیادہ ہے، معلوم ہوا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درجات کی بلندی سب سے زیادہ ہے کیونکہ انبیاء اور رسولوں کے بعد یہ افضل البشر تھے، اللہ تعالیٰ نے جنت میں بھی ان کو وہی درجات عطا فرمائے ہیں جو افضل البشر بعد از انبیاء کے ہی ہو سکتے ہیں۔

سید صاحب نے تحریر کیا۔ امام ابو الحسن اشعری نے اہل سنت کے پانچ گروہ ذکر کیے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اگر اہل سنت کا اتفاق افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ہو چکا تھا تو پھر پانچ مختلف گروپ ہو کر سارے ہی اہل سنت کیسے ہوئے؟ (زبدۃ۔ ص۔ 327)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کو مغالطہ لگا ہے یا وہ سادہ لوح کم علم لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ نے فرمایا: ''قولھم فی افضل الناس بعد الرسول واختلفوا فی التفضیل. ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب لوگوں میں افضل کون ہے؟ ان

میں لوگوں کا اختلاف یہ اختلافی اقوال ہیں، اہل سنت کے یہ اقوال نہیں اہل سنت کے صرف تین قول ہیں۔

۱۔ افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابو بکر صدیق ثم عمر ثم عثمان ، ثم علی رضی الله عنهم. ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں، پھر عمر ہیں پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم

۲۔ سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے بعد ابو بکر ہیں پھر عمر ہیں پھر علی اور پھر عثمان ہیں۔

۳۔ سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان، یہ تجزیہ اور مفاضلہ صحابہ کرام کا تھا، جن میں قول ابو ہریرہ مشہور اور منقول ہے۔ (زبدۃ۔ص۔272)

۲۔ یہ قول بعض اہل کوفہ اور اہل بصرہ کا ہے یہ قول مرجوح ہے کیونکہ اس کے مقابل صحابہ تابعین اور جمہور امت کا متفق علیہ قول ہے ترتیب خلافت کے حوالے سے اس قول کو اجماع کی تائید حاصل ہے الصواعق المحرقہ کے حوالے سے تھوڑا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اکثر متکلمین کے نزدیک ترتیب افضلیت کی بنیاد ترتیب خلافت ہے جس طرح خلافت پر اجماع ہے اسی طرح افضلیت پر بھی اجماع ہے اہل سنت کے پانچ اقوال کا مسئلہ کہاں سے آگیا؟ امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ کے نزدیک پہلا قول ہی اہل سنت کا قول ہے اور وہ ترتیب خلافت پر ترتیب افضلیت ہے۔

سید صاحب نے لکھا کہ امام استاد، ابو منصور عبدالقاهر بن طاهر التمیمی البغدادی متوفی 429ھ اپنی کتاب اصول الدین صفحہ 397 پر تحریر فرماتے ہیں کہ تابعین میں پہلے متکلم عمر بن عبدالعزیز تھے ان کا ایک بلیغ رسالہ ہے جو فرقہ قدریہ کے خلاف ہے پھر دوسرے متکلم اہل سنت (علم عقیدہ کے ماہر) زید بن علی ہیں، جن کی ایک کتاب قدریہ کے رد میں ہے، سید صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں سے یہ دریافت ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت شیخین سے افضل جان کر نہ صرف سنی رہے بلکہ اہل سنت کے امام تسلیم ہوئے۔

جواباً کہا جائے گا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما کا عقیدہ تفضیل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نہ تھا

،انہوں نے محمد بن زبیر حنظلی کو خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں بھیج کر تفضیل ابو بکر کی تفضیل اور طمانیت حاصل کی تھی ابن بطہ حنبلی کی روایت سے۔بحوالہ شرح فقہہ اکبر۔ص۔۴۷۔عمدۃ التحقیق جلد اوّل،اوراس جز میں بھی پہلے آچکا ہے۔قدریہ کے خلاف لکھنے سے آدمی متکلم تو ہوسکتا ہے۔مگر ضروری نہیں کہ سنی بھی ہو سید صاحب نے زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کو تفضیلی لکھا ہے، ہمیں اس سے آگے تفاصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہاں یہ ضرور تحریر کرینگے کہ زید بن علیؓ معتدل مزاج تھے،شیخین کی فضلیت عظمت،اور محبت میں ان کا مسلک متشددانہ نہ تھا۔

کیا مسئلہ تفضیلی اجتہادی ہے؟اس کی تحقیق وتشریح

سید صاحب نے قاضی ابو بکر باقلانی کی کتاب مناقب آئمہ اربعہ۔ص۔695 کے حوالے سے لکھا کہ مسئلہ تفضیل اجتہادی ہے۔زبدۃ۔ص۔329۔

جواباً کہا جائے گا کہ مسئلہ تفضیل ادلہ قطعیہ سے ثابت ہے قطعی ہے اجتہادی نہیں ہم سب سے پہلے ان آیات کو نقل کرینگے،جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئیں اور سید صاحب نے ان کو زبدۃ میں نقل کیا ہے اور یہ تحریر کیا کہ ان کا محل نزول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ا۔ الا تنصروه فقد نصره الله اذاخرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغار الا يه .سورة توبه آيت . ۴۰(زبدة.88)

۲. والذى جاء بالصدق وصدق به الا يه(سورة الزمر. آيت . ۳۳.زبدة.89)

۳. شاورهم فى الامر (سورة آل عمران. آيت. ۱۵۹ .زبدة.(ايضاً)

۴. ولمن خاف مقام رجه جنتان(سورة رحمٰن. ۴۶.زبدة.(ايضاً)

۵. هو الذى يصلى عليكن وملئكته الايه: .سورة الا خزاب. ۴۳.(زبدة.90)

۶. ونزعنا ما فى صدورهم الا ية .سورة الحجر. ۴۷.(زبدة.ايضاً)

۷. حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنةالاٰ ية(سورة الاحقاف. ۱۵ (زبدة. 91)

۸. ان الذى قالو ربنا الله ثم استقاموا الا ية .حٰم سجده. ۳۰(زبدة.92)

۹. واتبع سبيل من اناب الى ،لقمان.۱۵.(زبدة.93)

۱۰. ولا ياتل اولو اافضل منكم والسعة الايه.النور.۲۲.زبدة.95)

۱۱. امن هو قانت آناء الليل ساجدًا اوقائماً الا يه.الزمر.96)

۱۲. ان الذين يلحدون فى آيا تنالا يخفون علينا الأ يه.حٓم
دجدة.۴۰.(زبدة.97)

۱۳. لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح الأيه:.الحديد.۱۰.(زبدة.99)

۱۴. لاتجد قوما يومنون باالله واليوم الأ خريو ادون من حارب الله ورسوله
الأية سورة المجادله.۲۲.(زبدة.100)

مندرجہ بالا ان آیات کے بارے میں تسلیم کیا اور اپنی زبدۃ میں تحریر کیا ہے کہ یہ آیات بینات جناب صدیق اکبر کی شان (افضلیت میں) میں نازل ہوئی ہیں اور پانچ احادیث بھی نقل کی ہیں، ان آیات کو جمہور مفسرین کے علاوہ، امام جلال الدین سیوطی، محدث ابن حجر مکی، محبّ الدین طبری رحمہم اللہ نے اپنی اپنی شہرہ آفاق تصانیف میں نقل فرمایا ہے اور سید صاحب نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے، یہ چودہ آیات جو ہم نے صفحہ وار سید صاحب کی کتاب زبدۃ سے نقل کی ہیں، اور جن پانچ احادیث کا حوالہ دیا ہے یہ زبدۃ۔ص۔105 تا108 پر مندرجہ ہیں یہ سب دلائل قطعیہ ہیں اور سید صاحب کی اپنی قلمی ان کی کتاب میں موجود ہیں۔ سید صاحب ان کی قطعیت کا انکار کر سکتے ہیں نہ کوئی اور مسلمان، جب سید صاحب نے یہ تسلیم کر لیا اور لکھ دیا کہ یہ آیات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں اور یہ احادیث بھی ابو بکر صدیق کی شان میں وارد ہوئی ہیں تو ان کے شان نزول کو ذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہما تک ہی محدود رکھا جائیگا اور کسی بھی اور صحابی کو اس میں حصہ دار یا شریک نہیں بنایا جائیگا کیونکہ سید صاحب نے خود ایک اصول وضع کیا ہے اور اس کو بطور کلیہ نعرۂ حیدری میں زیب قرطاس کیا ہے؟۔ ملاحظہ ہو: علامہ زرکشی لکھتے ہیں کہ جس جگہ کوئی شان نزول متعین ہو جائے پوری اُمت بھی اگر ملے تو نہ اس میں کمی کر سکتی ہے نہ بیشی کر سکتی ہے یعنی شان نزول کو پوری اُمت کے اجماع کے ذریعے

بھی خارج نہیں کیا جا سکتا، (نعرۂ حیدری۔ص۔۱۱) ثابت یہ ہوا کہ ان چودہ آیات اور پانچ احادیث کا نزول وورود ابو بکر صدیقؓ کی شان میں ہوا ہے کوئی دوسرا فرد صحابی اس میں شریک اور حصہ دار نہیں ہوسکتا۔ یہ آیات بینات اور احادیث دلائل قطعیہ ہو کر ابو بکر صدیقؓ کی افضلیت کے لیے مفید ہیں یہ مسلمہ اصول ہے کہ دلیل قطعی سے حکم قطعی ثابت ہوتا ہے جب یہ دلائل قطعیہ ہیں تو ان سے جو افضلیت ابو بکر ثابت ہوتی ہے وہ بھی قطعی ہے ظنی نہیں جب قرآن وحدیث کی روشنی میں قطعی ہے تو ظنی اور اجتہادی کیسے ہوئی ظنی تو تب ہوتی جب دلائل قطعی نہ ہوتے بلکہ باہم متعارض اور متضاد ہوتے یا مفاضلہ دو اشخاص کے درمیان ہوتا مسئلہ زیر بحث میں آیات قرآنیہ نصوص قطعیہ ہیں اور ذات صدیق، اور شان صدیق پر قطعیت الدلالتہ ہیں، احادیث مرفوعہ ہیں جو قطعیت الدلالتہ ہیں تو افضلیت ابو بکر صدیق کیوں ظنی یا اجتہادی ہوئی؟ اور کیسے ہوئی؟

اجتہادی اس وقت ہوتی جب اس کا ثبوت اور وجود دلائل قطعیہ سے نہ ہوتا قرآن وحدیث کی نصی صداقتوں کے انوار سے اس کے تمام گوشے منور نہ ہوتے قاضی ابو بکر باقلانی کا افضلیت کے منور اور مصدق چہرے پر اجتہاد وتوقف کا مکدر اور مکروہ نقاب ڈالنا حکم قطعی کے قتل کرنے کے مترادف ہے جو لائق توجہ نہیں افضلیت ابو بکر صدیقؓ ایک ایسا امتیازی اور انفرادی موضوع ہے جسکی تفسیر، اور تکمیل میں محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے بارہ آیات کریمہ اور ایک سو چودہ احادیث کو الصواعق المحرقہ میں پیش فرمایا ہے۔ایک صاحب علم ودانش اور صاحب الرائے شخص کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہے؟، کہ ایک طرف چودہ آیات قرآنیہ اور ایک سو چودہ احادیث سے ثابت ہونے والی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعیہ ہے اور دوسری طرف اکیلے قاضی ابو بکر باقلانی کا قول ذاتی ہے وہ کس کو مانے؟

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روشنی میں افضلیت کو اجتہادی کہنا غلط ہے۔ کیونکہ مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب مطلوبہ حکم پر قرآن وحدیث سے کوئی نص میسر نہ آئے، جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، مسئلہ افضلیت میں قرآن و احادیث کی نصوص کا ذخیرہ موجود ہے ان کے ہوتے ہوئے اجتہاد کیوں اور کیسا؟

سید صاحب اور باقلانی کا توقف، مگر کیوں؟

سید صاحب نے قاضی ابو بکر باقلانی کے قول اجتہاد کہ افضلیت اجتہادی مسئلہ ہے کے بعد باقلانی کے سہارے اور اتباع میں کہا ہے کہ افضلیت کے مسئلہ میں توقف کو ترجیح دینا چاہیے۔ باقلانی کی کتاب مناقب اربعہ۔ص۔513 سے یہ اقتباس بھی نقل کیا ہے: ''**فا ما القائلون بانا نقف فیهم من غیر قطع علی تفضیل احد منهم او قطع تساویهم فی الفضل فانهم اقرب الی الصواب واقدر و علی الا حتجاج.** ترجمه: یہ کہنے والے کہ ہم افضلیت میں ایک کو قطعی طور پر دوسرے سے افضل کہنے میں یا افضلیت میں قطعی طور پر آپس میں برابر کہنے میں توقف کرتے ہیں پس وہ لوگ درستی کے زیادہ قریب ہیں اور حجت شرعیہ میں غالب ہیں آگے تبصرہ میں کہا کہ:۔امام ابو بکر باقلانی اشعری نے توقف کرنے والوں کو زیادہ حق بجانب پایا اور درستی کے زیادہ قریب پایا ۔(زبدۃ۔ص۔330)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب نے باقلانی کا یہ قول اس سے قبل زبدۃ۔ص۔18 پر نقل کیا ہوا ہے اور اس پر اپنا تبصرہ بھی کر چکے ہیں، مگر من احب شیئا فکثر ذکرہ کے تحت باقلانی اور ان کی کتاب اور ان کا عقیدہ سید صاحب کو بہت ہی محبوب ہیں اس لیے بار بار ان کا تذکرہ کرتے ہیں ان کا عقیدہ رقم کرتے ہیں یہ ان کی اپنی پسند اور مرضی ہے لا اکراہ فی الدین کے تحت اس معاملہ میں ان کو ہدف تنقید نہیں بنایا جا سکتا البتہ ہم اپنی بات ضرور کریں گے کہ ایک چیز کو بار بار دُہرانے سے ہمیں عار محسوس ہوتی ہے، اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے دل و دماغ پر بوجھ لگتا ہے بامر مجبوری سید صاحب کے مکررات کا جواب دینا ہی پڑتا ہے اس سلسلہ میں قارئین سے معذرت خواہ ہیں ہر مکرر چیز کے جواب میں مناسبت مقام کے تناظر میں جدت کی کوشش بھی گئی ہے جو قابل احساس ہے بہر حال سید صاحب نے قاضی ابو بکر باقلانی کا دوسرا مشورہ اور دوسرا حکم یہ سنایا کہ مسئلہ تفضیل میں خاموشی سب سے بہتر ہے کسی کو کسی سے قطعی طور پر افضل نہ سمجھو اور نہ کہو جب کہ سید نے خود اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ہمارا اپنا عقیدہ بحیثیت سنی کے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بحیثیت

خلیفہ رسول اللہ ﷺ پرحق ہونے کے افضل الامت ہونے کا ہے یعنی سید صاحب نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ برحق اور افضل الامت کہا اور تسلیم کیا ہے یہ عقیدہ باقلانی تعلیمات کے خلاف ہے اور خود سید صاحب کے نظریہ فضیلت کے بھی مغائر ہے باقلانی نے پہلے مسئلہ افضلیت کو اجتہادی کہا اجتہاد، تقویٰ، تبحر علمی کے انوار بصیرت سے مسلح ہو کر غیر منصوص حکم کے لیے منصوصات میں غوطہ زن ہونے کا نام ہے اجتہاد مفید حکم اور مستلزم حکم ہے جب کہ توقف خاموشی محض ہے جو سراسر اجتہاد کے منافی ہے اور حکم بالمنافات کس دنیا کا اصول اور کس علم کا قانون ہے؟ باقلانی ایک ہی مسئلہ میں متضاد موقف کے قائل ہیں۔ باقلانی کے دونوں موقف (اجتہاد توقف) غلط ہیں۔ کیونکہ مسئلہ افضلیت اجتہادی اس لیے نہیں کہ اس کی تائید اور توثق میں دلائل قطعیہ کا ایک معتد بہ ذخیرہ موجود ہے اور اس میں توقف کرنا اس لیے غلط ہے کہ اس کے معارض اور مقابل، صحابہ، تابعین اور اکثر (جمہور) اہل سنت کا اجماع موجود ہے۔

سید صاحب نے قاضی ابوبکر باقلانی کو اشعری لکھا جو حقائق کی روشنی میں غلط ہے ترتیب خلافت پر اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کا اجماع ہے، مگر اس ترتیب خلافت پر اکثر اشاعرہ افضلیت قطعیہ کے قائل ہیں اہل کوفہ اور اہل بصرہ اس ترتیب خلافت پر متفق نہیں بلکہ وہ حضرت علی کو حضرت عثمان پر تقدیم دیتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے بعض اشاعرہ (متکلمین افضلیت ظنی کے قائل ہیں، امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کا تعلق اشاعرہ متکلمین کی) کی اکثریت سے ہے اس لیئے وہ ترتیب خلافت اور اس پر مرتب ہونے والی افضلیت کو قطعی مانتے ہیں باقلانی جو افضلیت کو اجتہادی کہتے اور اسمیں خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ ابوالحسن اشعری کے بعد دوسرے نمبر پر اشعری کیسے ہو سکتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''هوا بو بكر ثم عمر ثم علی بالنص والا جماع، والا فضلية كذالک لهما. (میزان العقائد) ترجمہ:۔ خلفاء وہ ابوبکر پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں ان کی خلافت نص اور اجماع سے ثابت ہے اس طرح ان کی افضلیت بھی نص اور

اجماع سے ثابت ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کلام سے روز روشن سے بڑھ کر واضح اور ثابت ہوا کہ خلفاء اربعہ کی خلافت نص اور اجماع سے ثابت ہے ترتیب خلافت کے لحاظ سے ان کی افضلیت بھی نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

اس قول کی شرح میں فرمایا: ای بھذا الترتیب ای بترتیب الخلافۃ (شرح میزان العقائد) ترجمہ: ۔لہٰذا الترتیب سے مراد ترتیب خلافت ہے یعنی خلفاء اربعہ کی افضلیت اسی طرح نص اور اجماع سے ثابت ہے جس طرح ان کی خلافت نص اور اجماع سے ثابت ہے شاہ صاحب کے اس تفصیلی اور وضاحتی بیان سے قاضی ابو بکر الباقلانی کے دونوں فارمولے باطل ثابت ہوئے اور عقیدۂ اہل سنت کی حقانیت اور صداقت ضیائے شمس سے بھی زیادہ نکھر کر سامنے آئی، سید صاحب کے واویلا پر بھی کاری ضرب لگی کہ افضلیت ابو بکر صدیق پر اجماع ہوا ہی نہیں ہر دور کے صاحبان علم و دانش جانتے ہیں کہ شاہ صاحب اور ان کے خاندان کی علمی، تحقیقی اور فکری خدمات کا پرچم برصغیر کی فضاؤں میں کب سے لہرا رہا ہے؟ زمانہ گواہ ہے کہ علوم و فنون کی تشریحات، سلوک و تصوف کی تدقیقات اور حدیث و تفسیر کی توضیحات کی اولیات کا سہرا بھی اسی خاندان کے سر ہے۔

☆ جزاھم اللہ احسن الجزاء ☆

سید صاحب کا مسئلہ اجتہادیہ پر ایک ضمنی تبصرہ

مسئلہ اجتہادیہ کہہ کر امام ابو بکر بن طیب باقلانی نے اور امام مازری نے دو راستے ہموار کر دیئے ایک تو اس مسئلہ تفضیل میں توقف کو زیادہ مناسب اور جائز قرار دیدیا، دوسرا اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جتنے اقوال مختلفہ دربارۂ افضلیت ذکر کیے گے ہیں ان میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جواباً کہا جائے گا کہ مسئلہ افضلیت کے قطعی ہونے پر بار بار ثبوت پیش کیا گیا ہے سید صاحب چونکہ باقلانی کے پیروکار ہیں اس لیے انہوں نے شروع سے لے کر آخر دم تک یہی رٹ لگا رکھی ہے کہ مسئلہ افضلیت اجتہادی ہے ظنی ہے قطعی نہیں کسی قسم کا اجماع ہوا ہی نہیں سید صاحب اُن کے باقلانی، اور

مازری کا مسئلہ تفضیل میں توقف کو ترجیح دینا غلط ہے اس کی وجوہات پہلے آچکی ہیں۔مزید یہ کہ توقف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوسکتا ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں جب افضلیت سے مراد کثرت ثواب اور موجبات کثرت ثواب ہوتو کیونکہ کثرت ثواب کا علم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی کو نہیں علامہ خیالی فرماتے ہیں:

"واما كثرة الفضائل فمما يعلم بتتبع الا حوال وقد تواتر فى حق على مايدل على جموم مناقبه ووفور فضائله واتصافه بالكمالات واختصاصه بالكرامات"

ترجمہ: جہاں تک کثرت فضائل کا تعلق ہے ملاحظہ کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں بطریق تواتر فضائل اور مناقب بیان ہوئے ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ بے شمار کمالات اور کثیر کرامات کے مالک ہیں آپ کے مناقب اور فضائل زیادہ ہیں۔

یعنی ان مناقب، فضائل، کرامات اور کمالات کو دیکھا جائے جو آپ کو حاصل ہیں اور بطریق تواتر بیان ہوئے تو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں فیصلہ کرنے سے خاموشی بہتر ہے لیکن اگر اسلاف کے اجماع اور ترتیب افضلیت کو دیکھا جائے تو پھر حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہما پر تقدم حاصل ہے علامہ سعد الدین التفتازانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:۔رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی ترتیب افضلیت مقرر فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں ان کے بعد حضرت عمر ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں پھر فرمایا علی ھذا وجد نا السلف ہم نے اسلاف کو اسی ترتیب پر پایا ہے یعنی جمہور علمائے امت اور اہل سنت کا مذہب اور عقیدہ یہی ہے علامہ سعد الدین التفتازانی کی عبارت سے دو باتیں نصاً معلوم ہوئیں۔

۱۔سلف یعنی صحابہ تابعین اسی ترتیب افضلیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔۲۔جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔

آگے فرمایا:۔"والظاهر انه لولم يكن لهم دليل على ذالك لما حكمو ابذالك"

علامہ نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ یہ امر واضح ہے کہ اگر اسلاف کے پاس اس ترتیب افضلیت پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ اس ترتیب پر گامزن رہنے کا حکم نہ دیتے علامہ نے اس عبارت سے یہ خدشہ دور فرمایا ہے کہ اسلاف کا اس ترتیب افضلیت پر افضلیت کا فیصلہ کرنا بلا دلیل نہیں بلکہ ان کے ہاں یہ ترتیب دلیل کی بناء پر ہے اور یہی بات محدث ابنِ حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے

''لکن وجد نا السلف فضلو هم كذالک و حسن ظننا بهم قاض بانهم لو لم يطلعوا على دليل فى ذالک لما اطبقوا عليه فلز منا اتبا هم فيه و تفويض ما هو الحق فيه الى الله تعالى'' (الصواعق المحرقه) ترجمہ: لیکن ہم نے اپنے اسلاف کو اسی ترتیب افضلیت پر پایا ہے ان کے متعلق ہمارے حسن ظن کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ دلیل پر مطلع نہ ہوتے تو اس ترتیب افضلیت پر ہرگز متفق نہ ہوتے ہم پر لازم ہے کہ ترتیب افضلیت میں ان کی اتباع کریں اور حقیقت اصلیہ کو اللہ کے سپرد کر دیں پھر فرمایا: ''واما نحن فقد وجد نا دلائل الجانبين متعارضة ولم نجد هذه المسئلة مما يتعلق به شئى من الاعمال اويكون التوقف فيه مخلا بشىء من الواجبات'' (شرح عقائد)

ترجمہ: جہاں تک ہماری ذات کا تعلق ہے ہم نے دونوں اطراف کے دلائل کو باہم متعارض پایا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ اس مسئلے کا تعلق کسی ضروری عمل سے نہیں اور یہ بھی ملاحظہ کیا ہے کہ اگر خاموشی اختیار کی جائے تو واجبات شرعیہ میں خلل نہیں پڑتا۔ علامہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس عبارت میں متوقفین کے موقف کی وضاحت کی ہے اور اپنا خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، مناقب، کمالات اور کرامات میں جو اخبار وارد ہوئیں اور جو اقوال سامنے آئے ہیں وہ باہم متعارض ہیں ہم اگر خاموشی اختیار کریں یہ نہ کہیں کہ علی المرتضیٰ افضل ہیں یا عثمان غنی رضی اللہ عنہما اس سے بھی کسی عمل شرعی یا واجبات شرعیہ کا انکار لازم آتا ہے نہ کوئی خلل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اسلاف نے مسئلہ تفضیل میں ترتیب خلافت کو ہی ملحوظ رکھا ہے اس لیے جمہور اہل سنت کا بھی وہی موقف ہے سید صاحب نے علامہ سعد الدین تفتازانی کی تمام عبارات کو تفضیل

ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما میں جھونک دیا ہے علامہ کی ساری عبارات تفضیل عثمان وعلی پر ہیں (رضی اللہ عنہما) لیکن سید صاحب نے بزور قلم ان کو تفضیل ابوبکر صدیق وعلی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر دیا ہے۔ دراصل سید صاحب کو فہم عبارات نہیں ہو سکا۔ مغالطہ کھا گئے ہیں سید صاحب نے ان عبارات کا سیاق وسباق نہیں دیکھا سباق میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی افضلیت خلافت مبینہ کا ذکر ہو چکا ہے اب افضلیت حضرت علی المرتضٰی زیر بحث ہے اور اس بحث کا موضوع صرف اور صرف مفاضلہ علی عثمان رضی اللہ عنہما ہے اور یہی سیاق کلام ہے سید صاحب نے کیسے اور کہاں سے یہ اخذ کر کے لکھ دیا کہ اس مسئلہ افضلیت ابوبکر صدیق یا افضلیت علی رضی اللہ عنہما میں توقف کرنا کسی بھی دھڑے میں رائے نہ دینا کسی دینی ضرورت میں خلل انداز ہوتا ہو۔ (زبدۃ333)

سید صاحب نے اسی صفحہ کے آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ اس مبحث میں یہ شبہ گزرتا ہے کہ جانبین سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ہیں سید صاحب کی تاویل غلط ہے اور سو فیصد غلط ہے فی الواقع جانبین ۔سے مراد حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما ہیں علامہ نے ساری تقریر ثم عثمان ذوالنورین کے بعد کی ہے یہ قرینہ حالیہ اور قرینہ مقالیہ ہے جو جانبین کے مدلول اور مصداق میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو داخلے سے روک رہا ہے۔ کیا سید صاحب اس تحریف کو جہلاء اور نابیناؤں کی انجمن کے سامنے پیش کر رہے ہیں اگر سید صاحب کا مقصد مغالطہ آفرینی ہے تو خطائے فاحش ہے اور اگر نہیں تو ان کی اپنی مغالطہ فہمی ہے مقصد یہ ہے کہ سید صاحب کی نقل کردہ عبارت حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا اس سے کوئی تعلق نہیں علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بحث کا خلاصہ جلی حروف میں نقل فرمایا والسلف کا نوا متوقفین فی تفضیل عثمان اسلاف حضرت عثمان کی افضلیت پر متفق تھے یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ان کا اجماع تھا اور پھر فرمایا کہ اسلاف نے اہل سنت وجماعت سے ہونے کی یعنی سنی ہونے کی نشانی اور علامت یہ قرار دے رکھی تھی کہ شیخین (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو ساری اُمت سے افضل

سمجھنا اور رسول اللہ ﷺ کے دامادوں (عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) سے محبت کرنا اصل عبارت ملاحظہ ہو

تفضیل شیخین سنی ہونے کی علامت ہے

''حیث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضیل الشیخین، و محبة الختنین''
ترجمہ: ۔اہل سنت وجماعت یعنی سنی ہونیکی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ شیخین کوتمام صحابہ پر تفضیل دینا اور رشتہء دامادی رکھنے والے عثمان وعلی (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرنا پھر قول فیصل کے طور پر فرمایا:''والا نصاف انه ان ارید بالا فضلیة کثرة الثواب فللتوقف جهة وان ارید کثرة مایعده ذوی العقول من الفضائل فلا ''(شرح عقائد)ترجمہ : ۔انصاف کا تقاضی یہی ہے کہ اگر افضلیت کا معیار کثرت ثواب ہوتو خاموشی بھی ایک وجہ بن سکتی ہے (کیونکہ ثواب کی کثرت کا علم اللہ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کو ہے)اس لیے خاموش رہا جائے اور اگر افضلیت کا پیمانہ وہ فضائل ہوں جو ارباب عقل ودانش کے ہاں مسلمہ ہیں تو پھر بجائے خاموشی کے اسلاف کی طے شدہ ترتیب افضلیت پر ایمان لانا پڑے گا۔علامہ مرحوم کی کلام اشارات وکنایات کی پیچیدگیوں تاویلات کی کشیدگیوں اور معنوی آلودگیوں اور وقتوں سے پاک ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر افضلیت کثرت ثواب کی بنیاد پر استوار ہوتو عثمان وعلی رضی اللہ عنہ کی تفضیل میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے اور اگر افضلیت کی بنیاد مسلمہ فضائل پر ہوتو عقیدہ سلف کے مطابق حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ماننا پڑے گا۔ وللہ الحمد۔

سید صاحب کا موقف یہ ہے کہ افضلیت میں توقف (خاموشی اختیار کرنا) کا مسئلہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے اس پر وہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ اپنی شہرہ آفاق تفسیر کبیر میں 22۔24 پر سورۂ نور آیت نمبر 22 کے تحت رقمطراز ہیں''اجمعت الا مة علی ان افضل الخلق بعد رسول الله ﷺ اما ابو بکر و اما علی ترجمہ: امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مخلوق میں سے افضل یا ابوبکر صدیق ہیں یا علی مرتضی رضی اللہ عنہما ہیں۔لہذا جانبین سے دلائل تفاضل جناب ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان ہی ہو سکتے ہیں۔ (زبدۃ۔334)

سید صاحب کا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مفاضلہ ہونے پر استشہاد کرنا غلط ہے اس لیے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل فرمایا ہے کہ آیہء کریمہ میں الاتقیٰ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ”اجمع المفسروین منا علی ان المراد منه ابو بکر صديق رضی الله عنه. ترجمہ: ۔ہم اہل سنت کے تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ الاتقیٰ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا۔ ”واعلم ان الشيعة باسر هم ينكرون هذه الرواية ويقولون انها نزلت فی حق علی ابن ابی طالب رضی الله عنه“ ترجمہ: ۔جان لو شیعہ سارے کے سارے اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جس نے واضح کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے دو آراء سامنے آئی ہیں۔

۱۔اہل سنت کے جمہور مفسرین کی اتفاقیہ رائے۔

۲۔تمام شیعہ کی رائے اہل سنت کے جمہور مفسرین کا اتفاق ہے کہ الاتقیٰ کا مدلول اور مصداق جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں شیعہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے محاکمہ فرمایا جس کی ابتداء اما ابوبکر و اما علی سے کی یہ محاکمہ دلیل عقلی ہے اس سے امام رازی رحمہ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ نقلی دلیل بھی اس پر موجود ہے کہ الاتقیٰ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ بلکہ عقلی دلیل بھی ثابت کرتی ہے کہ الاتقیٰ سے مراد اور اس کا مدلول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں حضرت علی المرتضیٰ نہیں ہیں اس کی وجہ بیان فرمائی: ۔”لا نه قال فی صفة هذاالتقیٰ وما لاحد عنده من تعمة تجزی وهذا الوصف لا يصدق علی علی بن ابی طالب رضی الله عنه لا نه كان فی تربية النبی ﷺ لانه اخذه من ابيه و كان يطعمه ويسقيه ويكسوه

ویربیة و کان الرسول ﷺ علیه نعمة یجب جزائها واما ابو بکر فلم یکن النبی علیه الصلوة والسلام بل کان لرسول ﷺ نعمة الهدایة والارشاد الی الدین انها لا یجزی لقوله تعالی ما اسلکم علیه اجرا سوره حٰمٓ عٓسٓقٓ ، والمذکور ها ههنا لیس مطلق النعمة بل تعمة تجزی ، فعلمنا ان هذه الایة لا تصلح لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه واذا ثبت ان المراد بهذه الایة من کان افضل الخلق و ثبت ان ذالک الافضل من الامة ابو بکر اوعلی رضی الله عنهما و ثبت ان الایة غیر صالح لعلی بن ابی طالب کرم الله وجهه الکریم تعین حملها علی ابی بکر رضی الله تعلی عنه و ثبت دلالة الایة ایضاً علی ان ابا بکر افضل الامة"

ترجمہ: ۔ کہ اتقیٰ کی تعریف اور توصیف میں اللہ کا یہ ارشاد بھی ہے اتقی وہ ہے جس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے یہ وصف اور یہ تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ پر صادق نہیں آتے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت میں ہیں آپ نے پرورش کی غرض سے اپنے چچا ابوطالب سے ان کو لے رکھا ہے کھانا پینا رہائش، لباس تربیت نبی کریم ﷺ کے ذمہ ہے رسول اللہ ﷺ ان کے لیے منعم ہیں اور ان نعمتوں کا بدلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر واجب الادا ہے۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایسا کوئی بار احسان نہیں جس کا بدلہ چکانا ان پر واجب ہو۔ رہا یہ کہ نبی کریم ﷺ کا یہ احسان کہ آپ نے دین کی رشد وہدایت کی بلند مرتبت نعمت عطا فرمائی ہے بے شک یہ نعمت عظمیٰ ہے اس کا معاوضہ اور بدلہ طاقت بشری سے بالاتر ہے اور نبی کریم ﷺ نے بزبان قرآن فرمادیا ہے لا اسئلکم علیه اجراً میں تم سے دینی تبلیغات کا بدلہ نہیں مانگتا سورۃ حٰمٓ ، عٓسٓقٓ میں موجود ہے الاتقیٰ کی تعریف میں من نعمة سے مراد مطلق نعمت نہیں کہ اس کا بدلہ دینا ناممکن ہو بلکہ وہ نعمت مراد ہے جو قابل بدلہ ہے یعنی جب جناب علی مرتضیٰ من نعمة تجزی کے وصف سے متصف ہی نہیں کسی شخص پر ان کا دنیاوی احسان ہی نہیں تو وہ اس آیت کا مدلول اور مصداق نہیں ہونگے جب علی رضی اللہ عنہ مدلول اور مصداق نہ ہوئے تو ثابت ہوا کہ الاتقیٰ سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں وہی افضل الخلق اور وہی

افضل الامت ہیں سید صاحب کا علامہ تفتازانی کی عبارت جو عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مفاضلہ پر ہے۔

امام رازی کے قول اما ابو بکر و اما علی سے مغالطہ دہی کی کوشش

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے قول اما ابو بکر و اما علی کو بطور دلیل اس پر پیش کرنا غلط ہے کیونکہ الاتقیٰ من نعمۃ تجزی کی قید سے مقید اور وصف سے متصف ہے جس کا مدلول صرف صدیق اکبر کی ذات گرامی ہے۔ سید صاحب امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام اور ان کی نقل کردہ عقلی دلیل کو نہیں سمجھ سکے سید صاحب کلام امام کو غور سے پڑھیں اور سمجھیں امام صاحب کی یہ دلیل مانعۃ الجمع اور مانعتہ الخلو کے طریقے پر ہے جب بر طریق مانعتہ الجمع ہوئی تو اس سے استدلال فقط ایک فرد کے لیے ہوگا اور دوسرے کی نفی ہوگی اور وہ فرد وہی ہوگا جو من نعمۃ تجزی کی قید سے مقید ہوگا اور وہ فقط جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں مانعتہ الخلو کی صورت بھی مفید افضلیت ہے کیونکہ دونوں کا ارتفاع محال ہے نصّ قطعی اس اتقیٰ کے وجود کو ثابت کر رہی ہے جو من نعمۃ تجزی کی قید سے مقید ہے وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

سید صاحب نے توقف کے ثبوت میں شرح عقائد کے محشی رمضان آفندی کا قول نقل کیا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس عبارت میں علامہ آفندی نے صراحت فرمادی ہے کہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک خلفائے اربعہ کی تفضیل میں توقف کو ترجیح ہے۔ (زبدۃ۔ص۔334)

سید صاحب کا یہ تحریر کرنا اس لیے غلط ہے کہ رمضان آفندی کی عبارت یہ ہے:

"ولم تجد هذه المسئلة اى مسئلة تفضيل هذه الاربعة على بعضه مما يتعلق به شيء من الاعمال"۔ اس عبارت میں کہاں اور کونسا ایسا لفظ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ خلفائے اربعہ کی تفضیل میں توقف کو ترجیح حاصل ہے بلکہ آفندی کی عبارت یہ بتا رہی ہے کہ خلفاء اربعہ کی تفضیل اعمالیات سے نہیں بلکہ اعتقادیات سے ہے اعمال سے نہ ہونے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ جس کا جی چاہے جب چاہے جہاں چاہے جو چاہے وہ کہتا پھرے متکلمین (علمائے علم الاعتقاد) کے نزدیک

اگر اس کی اہمیت احساسیت اور نزاکت قابل اعتناء نہ ہوتی تو علم الکلام کے نصاب میں اس کو ہرگز شامل نہ فرماتے۔

سید صاحب نے لکھا کہ اور یہ سمجھنا کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہ کی جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ پر افضلیت سلف صالحین میں متفقہ مسئلہ تھا یہ بات غیر واقعاتی ہے علامہ ابن عبدالبر الاستعیاب فی معرفتہ الاصحاب 52/3 پر تحریر فرماتے ہیں" **واختلف السلف ایضا فی تفضل علی وابی بکر و فی اجماع الجمع الذی وصفنادلیل علی ان حدیث ابن عمروھم غلط وانہ لا یصح معناہ وان کان اسنادہ صحیحاً** "ترجمہ : سلف صالحین نے بھی علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے اور اجماع الجمع میں جو ہم نے وضاحت کی ہے اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک وہم ہے اور لغزش ہے اور یہ کہ اس کے معنی صحیح نہیں اگرچہ اس کا اسناد صحیح ہے۔ (زبدۃ۔ص۔335)

جواباً کہا جائے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان بصیغہ تفضیل اسلاف میں کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت تمام صحابہ کے نزدیک مسلمہ تھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بخاری اور انہی سے تخریج کردہ حدیث ابن عساکر اور ابن عساکر کی تخریج کردہ حدیث ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی امام ترمذی کی حدیث اور احادیث علی رضی اللہ عنہ نمبری، 20/4422 اور 25/4427 اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نمبری 44/4446 اور احادیث حذیفہ بن الیمان اقتدوا باالذین من بعدی ابی بکر و عمر الحدیث نمبری 49/445، 50/4452۔ وحدیث 51/4453 وحدیث 52/4454۔ اور انہی الفاظ میں مروی حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نمبری 54/4456، امام حاکم نے المستدرک میں نقل کی ہیں اور حذیفہ بن الیمان سے مروی حدیث کو امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا ہے ان تمام احادیث سے ثابت ہے کہ تمام صحابہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق کی تمام صحابہ پر افضلیت مسلمہ اور لاریب تھی اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی اس پر مہر تصدیق ثبت تھی ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ اسلاف

میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں اختلاف تھا باطل محض ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو وہم اور لغزش کہنا بھی علمی دنیا کا بطلان ہے اس کی پوری تحقیق جلد اول مین واضح بیان اور جلی حروف میں آچکی ہے وہاں دیکھ لی جائے سید صاحب نے خود افضلیت ابو بکر صدیق میں پانچ احادیث نقل کی ہیں جن میں دو حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بحوالہ بخاری و ابن عساکر زبدۃ۔ ص۔105_106 پر نقل کی ہیں اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث معاذ اللہ وہم اور لغزش ہے تو ان احادیث کو فضائل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

وہم اور لغزش تب ہوتی جب اس کے اسناد میں ضعف ہوتا یا متن میں اختلاف پایا جاتا یا معنوی طور پر دیگر احادیث کے ساتھ تصادم ہوتا جب کوئی ایک شق بھی اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ وہم یا لغزش کس طرح ہوئی؟

بلکہ دیگر احادیث، حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی لفظاً اور معناً موید ہیں مثلاً ابن عساکر نے ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دو حدیثوں کی تخریج کی ہے یہ دونوں حدیثیں حدیث بخاری جس کو نافع عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کی لفظاً اور معناً موید ہیں اگر حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہم لغزش یا بے اصل ہوتی تو اسکی تائید اور توثیق میں کوئی حدیث ڈھونڈنے کو نہ ملتی سید صاحب کے علم و دانش پر تعجب ہے کہ جلیل القدر فقیہ اور مجتہد صحابی کی حدیث کو ابن عبدالبر اندلسی کی تقلید میں معاذ اللہ وہم اور لغزش کہہ رہے ہیں بلکہ حدیث کو قول شخص کے مقابل لانا اور توازن کرنا بذات خود کم فہمی اور علمی لغزش ہے ابن عبدابر اندلسی نے کہا وان کان اسنادہ صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے اسناد صحیح ہیں۔ جب اسناد صحیح ہیں تو یہ ثابت ہو گیا کہ یہ قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقہہ اجتہاد علم قرآن اور فہم قرآن میں بلند مقام رکھتے ہیں آئمہ اصول فقہہ اور آئمہ مجتہدین نے عبادلہ میں ان کو سر فہرست رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ایک عظیم المرتبت صحابی ایک عظیم المرتبت فقیہ اور بلند پایہ

مجتہد کا قول ہے اور قول صحابی سر چشمہ ہدایت ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے اصحابی کا لنجوم فبایم اقتدیتم اھتدتیم جب ہر صحابی مینارۂ نور ہے مشعل راہ ہدایت ہے اور اس کا قول و فعل حکم اٹل اور حجت شرعیہ ہے تو ابن عبد البر اندلسی کے قول کے مقابل اس کی قانونی اور شرعی اہمیت کو کیوں سلب کیا گیا ہے؟ وہ کون سی قطعی وجوہات ہیں جو قول صحابی کے لیے ناسخ ہیں، کیا بصر اور بصارت کی دنیا کا یہی اصول اور یہی قانون ہے کیا ایمانی بصیرت اس کی اجازت دیتی ہے؟ سید صاحب نے جو تحریر کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف اقوال ہوں تو اُن میں سے کسی قول کو بھی اختیار کر لیا جائے تو ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ (زبدۃ۔ص۔332)

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مقابل کسی صحابی کا قول مخالف نہیں بلکہ تمام صحابہ کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ افضلیت اور ترتیب افضلیت پر اجماع ہے تو پھر کیا قول عبداللہ بن رضی اللہ عنہم امر ہدایت نہیں ہے سید صاحب کے تبصرہ کی روشنی میں بدوں شک وارتیاب امر ہدایت ہے تو قول ابن عبد البر اندلسی کے مقابل اس سے اعراض اور پہلو تہی کیوں؟ جب یہ حدیث ہے امر ہدایت ہے اس کے امر ہدایت ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے توثیق و تائید کی مہر لگا رکھی ہے تو ایمان کی دنیا کا کون سا وہ خطہ ہے جس سے اس حدیث کے وہم اور لغزش ہونے کی آواز آرہی ہے؟ اصول و قواعد جو فن حدیث کے مسلّمہ باٹ ہیں ان کے مقابل تولنے پر تو یہ حدیث تواتر کا وزن رکھتی ہے۔ تواتر کی تعریف اقسام او امثلہ جلد اول میں بالتفصیل بیان ہو چکے ہیں ایک صحیح اور تواتر سے لبریز حدیث کو وہم اور لغزش قرار دینا کس دنیا کا اصول اور کس نظریہ کی پاسداری ہے؟

جب یہ ثابت ہے کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے اس کی اسناد بھی صحیح ہیں تو یہ وہم اور لغزش کیسے ہوئی؟ کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کے تلفظ اور تکلم میں وہم اور غلطی کا شکار ہوئے؟ یا آپ نے غیر واقعاتی بات کی۔ نعوذ باللہ ان دونوں باتوں کا آپ کے متعلق تصور کرنا بھی گناہ ہے اور آپ کی قصر شان ہے امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا: ”اسلم قدیما مع ابیه وھو صغیر بل روی انه اوّل مولود ولد فی الاسلام واستصغر یوم احد وشھد

الخند ق وما بعد ها وقال فيه النبی ﷺ رجل صالح"(اسعاف المبطاء بر حال الموطا)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ابتدائے اسلام میں اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بچپن میں ہی اسلام لے آئے تھے بلکہ آپ کے متعلق یہ روایت بھی کیا گیا ہے کہ آپ وہ پہلے مولود ہیں جنہوں نے اسلامی فضاء میں جنم لیا اور آغوش اسلام میں آنکھ کھولی جنگ احد میں چھوٹا ہونیکی وجہ سے شریک نہ ہو سکے غزوہ خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے اُن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرد صالح ہے۔

مقام تعجب ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت جنم لیتے ہیں جب اُن کے والد گرامی شرف صحابیت کی قوت سے مسلح ہو کہ مسلمانوں کی قوت بے بہا بن کر اسلام کو خفیہ خانوں سے نکال کر سر عام لے آئے ہیں جن کے ایمان اور اسلام کی خود اعتمادی کا حال یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کے در و دیوار صدیوں بعد صدائے توحید سے آشنا نور رسالت سے بہرہ ور اور مکہ کے کوچے اور بازار کلمات شہادت سے گونج اُٹھے ہیں اور فضائیں ندائے تکبیر سے فیضیاب ہو رہی ہیں یہ عبداللہ بن عمر ہی ہیں جن کی دنیا میں آمد اس وقت ہوئی جب ان کا گھر تعلیم توحید و رسالت شرف صحابیت کا علمبردار اور انوار وحی کا آئینہ دار تھا چشم ہوش کھلی تو قرآن اور صاحب قرآن کے جلوے دیکھے رخ والضحیٰ کی جلوتوں ، نزول قرآن کی عظمتوں ، آثار وحی کی رفعتوں ، الطافہائے نبوت کی کرامتوں کو قریب سے دیکھا اور ان کا مرکزی کردار جی بھر کے لوٹا ، رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت اور قدسی صفات صحابہ کی معیت میسر آئی زندگی کے لمحات اطاعت رسول ، حب رسول ﷺ کی دہلیز پر نچھاور کر دیئے ، زمانہء امن ہو یا معرکہ ہائے حق و باطل اسلام کی سر بلندی اور سرخروئی کے لیے جان کو ہتھیلی پر رکھا ، دین کے تعلیم و تعلم میں ہمیشہ پیش پیش رہے فرزند توحید ہونے اور اسوہ رسول اپنانے میں ایسا کردار ادا کیا کہ زبان رسالت مآب سے رجل صالح کا خطاب مآب نصیب ہوا جس عبداللہ بن عمر کی بارگاہِ خداوندی میں اتنی رسائی اور دربار رسول میں اتنی پذیرائی ہو اس کے قول اور ارشاد پاک کو ابنِ عبدالبر اندلسی ایسا شخص وہم اور غلط قرار دے باعث حیرت نہیں؟ دنیائے حدیث کا بے تاج بادشاہ ، سلسلہء اسناد کا جابر

حکمران آئمہ حدیث کا مقتداء اور پیشوا امام بخاری حضرت نافع کی زبانی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے قول کو سن کر اصح الحدیث اور اصح الاسانید کا درجہ دیتا ہے مگر امام بخاری کے لگائے ہوئے گلشن احادیث کا خوشہ چیں اندلسی اس کو وہم اور غلط کاری کہے یہ ابطل الاباطیل نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

سید صاحب نے علامہ شریف جرجانی کی کتاب شرح مواقف۔ص۔404/8 سے یہ اقتباس نقل کیا ہے:"والنصوص المذکورة من الطرفین بعد تعارضها لا تفید القطع علی مالا یخفی علی منصف لانا با سرهاامااحاداوظنیة الدلالة مع کونهامتعارضة ایضاً"
ترجمہ:۔دونوں طرف سے مذکور ہونے والے دلائل آپس میں متعارض ہونے کے بعد قطعیت کے معنیٰ نہیں دیتے جیسا کہ کسی بھی منصف مزاج انسان پر یہ بات مخفی نہیں۔کیونکہ وہ سارے کے سارے یا تو اخبار واحدہ ہیں یا ظنیۃ الدلالت ہیں باوجود آپس میں متعارض ہونے کے بھی۔(زبدة۔ص۔335)

جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ اس اقتباس کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلائل قطعیہ موجود ہیں یہ اقتباس حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان پائے جانے والے مفاضلہ کے بارے میں ہے۔یہ ہمارا موضوع ہی نہیں ہمارا موضوع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہے جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔

سید صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 795ھ نے اپنی شرح عقائد کے صفحہ 108 پر جو توقف کا جواز پیش کیا کہ وہ انہی دو کے درمیان کیا ہے۔غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

سید صاحب نے لکھا کہ!یہ کہنا کس طرح ممکن ہوگا کہ سلف صالحین افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق تھے،قاضی ابوبکر باقلانی اشعری متوفی 403ھ اپنی کتاب مناقب آئمہ اربعہ صفحہ 294 پر رقم طراز ہیں:"القول تبفضیل علی رضوان الله علیه مشهور عند کثیر من

الصحابة کالذی یروی عن عبدالله بن عباس وحذیفة بن ایمان و عمار بن یاسر ، وجابر بن عبدالله وابو الھیثم بن تیھان وغیرھم"

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مشہور ہے جیسا کہ عبداللہ بن عباس وحذیفہ بن الیمان وعمار بن یاسر جابر بن عبداللہ ابوالہیثم بن تیہان وغیرہ،

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ان صحابہ کا حوالہ متعدد بار اس سے قبل بھی پیش کر چکے ہیں ہم نے جواب بھی نقل کر دیئے ہوئے ہیں مزید یہ تحریر کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ابن عبدالبر اندلسی نے بھی یہی بات اپنی کتاب استیعاب میں تحریر کی ہے اور صحابہ کے نام بھی لکھے ہیں لیکن محدث ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ۔ص۔ 58 شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان۔ص۔۱۶۳ پر یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت شاذ غیر مقبول اور غیر معتبر ہے۔

ابنِ عبدالبر اندلسی کی وفات 463ھ میں ہوئی ہے۔قاضی ابوبکر باقلانی کا سال وفات 403ھ ہے۔ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا قول پانچویں صدی کی پیداوار ہے صحابہ اور تابعین میں اس کا نام ونشان نہ تھا الصواعق المحرقہ کے مقدمہ۔ص۔۷۔ پر ہے" وذکر ابن عقیل العلوی ان من الرافضه زید بن ارقم والمقدادبن الاسود و سلمان الفارسی واباذر ، و خبابا ، وجابر بن ھاشم ، و بنی عبدالمطلب وھذا قول من جملة الدعاوی الّتی لا تقوم علی اساس فانھم لا ینتقصون احدًا من الصحابة فضلاً عن الشیخین کما ذکرناه' (العتب الجمل)

ترجمہ: رافضیوں کے دعویٰ میں سے ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ زید بن ارقم، مقداد بن الاسود، سلمان فارسی، ابوذر، جناب، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید الحزری، سہیل بن حنیف، ابوالطفیل عامر بن واثلہ، عباس، بنو ہاشم بنو عبدالمطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل قرار دیتے تھے، حالانکہ یہ قول بے بنیاد ہے اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ یہ صحابہ کرام شیخین تو رہے درکنار کسی بھی صحابی کی

تنقیص شان نہیں کرتے تھے۔ بحوالہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ ابن عبد البر اندلسی، اور قاضی ابو بکر باقلانی کا قول بے اصل، اور بے بنیاد ہے شاذ ہونے کے وجہ سے غیر مقبول اور غیر معتبر بلکہ مردود ہے۔ یہ قول روافض کا تر شیدہ اور خود ساختہ ہے دور صحابہ اور تابعین میں اس کا وجود اور تصور تک نہیں اگر یہ قول اور ان صحابہ کی رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر ہوتی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہرگز نہ ہوتا۔

سید صاحب نے لکھا کہ ابوالحسن اشعری جن کا سن وفات ایک قول کے مطابق 330ھ ہے انہوں نے پانچ مذہب اہل سنت کے نقل کئے وہ سلف صالحین کے بھی زیادہ قریب تھے اور انہی متکلمین میں بھی بہت سابق آدمی ہیں ان کو کیوں پتہ نہیں کہ سلف صالحین حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت پر متفق تھے ان کے اس موجودہ بیان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا قول بھی موجود ہے اور توقف کا قول بھی۔

جواباً کہا جائے گا کہ غلط ہے ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے قائلین کے اقوال نقل کئے ہیں جن کو تفضیل کے مسئلہ میں پانچ اختلافی مذاہب کہا جا سکتا ہے، یہ ابوالحسن اشعری کا اپنا بیان (عقیدہ نہیں) نہیں ان کا اپنا عقیدہ یہی ہے کہ "ان تفضیل ابی بکر علی من بعدہ قطعی" (الصواعق المحرقہ: ص 58) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بعد میں آنے والے خلفائے ثلثہ پر قطعی ہے۔ اختلافی مذاہب نقل کرنے سے ناقل کا عقیدہ نہیں بن جاتا، اگر ایسا ہوتو کفریہ کلمات کا ناقل کافر ہونا چاہیے جبکہ مسلمہ اصول ہے نقل کفر، کفر نہ باشد، امام ابوالحسن اشعری نے پانچ مذاہب نقل کر کے عقیدۂ سلف کو واضح کیا کہ اسلاف کے ہاں ابو بکر صدیق کی افضلیت مسلمہ ہے، اور جو لوگ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں، یا جو توقف کا مذہب رکھتے ہیں وہ غلط اور عقیدۂ سلف کے مخالف ہیں سلف کے ہاں تمام صحابہ بشمول خلفائے ثلثہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور ان کی افضلیت قطعی ہے، یہ مضمون پہلے کئی بار آچکا ہے مگر سید صاحب کو رہ، رہ کرتا نے بانے یاد

آتے ہیں اور ہمیں مجبوراً قلم کو حرکت میں لانا پڑتا ہے۔

علامہ تفتازانی پر سید صاحب کا الزام اور اس کا تفصیلی جواب

علامہ سید صاحب نے لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ علامہ تفتازاتی کا قول توقف دربارۂ تفضیل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قول جدید نہیں بلکہ پہلے سے چلا آ رہا ہے، اور یہ قول کہ سلف صالحین افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر متفق تھے اصلاً بے بنیاد ہے۔

جواباً کہا جائے گا کہ:۔ سید صاحب کا مندرجہ تبصرہ سو فیصد غلط اور شرح عقائد کی مبینہ عبارت اور علامہ تفتازانی کے قول مفسر کے بالکل خلاف اور مغائر ہے، سید صاحب شرح عقائد کی عبارت کو سمجھ نہیں سکے اصل متن یوں ہے: ''**وافضل البشر بعد نبیا ابو بکر الصدیق ثم عمر الفاروق ، ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضیٰ**'، اس کی شرح اور تائید میں علامہ سعد الدین تفتازانی نے فرمایا ''**علی ھذاوجد تاالسلف** '' یہ اس بات پر صراحت ہے کہ اسلاف کے ہاں ترتیب افضلیت اسی طرح ہے اور یہی علامہ تفتازانی کا عقیدہ ہے اگر یہ عقیدہ نہ ہوتا تو اپنا موقف اور اپنا قول فیصل **علی ھذا وجد نا السلف** کے الفاظ میں تحریر نہ فرماتے علامہ عبدالعزیز پھر ہارویؒ نے ''**وعلی ھذا وجد نا السلف**'' کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ''**ای علی ھذا الترتیب المذکور وجد نا السلف ھم الصحابة والتا بعون واتبا عھم والمرادا کثر ھم:**

ترجمہ: متن میں مندرجہ ترتیب کے مطابق ہم نے صحابہ تابعین تبع تابعین کو افضلیت کا قائل پایا ہے اور اس سے مراد اکثر اسلاف ہیں، پھر فرمایا: ''**وقال بعض المحشین المراد من السلف الصحابة والتابعون فقط**''، بعض محشین نے فرمایا کہ سلف سے مراد صرف صحابہ اور تابعین ہیں، ہر دو اقوال سے ثابت ہوا کہ سلف سے مراد صحابہ اور تابعین ہیں یعنی صحابہ اور تابعین کے نزدیک ترتیب افضلیت پر ترتیب خلافت ہے جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ انبیاء اور

مرسلین کے بعد تمام انسانوں جنوں سے افضل ہیں علامہ پھر ہاروی نے نقل فرمایا:

''اعلم ان المذهب عند اهل السنة ماروا ه الحاكم وابن عدى والخطيب عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال ابو بكر و عمر خير الاولين والاخيرين وخيرا هل السموت و خير اهل الا رضين الا النبين والمر سلين .(نبراس .ص .299)

ترجمہ:۔اہل سنت و جماعت کا مذہب وہی ہے جو حاکم، ابن عدی اور الخطیب نے ابوہریرہ کی روایت سے نقل فرمایا ہے۔وہ یہ ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔کہ ابوبکر اور عمر، انبیاء اور مرسلین کے بعد تمام اگلوں پچھلوں، زمینوں اور آسمانوں کے اہالیان سے افضل ہیں شیخین کی افضلیت میں یہ حدیث مرفوع ہے۔

علامہ پھر ہاروی نے فرمایا:''ويمكن عندى ان يجاب بان مشار اليه بقوله على هذا وجد نا السلف هو تفضيل ابى بكر على على رضى الله عنهماوهذا التخصيص. وان لم يسا عده اللفظ لكن يد ل عليه ان المجوث عنه بين اهل السنة والشيعة هو تفضيل احد هما على الأ خر حيث جعلوا من علامات السنه والجماعة تفضيل الشيخين ابى بكرو عمرومحبة الختنين عثمان و على'' ترجمہ: میرے نزدیک ایک جواب یہ بھی ہے کہ على هذا وجد نا السلف سے مراد علامہ تفتازانی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تفضیل ابوبکر اور علی رضی اللہ عنہما میں ہم نے اپنے اسلاف کو ابوبکر صدیق کو تفضیل دیتے ہوئے پایا ہے اگرچہ عبارات اس کی متحمل نہیں لیکن چونکہ اہل سنت اور شیعہ کے درمیان ابوبکر صدیق اور حضرت علی کے درمیان مسئلہ افضلیت میں اختلاف ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور شیعہ کے نزدیک حضرت علی ابوبکر صدیق سے افضل ہیں اس لحاظ سے علامہ تفتازانی نے فرمایا کہ على هذا وجد نا السلف ہم نے اپنے اسلاف (صحابہ، تابعین، تبع تابعین کو تفضیل ابوبکر صدیق کا قائل پایا ہے۔علامہ پھر ہاروی کی اس توجیہ کے تناظر میں على هذا وجد نا السلف کے دو محمل معلوم ہوئے

۱۔ خلفائے اربعہ کی ترتیب افضلیت پر صحابہ، تابعین، تبع، تابعین کا اجماع ہے،

۲۔ ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی تفضیل میں، صحابہ تابعین نے ابوبکر صدیق کو ہی افضلیت دی ہے۔ اہل سنت و جماعت کے مذہب کا تشخص بیان کرتے ہوئے علامہ تفتازانی نے فرمایا۔ اہل سنت و جمات کا امتیازی نشان یہ ہے کہ جو شیخین کو تمام صحابہ سے افضل نہ سمجھے تو وہ اہل تشیع میں سے ہے اہل سنت و جماعت سے نہیں معلوم ہوا کہ تفضیل ابوبکر صدیق کا عقیدہ اسلاف سے چلا آ رہا ہے توقف اور تفضیل علی رضی اللہ عنہما کا عقیدہ بعد کا ہے اور چند افراد کا یہ موقف ہے لیکن معتبر روایات سے ثابت ہے کہ ان افراد نے بھی آخر کار اس موقف سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ چند سطور بعد آ رہا ہے۔ اہل سنت کے ہاں افضلیت کا معیار کثرت ثواب ہے وہ مناقب، کمالات، اور کرامات نہیں جو ظاہری اور حسی طور پر کسی ذات میں پائے جائیں، کثرت ثواب کا علم رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر موقوف ہے اس پر امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث ''کنا نقول و رسول الله ﷺ حی افضل امته بعده ابو بکر ثم عمر، ثم عثمان فبلغ ذالک رسول الله ﷺ فلا ینکره'' نقل کی ہے۔ ترجمہ:۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں آپ ﷺ سنا کرتے اور اس کا انکار نہیں فرماتے تھے۔

حافظ ابوسعد السمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے

''خیر الناس فی هذه الأمة بعد ابو بکر، عمر الفاروق، ثم عثمان ذو النورین ثم انا'' ترجمہ: اس امت میں ابوبکر صدیق کے بعد سب لوگوں سے افضل عمر ہیں اُن کے بعد عثمان اور ان کے بعد میں ہوں۔ بلکہ ابومنصور بغدادیؒ نے نقل فرمایا الاجماع علی ان عثمان رضی الله عنه افضل، کہ حضرت علی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے افضل ہونے پر اجماع ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''قال اجمع المهاجرون والانصار علی ان خیر هذه الامة ابو بکر و عمر وعثمان رواه خیثمه بن سعد. ترجمہ: تمام

مہاجرین اور انصار کا اجماع ہے کہ اس امت میں سب سے افضل ابوبکر، عمر، اور عثمان ہیں اس حدیث کو خیثمہ بن سعد نے روایت کیا ہے۔

شارح مسلم امام نووی نے فرمایا؛

''الصحیح المشهور تقدیم عثمان علی علی رضی الله عنهما . ترجمہ: صحیح اور مشہور مذہب یہ ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں (کلہا من النبراس) مندرجہ بالا توضیحات سے ثابت ہوا ہے کہ کسی صحابی کسی تابعی اور آئمہ امت میں سے کسی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت میں توقف کا قول نہیں کیا بلکہ خلفائے ثلثہ کی افضلیت ترتیب خلافت کے مطابق صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے دور سے مسلمہ چلی آرہی ہے اہل سنت و جماعت کے نزدیک افضلیت کا مدار کثرت ثواب ہے ظاہری منصب، کمالات، کرامات، اور شرف حسب ونسب نہیں امام ابی بکر بن خزیمہ اور سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ تفضیل عثمان کے مقابل تفضیل علی رضی اللہ عنہما کے قائل تھے اور امام مالک کا مسلک توقف تھا۔لیکن علامہ پھرہاروی نے فرمایا:۔''وذكر القاضی عیاض عن الا مام مالک انه رجع عن التوقف الی هذا و حكی القسطلانی عن سفیان الثوری انه رجع عن تفضیل علی رضی الله عنه الی تفضیل عثمان (النبراس . ص. 303) ترجمہ؛ القاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے کہ امام مالک نے توقف سے تفضیل عثمان کی طرف رجوع کرلیا تھا، اور امام قسطلانی نے روایت فرمایا ہے کہ سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے تفضیل علی سے تفضیل عثمان کی طرف رجوع کرلیا تھا، معلوم ہوا کہ تفضیل عثمان کا مسئلہ بھی آخر کار متفق علیہ ہی قرار پایا تھا۔

علامہ تفتازانی رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے موقف پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ساری اُمت میں افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد عمر اور اُن کے بعد عثمان اور اُن کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ جس کو علامہ نے، علی ھذا وجدنا السلف سے تعبیر فرمایا ہے، اور علی سبیل التنزل دلیل سمعی پر موقوف ہے تفضیل عثمان پر ادلہ سمعیہ موجود ہیں یہ کیسے ممکن

ہے کہ علامہ کو ان کا علم نہ ہو۔ علامہ نے مذہب سلف وصالحین کی حقانیت اور صداقت پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا: ''**والظاهر انه لو لم يكن لهم دليل على ذالك لما حكموا بذالك** ''اگر اسلاف کے پاس ترتیب افضلیت پر دلیل نہ ہوتی تو اس ترتیب پر افضلیت کا فیصلہ ہرگز نہ فرماتے۔ علامہ پرہاروی نے فرمایا'' **لان عادتهم شدة الاجتهاد في تحقيق الحق** ''اسلاف کی عادت یہ تھی کہ وہ تلاش حق میں حالات وواقعات کی تہوں اور ثبوت ودلائل کی گہرائیوں میں اتر کر فیصلہ فرماتے تھے، لہٰذا افضلیت خلفاء اربعہ پر ان کا بدوں دلیل شرعی اجماع کرنا محال ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ ایک بے ثبوت بے دلیل خلاف حقیقت امر پر اجماع کرلیں مواقف میں ہے:

''**وحسن ظننا بهم يقتضي بانهم لو لم يعرفوا ذالك لما اطبقوا عليه فوجب علينا اتباعهم في ذالك القول** (النبراس . 301) ترجمہ: ہمارا حسن ظن تقاضا کرتا ہے کہ اگر اسلاف دلیل افضلیت تک رسائی حاصل نہ کرتے تو اس افضلیت پر بالکل متفق نہ ہوتے اس قول افضلیت میں ان کی اتباع ہم پر واجب ہے ان شواہد کی موجودگی میں علامہ تفتازانی کا قول توقف علی سبیل التنزل اور بطریق فرض ہوسکتا ہے جس سے مذہب اسلاف متاثر ہوتا ہے نہ جہت توقف کو ترجیح حاصل ہوتی ہے کیونکہ علامہ نے کہا کہ توقف کا تعلق اعمال سے نہیں اور نہ ہی اس سے واجبات شرعیہ میں کوئی خلل آتا ہے یہ مفید ظن ہے اعتقادی مسئلہ ہے یعنی حضرت عثمان غنی کو افضل نہ ماننے سے نہ اعمال متاثر ہوتے ہیں نہ کسی واجب شرعی کا انکار لازم آتا ہے۔ سید صاحب نے شرح مواقف کے حوالے سے لکھا کہ: ''**والنصوص المذكورة من الطرفين بعد تعارضها لا تفيد القطع على مالا يخفىٰ على منصف لانها باسرها اما احاد او ظنية الدلالة مع كونها متعارضة ايضاً**: ترجمہ: دونوں طرف سے مذکور ہونے والے دلائل آپس میں متعارض ہونے کے بعد قطعیت کے معنی نہیں دیتے جیسا کہ کسی بھی منصف مزاج انسان پر یہ بات مخفی نہیں کیونکہ وہ سارے کے سارے یا تو اخبار واحدہ ہیں یا ظنیۃ الدلالۃ ہیں، باوجود آپس میں متعارض ہونے کے بھی۔

سید صاحب نے اس پر اپنے تبصرہ میں لکھا کہ یہاں شریف جرجانی رحمتہ اللہ علیہ نے طرفین سے جناب ابوبکر صدیق اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما مراد لیے ہیں کیونکہ گزشتہ صفحات پر جتنے دلائل پیش کیے گئے ہیں وہ حضرت ابوبکر صدیق اور جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر ہیں اُن میں سے کسی تیسرے کا نام نہیں علمائے عقائد نے اکثر و بیشتر موازنہ جو قائم کیا ہے وہ ان دو کے درمیان کیا ہے تیسرے کا کوئی نام نہیں علامہ سعد الدین التفتازانی رحمتہ اللہ علیہ متوفی 795ھ نے اپنی شرح عقائد کے صفحہ 108 پر جو توقف کا جواز پیش کیا وہ انہی دو کے درمیان کیا ہے۔ (زبدۃ۔ص۔335)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کا تبصرہ خلاف حقائق ہونے کی وجہ سے غلط اور دلائل نقلیہ قطعیہ کی موجودگی میں مردود ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر دلائل قطعیہ موجود ہیں جو مفید قطعیت ہیں اس عنوان میں دلائل کا ایک ذخیر پہلے آچکا ہے مزید اعادہ کی ضرورت نہیں تاہم کچھ دلائل کا ذکر کرنا ہمارری مجبوری ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''**وھو ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ، ثم علی بالنص والا جماع والا فضلیة کذالک بھما (میزان العقائد) ترجمہ**: ۔خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں کیونکہ وہ مقنن نہیں ، جیسے خلفاء اربعہ ، ابوبکر صدیق عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ان کی خلافت نص اور اجماع سے ثابت ہے یعنی ان کی خلافت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کیونکہ نص اور اجماع دلائل قطعیہ ہیں اور اسی طرح اس ترتیب خلافت پر ہر ایک کی افضلیت نص اور اجماع سے ثابت ہے۔

محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ''**وقد اجمعو اا یضاً علی استحقا قھم الخلا فة علی ھذاا الترتیب لکن ھذ ا قطعی کمامر بادلته میسو طاً(الصواعق المحرقه .59)ترجمہ**: خلفائے اربعہ کا استحقاق خلافت ان کی ترتیب خلافت پر ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور یہ تربیت خلافت قطعی ہے اس پر تفصیلی دلائل پہلے گزر چکے ہیں۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا چاروں صحابہ کرام کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے دیکھی جاسکتی ہے (تکمیل الایمان۔ص۔153۔مکتبہ نبویہ لاہور) محقق ابن الہمام حنفی رحمتہ اللہ علیہ

نے فرمایا:''

''فضل الصحابة الا ربعة علی حسب تر تیبهم فی الخلا فت'' (المسائرہ.ص.۲۵۷)

ترجمہ: صحابہ اربعہ (خلفائے اربعہ) کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت پر ہے۔ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت ترتیب خلافت پر ہے اور یہ ترتیب اور افضلیت نص اور اجماع سے ثابت ہے جو دلائل قطعیہ ہیں سید صاحب کا یہ تحریر کرنا کہ مفاضلہ ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان ہے اور جانبین کے دلائل اخبار واحدہ یا ظنی الدلالۃ ہیں اور یا ہم متعارض ہیں غلط ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت پر قرآن، حدیث اور اجماع کی مہر قطعیت ثبت ہے اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت اور افضلیت پر بھی قطعیت کی مہر ثبت ہے۔ محقق ابن الہمام حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:''ولما اجمعو اعلی تقد یم علی بعد هم دل علی انه افضل من بحضرته (المسائرہ .ص. ۲۵۹) ترجمہ:۔خلفائے ثلٰثہ کے بعد صحابہ کرام کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بالاجماع تقدیم دینا (خلیفہ بنانا) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے تمام اہل زمان سے افضل تھے یعنی جو ان کے دور حیات میں موجود تھے۔

کمال الدین محمد بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

''الصحابة رضی الله عنهم علی تقدیم علی بعد هم ای بعد الثلاثة ابی بکر، وعمر و عثمان دل اجماعهم علی انه کان افضل من بحضرته، (المسامرہ . ۲۵۹)

ترجمہ: خلفائے ثلٰثہ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد صحابہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کیا۔ تو یہی اتفاق (اجماع) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے تمام اہل زمان سے افضل تھے،، ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور افضلیت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے جو دلیل قطعی ہے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مفاضلہ ہے ہی نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علی الاطلاق افضیلت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے جن میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور معتبران اُمت کی کتب میں یہ تصریحات واضح ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت خلفاء ثلٰثہ کے بعد ثابت ہے کمال الدین محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " نعم اذا ضم الی ذالک الا جماع علی انه افضل ممن عد الثلاثة من الخلق ثبت، و ثبت افضلية الثلاثة عليه با دلة السمع ، (المسامرة .ص. ٢٥٩) ترجمه: ہاں اگر یہ قید لگائی جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلٰثہ کے بعد تمام حاضرین اور غائبین سے افضل ہیں تو پھر حضرت حمزہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم سے بھی افضل ہونگے، اگر یہ کہا جائے کہ علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلٰثہ کے بعد اپنے اہل زمان سے افضل ہیں تو یہ ثابت اور حقیقت ہے اور افضلیت کو اگر بعد الثلاثہ کی قید سے مقید نہ کیا جائے تو لازم آئیگا کہ خلفائے ثلٰثہ سے بھی افضل ہوں، خلفائے ثلٰثہ سے علی الاطلاق افضل ہونا محال شرعی ہے کیونکہ ان کی افضلیت ادلہ سمعیہ سے ثابت ہے اور اس صورت میں ادلہ شرعیہ کی مخالفت لازم آتی ہے جو محالات شرعیہ میں سے ہے۔ کمال الدین محمد بن محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا" و ثبت افضلية الثلاثة عليه بادلة السمع هذا كما ذكرنا. (المسامره. ٢٥٩) ترجمه: ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خلفائے ثلٰثہ کی افضلیت مسلمہ ہے جس کا ثبوت ادلہ سمعیہ شرعیہ سے ہے، کمال الدین محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہما کو علی الاطلاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دینا بھی محال شرعی ہے اور ادلہ شرعیہ سمعیہ قطعیہ کو اخبار واحدۃ اور ظنی الدلالۃ اور متعارض قرار دینا بھی انکار کے مترادف ہے جو بھی محال شرعی ہے اور علم ودانش بے بہرہ ہونیکی دلیل ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر دلائل قطعیہ کا ذخیرہ پہلے نقل ہو چکا ہے یہاں ایک اور دلیل کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اس دلیل کا تعلق فن حدیث سے ہے، وہ دلیل یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب انصار نے خلافت کے معاملہ میں طویل بحث وتکرار کی اور زور زور کی آوازیں بلند ہوئیں تو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا: "یا معشر الا نصارا لستم تعلمون ان رسول الله ﷺ امر ا با بكر يوم الناس فى الصلوة فما لكم تو خرونه

فقالوا معاذالله ان نوخره"ترجمہ: اے جماعت انصار تمہیں علم ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ان کو پیچھے کر رہے ہو؟ انصار نے کہا کہ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو موخر کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان اگرچہ خبر واحد ہے اور اس خبر واحد سے آپ نے خلافت ابوبکر صدیق اور افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر استدلال کیا انصار اور مہاجرین نے اس پر بول کر اجماع کیا تو یہ اجماع نصی تام ہوا۔ جو دلیل قطعی ہے اس دلیل سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت متحقق ہوئی، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر استحقاق خلافت کیلئے خبر واحد سے دلیل افضلیت پیش کی جس پر بعد میں اجماع ہوا اس سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ خلافت کا معیار اور بنیادی شرط افضلیت ہے اور یہی بات مُلا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر۔ص۔۷۵ پر فرمائی ہے کہ خلافت کیلئے باجماع اُمت افضلیت شرط ہے، ثابت ہوا وجود افضلیت ہی خلافت کا معیار اور بنیادی شرط ہے

ساری کلام کا اختصار یہ ہے کہ خلافت کے لیے افضلیت شرط ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت، قرآن، حدیث اور اجماع صحابہ سے بشرط افضلیت معرض وجود میں آئی اور اُمت کو یہ عقیدہ رکھنا پڑا کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری انسانیت میں علی الاطلاق افضل ہیں۔

مسئلہ افضلیت میں دلائل کے اخبار واحدہ ظنی الادلالتہ اور باہم متعارض ہونے کی اصطلاحات اور اقوال اُن لوگوں کے تراشیدہ اور خود ساختہ ہیں جو تفضیل عثمان رضی اللہ عنہ کے قائل نہیں یا تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں سلف کا عقیدہ دربارۂ افضلیت ترتیب خلافت پر ہے جیسا کہ پہلے اور ابھی چند سطور پہلے شرح عقائد تکمیل الایمان المسائیرہ اور المسامرہ کے حوالے سے نقل ہو چکا ہے سید صاحب کے تبصرے کا حقائق اور صداقت سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح علامہ سعد الدین تفتازانی کا قول توقف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے اور وہ بھی بدرجہء جواز ہے۔ سید صاحب نے علامہ کا یہ کلام نہیں پڑھا علامہ نے فرمایا: "والسلف کانوا متوقفین فی تفضیل عثمان حیث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضیل

الشزيخين و محبة الختنين" ترجمہ : بعض اسلاف حضرت عثمان کی تفضیل میں توقف سے کام لیتے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اہل سنت و جماعت سے ہونے کے لیے شیخین کی افضلیت اور ختنین کی محبت کو شناختی علامت قرار دے رکھا تھا علامہ نے اس عبارت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ توقف اگر ہے تو عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے شیخین کی افضلیت مسلمہ اور قطعی ہے توقف کا معنی یہ ہے کہ بے شک خاموشی اختیار کرو لیکن شیخین (ابوبکر صدیق عمر) رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا اظہار، اقرار، اور ختنین سے محبت و پیار ہر صورت ضروری ہے اور اہل سنت و جماعت کی شناختی علامت بھی یہی ہے سید صاحب نے کیسے کہہ دیا ہے کہ سعد الدین تفتازانی رحمتہ اللہ کا قول توقف، ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے سنی ہونے کے لیے تو شیخین کی افضلیت کا اظہار اور اقرار ضروری ہے۔

واضح رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر جو اجماع ہوا یہ سب سے اقوی ہے اس کے اقوٰی ہونے کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ یہ اجماع انصار و مہاجرین کی طویل بحث وتکرار اور دلائل طرفین کی سماعت کے بعد ہوا ہے

۲۔ اس اجماع کا کوئی مخالف نہیں تھا حضرت سعد بن عبادہ نے بھی بلا تاخیر بیعت کر لی تھی علامہ عبدالعزیز پھرہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل فرمایا" **وذكر بعض العلماء ان الا جماع وان كان حجة على اطلاقه لكنه بعد التنقيح والمشاورة اتم واكمل (النبراس. ص ۳۰۴)** ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا ہے بے شک مطلق اجماع اگرچہ حجت ہے (مفید قطعیت ہے) لیکن بحث، تکرار دلائل کی سماعت کے بعد جو اجماع معرض وجود میں آئے وہ اتم اور اکمل ہوتا ہے یہ اجماع جو افضلیت ابوبکر صدیق پر ہوا یہ اتم اور اکمل ہے اس کو خبر واحد یا ظنی الدلالتہ کا درجہ دینا آسمان کو زمین کہنے کے مترادف ہے عقل فہیم اور طبع سلیم جس کے لیے آمادۂ تسلیم نہیں۔

۳۔ تفضیل عثمان رضی اللہ عنہ حدیث صحیح سے ثابت ہے امام حاکم نے 28/4284 حدیث

نقل فرمائی ہے جس کے راوی حضرت سفینہ مولائے رسول اللہ ﷺ ہیں فرماتے ہیں" لما بنی رسول الله ﷺ المسجد جاء ابو بکر رضی الله عنه بحجر فوضعه ثم جاء عمر بحجر فوصغه ، ثم جاء عثمان بحجر فوصغه ، فقال رسو ل الله ﷺ هو لآ ء ولا ة الا مرمن بعد ی هذا حدیث صحیح الا سنادولم یخر جاه" (المستدرک، جلد۳، ص۱۵)

ترجمہ : کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر فرمارہے تھے ابوبکر صدیق ایک پتھر لائے آپ نے اسکو دیوار میں چن دیا ان کے بعد عمر فاروق ایک پتھر لائے آپ نے اسکو بھی چن دیا پھر حضرت عثمان ایک پتھر لائے آپ نے وہ بھی لگا دیا اس کے بعد فرمایا میرے بعد اولی الامر (سلسلہ خلافت اسی طرح ہوگا) یہی ہونگے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں فرمائی ۔ یہ حدیث اس بات پر دلالۃ النص ہے کہ خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت قطعی ہے اللہ کی مرضی اور حکم کے مطابق ہے نبی کریم ﷺ نے خلفائے ثلثہ کی موجودگی میں یہ واضح فرمادیا تھا اس حدیث میں جس طرح ترتیب خلافت کی تفضیل ہے اسی طرح اس میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ شیخین (ابوبکر، عمر) رضی اللہ عنہما کی افضلیت باقی صحابہ پر قطعی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہے۔ محبّ الدین طبریؒ نے نقل فرمایا؛" .عن علی قال ؛ قال رسول الله ﷺ سالت الله عزوجل ان یقدمک ثلاثا فابی علی الا تقدیم ابی بکر (الریاض النضرة ص. ۱.۲۱۸)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اللہ عزوجل سے تین مرتبہ تجھے خلیفہ بنانے کا سوال کیا ہے۔ مگر مجھے انکار کیا گیا اور فرمایا گیا کہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونگے یہ حدیث بھی افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے لیے دلیل قطعی ہے کیونکہ ایک تو اس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں جن کا قول حجت شرعیہ ہے کیونکہ اہل تشیع کے نزدیک وہ معصوم عن الخطاء ہیں نمبر۲ یہ حدیث مرفوع ہے جو دلیل قطعی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابل قاضی ابوبکر باقلانی کا قول، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت بہت سارے صحابہ کے نزدیک مشہور تھی، مرجوح بلکہ مردود ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں

کیونکہ یہ بھی اور اس قسم کی دیگر جتنی بھی روایات زبدۃ میں درج کی گئی ہیں تمام اخبار واحدہ اور شاذہ ہیں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ان احادیث بالا سے سید صاحب کا یہ تبصرہ بھی غلط ثابت ہوا کہ سلف صالحین کا حضرت ابو بکر صدیق کی افضلیت پر اتفاق نہیں بلکہ ان کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی تھا (زبدۃ۔ص۔337)

محبّ الدین طبری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل فرمائی ہے "ان اتــر كـكـم فان يرد الله بكم خيراً يجمعكم على خير كم كما جمعنا بعد رسول الله ﷺ عـلـى خيـرنـا. (الـريـاض النقرة . ا . ٩ ا ٢) ترجمه: میں تمہیں چھوڑے جا رہا ہوں (یعنی کسی کو اپنا خلیفہ نامزد نہیں کر رہا) اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو تمہیں تم میں سے سب سے بہتر شخص پر متفق فرمائے گا یعنی تم ایک سب سے افضل شخص کو اپنا خلیفہ بنا لو گے جس طرح رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ہم سب سے بہتر انسان کی خلافت پر متفق ہو گئے تھے۔

محبّ الدین طبری رحمتہ اللہ نے نقل فرمایا: "وقد تقدم ايضاً دعائه ابو بكر يا خليفة رسـول الـلـه فى موضع شتىٰ ، (الرياض النضرة. ا . ٩ ا ٢) ترجمہ: پہلے گزر چکا ہے کہ متعدد مقامات پر جناب علی المرتضٰی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو یا خلیفہ رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا ہے مندرجہ اس حدیث میں جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر کو نہ صرف اپنے سے بلکہ تمام صحابہ سے افضل فرمایا ہے جس پر خیرنا کا لفظ دلالت کر رہا ہے، پھر خلیفہ رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارنا اور متعدد بار پکارنا ثابت کرتا ہے کہ آپ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے بلکہ تمام صحابہ سے افضل سمجھ کر ہی خلیفہ تسلیم کیا تھا ورنہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ کہنے کا کیا مقصد تھا؟ علامہ سعد الدین تفتازانی کا قول عـلـى هذا وجد نا السلف انہی حقائق اور واقعات پر مبنی ہے سید صاحب کا علامہ کے اس قول کو اصلاً بے بنیاد کہنا غلط ہے۔

اسلاف کا عقیدہ دربارۂ افضلیت وہی تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان الله

اختار اصحابی علی جمیع العلمین سوی النبین والمرسلین واختارلی منهم اربعة ابا بکر و عمر و عثمان علیاً فجعلهم خیرا صحابی (رواه الدیلمی شفاء قاضی عیاض .ص.۹۴)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین کے علاوہ تمام مخلوق پر میرے صحابہ کو افضلیت عطا فرمائی ہے اور میرے تمام صحابہ سے چار کو میرے لئے پسند فرمایا ہے اور وہ چار ابوبکر وعمر، عثمان وحیدر رضی اللہ عنہم ہیں۔ان چاروں کو اللہ تعالیٰ نے میرا بہترین ساتھی بنایا ہے۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے ابوایوب السختیانی سے نقل فرمایا: "ومن احب ابا بکر فقد اقام الدین ومن احب عمر فقد اوضح السبیل ومن احب عثمان فقد استغنیٰ بنور اللہ ومن احب علیا فقد اخذ بالعروۃ الوثقیٰ (شفاء شریف جلد،دوم ص.۹۵) ترجمہ: جس شخص نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اپنے دین کو قائم رکھا اور جس نے عمر فاروق سے محبت کی اس نے راہ اسلام کو واضح کرلیا اور جس نے عثمان غنی سے محبت کی وہ اللہ کے نور کو پاکر باقی مخلوق سے بے نیاز ہوگیا اور جس نے علی المرتضیٰ سے محبت کی اس نے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا، حدیث دیلمی اس بات پر گواہ ہے کہ خلفائے اربعہ کی افضلیت ترتیب خلافت پر ہے اور یہ ترتیب خلافت اور افضلیت رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے واضح اور پیش فرما رکھی تھی اسلاف کے عقیدے کی بنیاد بھی فرامین رسول اللہ ﷺ تھے قاضی عیاض اور ابوایوب السختیانی رحمتہ اللہ تعالیٰ عظماء اُمت میں سے ہیں ان کے اقوال حجت ہیں علامہ سعد الدین تفتازانی کا قول، علی ھذا وجدنا السلف کہ ہم نے اسلاف کو اسی ترتیب افضلیت پر پایا ہے بدوں تحقیق بدوں اصل اور بے بنیاد نہیں بلکہ اس کی بنیاد فرامین رسول اللہ ﷺ صحابہ اور تابعین کا اجماع اور عظماء امت کے قوال صریحہ ہیں علامہ آفاق ارضی پر پھیلے علوم وفنون کی دنیا کا بے تاج بادشاہ علمی مشکلات اور فنی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے والا جابر حکمران تحقیق وتدقیق کی گہرائیوں میں اترنے والا واحد نقاد روایات ودرایات کی تشخیص کرنے والا واحد نباض تصنیف وتالیف کا بے مثل قلمکار اور حق وصداقت کا علمبردار ہے جس کی رفعت شان اور عظمت مقام کا پرچم صبح قیامت تک قصر اسلام کی چوٹی پر لہراتا رہے گا اتنے جلیل القدر

علامہ کے قول مذکور کو بے بنیاد کہنا کسی طور پر بھی مناسب نہیں علامہ کی علمی نگارشات کا سلسلہ بڑا وسیع ہے جس کے نور فیضان سے قیامت تک امت مسلمہ مستنیر اور مستفیض ہوتی رہے گی۔

سید صاحب نے سیف الدین آمدی کا حوالہ دیتے ہوئے نقل کیا کہ "والذی علیه الا فاضل من اصحابنا اهل السنة والجماعة انه لا طریق الی التفضیل بمسلک قطعی فاما المسالک الظنیة فهی متعارضة وقد یظهر بعضها فی نظر المجتهدین وقد لا یظهر"۔

ترجمہ: اور جو ہمارے صف اوّل کے اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے وہ یہ ہے کہ تفضیل کی طرف جانے کے لیے کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوسکا اور جو ظنی راستے ہیں وہ آپس میں ٹکراتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض طریقے بعض مجتہدین کی نگاہ میں آجاتے ہیں اور کبھی نہیں بھی آتے آگے تحریر کیا کہ آمدی کی یہ عبارت مفید توقف ہے (زبدۃ۔ص۔338)

جواباً کہا جائے گا کہ آمدی کا قول توقف سید صاحب کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اس عقیدے کی تائید اور توثیق میں انہوں نے بار بار روایات شاذہ اور اخبار واحدہ کو سپرد قلم کیا ہے حتیٰ کہ انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ ماخذہائے روایات واخبار کی اعتقادی حیثیات کیا ہیں؟

۲۔محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا" وقد اجمعو ا ایضا علی استحقاقهم الخلا فة علی هذا الترتیب ، خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے یہ پہلا مقدمہ ہے پھر نقل فرمایا" لِمَ لم یکن التفضیل بینهم علی هذا الترتیب قطعیاً ایضاَحتی عند غیر الاشعری اجما ع علیه" ترجمه؛ ۔اگر یہ کہا جائے کہ ترتیب خلافت تو قطعی ہے مگر ترتیب خلافت پر ترتیب افضلیت قطعی کیوں نہیں جبکہ اس ترتیب افضلیت پر بھی صحابہ کا اجماع ہے اور جو لوگ اشعری نہیں وہ بھی افضلیت پر اجماع صحابہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

محدث رحمتہ اللہ نے قلت سے جواب دیا کہ:"اما بین عثمان و علی فواضح الخلاف فیه کما تقدم ، واما بین ابی بکر ثم عمر ثم غیر هما وان اجمعو ا علیه الا

ان فی کون الا جماع حجة قطعیا خلاف فالذی علیه الا کثرون انه حجة قطعیه مطلقاَ فیقدم علی الا دلة کلها ولا یعارضه دلیل اصلاَ ویکفر، اویبدع و یضلل مخالفه وقال الا مام الرازی والا مدی انه ظنی مطلقاَ (الصواعق المحرقه. ۵۹)

ترجمہ: عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں (کہ ان دونوں میں کون افضل ہے) واضح اختلاف موجود ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے لیکن ابو بکر، پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم کے درمیان افضلیت پر بھی اجماع ہے مگر اس اجماع کے دلیل قطعی ہونے میں متکلمین اور اصولیین کا اختلاف ہے (یعنی خلفائے اربعہ کی افضلیت پر اجماع ہے مگر یہ دلیل قطعی نہیں، کیونکہ بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتے ہیں لیکن اکثریت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ترتیب خلافت پر ہی خلفائے اربعہ کی افضلیت ہے اور اکثریت کا اجماع علی الاطلاق حجت قطعیہ ہے اس کے معارض کوئی دلیل نہیں) اکثریت کے اجماع کا جو بھی مخالف ہے اس کی تکفیر تبدیع اور تضلیل کی جاسکتی ہے لیکن امام رازی اور آمدی ترتیب افضلیت کو علی الاطلاق ظنی کہتے ہیں

اس تفصیل کی روشنی میں آمدی کا قول توقف مردود ہے۔

۲۔ سید صاحب کی نقل سے معلوم ہوا کہ آمدی کا موقف دربارۂ افضلیت توقف ہے، جبکہ محدث ابن حجر مکی رحمتہ اللہ کے کلام سے واضح ہوا کہ آمدی افضلیت ظنی کا قائل ہے توقف اس کا موقف نہیں کیونکہ اس کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ افضلیت کے اجتہادی ہونے کا نظریہ رکھتا ہے جو مفید ظن ہے سید صاحب کو فہم عبارت میں مغالطہ لگا ہے وہ تو اجتہادی کی بات کرتا ہے کہ کبھی مجتہد کے سامنے مسئلہ کی حقیقت ظہور پذیر ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔

۴۔ حذیفہ ابن الیمان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اقتد وابالذین من بعد ی ابی بکر و عمر (المستدرک) ترجمہ:۔ میرے بعد تم ابو بکر اور عمر کی پیروی کرو گے اُن کی پیروی کرنا اسی لیے لازم ہے کہ وہ افضل الامت ہیں آپ ﷺ نے شیخین رضی اللہ عنہما کو نامزد فرما کر اشارہ فرمایا کہ میرے بعد میری امت کے افضل ترین اشخاص ابو

بکراور عمر ہیں اور میرے بعد خلافت اور افضلیت کے حوالے سے پہلے نمبر پر ابو بکر ہیں اور پھر عمر ہیں رضی اللہ عنہما اس حدیث کے بارے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ نے فرمایا؛۔
پیروی کنید بآں دو شخص کہ پس از من باشند ابو بکر و عمر کہ بدرجہ شہرت و تواتر معنوی رسیدہ۔ (تحفہ ثناء عشریہ۔ص۔۲۱۹) ترجمہ؛۔میرے بعد تم پر دو اشخاص کی پیروی لازم ہے یعنی ابو بکر اور عمر کی (رضی اللہ عنہما) یہ حدیث مشہور ہے مگر معناً متواتر ہے یعنی دلیل قطعی ہے کہ پوری امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں اور اُن کے بعد حضرت عمر ہیں (رضی اللہ عنہما) اب غور طلب امر یہ ہے کہ ایک طرف حدیث مشہور حدیث متواتر ہے جو ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی افضلیت پر دلیل قطعی ہے اور دوسری طرف آمدی کا ذاتی قول اور ذاتی سوچ ہے اب واجب العمل دلیل قطعی ہو گی یا قول آمدی؟ علم حدیث سے معمولی شغف رکھنے والا شخص یہی کہے گا حدیث مشہور اور حدیث متواتر کے مقابل قول آمدی مردود اور باطل محض ہے۔

۵۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ سے پہلے جن امور پر اجماع ہوا وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔قول ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اَلا ئمة من قريش۔ ۲۔حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا قول انت خير نا وافضلنا ترجمہ؛۔آپ ہم سب سے افضل اور بہتر ہیں۔۳۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا انصار کو یہ فرمانا؛"يا معشر الا نصار الستم تعلمون ان رسول الله ﷺ قد امر ابا بكر يوم الناس فايكم تطيب نفسه ان يتقدم ابا بكر رضی الله عنه فقالت الا نصار نعوذ بالله ان نتقدم ابا بكر امام حاکم نے حضرت عمر کے قول کو شیخین کی شرائط اسناد پر فرمایا۔هذا حديث صحيح الا سناد ولم يخرجاه" (المستدرک جلد۳،ص۔۷۰) ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو حکم فرمایا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم میں سے کسی کا جی چاہتا ہے کہ وہ ابو بکر سے آگے بڑھ جائے انصار نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم ابو بکر کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے ہو جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرائط

اسناد کو پورا کرتی ہے۔، مندرجہ بالا ابوعبیدہ بن الجراح کا قول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال احادیث صحیحہ ہیں جن پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اجماع کیا اور کسی صحابی نے انصار و مہاجرین میں سے ان باتوں کا انکار نہیں کیا جس سے یہ اقوال (احادیث) اجماع کی قوت سے قطعی الدلالتہ ہوئے اور ابوبکر صدیق کی افضلیت کے لیے قطعی الثبوت ہوئے اب فیصلہ کرنے میں کوئی خفاء اور دشواری نہیں کہ ایک طرف افضلیت ابوبکر صدیق پر صحابہ کا اجماع نصی ہے اور دوسری طرف باقلانی، مسعودی اور آمدی کا قول توقف ہے کہ ابوبکر صدیق کو افضل البشر بعد از انبیاء ومرسلین کہنے سے خاموشی اختیار کرو چپ رہو، اگر کہتے ہو تو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو افضل البشر بعد از انبیاء ومرسلین کہو، مسلمہ اصول ہے کہ اجماع صحابہ کے مقابل قول فرد، یا قول افراد مردود و باطل ہے لہذا آمدی ہو مسعودی یا باقلانی ان کا قول توقف باطل ہے سید صاحب نے شریف جرجانی کا قول نقل کیا کہ ؛''وثبوت الا مامة وان کان قطعیا لا یفید القطع بالا فضلیة ''ترجمہ: امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے مگر افضلیت کی قطعیت کا معنی نہیں دیتا خلافت اور افضلیت میں ہرگز تلازم نہیں آگے چل کر وہ لکھتے ہیں'' کیف ولا قطع بان امامة المفضول لا مع وجود الفاضل ''ترجمہ: خلافت میں اوّل ہونا افضلیت کے معنی کیسے دے سکتا ہے جبکہ اس پر کوئی اٹل ثبوت نہیں کہ مفضول کی امت افضل کے ہوتے ہوئے درست نہیں ہو سکتی معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول خلیفہ و امام ہو سکتا ہے اس لیے خلافت میں اوّل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو پہلے خلیفہ ہو وہی افضل ہوگا (زبدة۔340)

امام اور خلیفہ میں فرق ہے تفصیل

جواباً کہا جائے گا کہ:۔ خلیفہ اور امام میں عموم خصوص کی نسبت ہے امام عام ہے اور خلیفہ خاص ہے علامہ عبدالعزیز پھرہاروی نے فرمایا:''الا مام صاحب الریاسة علی المسلمین سواء کان علی سنة الخلفاء الراشدین ام لا وھذا مما یساعدہ فان الا مام کل من یقتدیٰ به سواء کان علی طریقة محمودة او مذمومة لقوله تعالیٰ وجعلنا ھم آئمة یھدون

الیٰ النار والخلیفة من یکون نائبا خلف النبی ﷺ فلا بد ان یمشی خلفاه علی طریقه (النبراس ۔ ۳۱۱) ترجمہ: ۔امام مسلمانوں پر صاحب ریاست (حکمران) کو کہا جاتا ہے اس کا کردار خلفائے راشدین کی سنت پر ہو یا نہ ہو لغت عرب بھی اس معنیٰ کی تائید کرتی ہے کیونکہ لغت میں امام ہر وہ شخص ہے جس کی پیروی کی جائے، خواہ اس کا طریقہ حکمرانی اور کردار اچھا ہو یا برا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ہم نے ان کو سرداری (امامت) دی ہے مگر وہ لوگوں کو جہنم کا راستہ دکھاتے ہیں اور خلیفہ اس نائب کو کہا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ کا خلف الرشید ہو اور اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کے طریقہء حسنہ پر ہو معلوم ہوا کہ امام کا طریق گفتار و کردار محمود بھی ہو سکتا ہے اور مذموم بھی، مگر خلیفہ وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا نائب ہو اور آپ کے طریقہ حسنہ کا پیروکار ہو۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے فرمایا: "ان الا مامة اعم لکن ھٰذا الا صطلاح ممالم نجده من القوم بل من الشیعة من یز عم ان الخلیفة اعم ولهذ ایقولون بخلا فة الا یمة الثلاثة دون ا ما متهم "(شرح عقائد ۔۱۵۵)

ترجمہ: ۔امامت عام ہے لیکن یہ اصطلاح امامت، اہل سنت اور متکلمین کی نہیں بلکہ شیعہ کی ہے اس لئے کہ ان کے ہاں امام خاص ہے اور خلیفہ عام ہے اسی لیے وہ خلفائے ثلثہ کو خلیفہ تو تسلیم کرتے ہیں مگر امام تسلیم نہیں کرتے یعنی اہل سنت اور متکلمین کے نزدیک خلیفہ اخص اور امام اعم ہے لیکن شیعہ مذہب میں خلیفہ اعم اور امام اخص ہے، اہل تشیع خلفائے ثلثہ کو خلیفہ مانتے ہیں مگر امام تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک "ان الا مام الحق بعد رسول الله ﷺ علی ثم ابنه الحسن ثم اخوه الحسین ،ثم ا بنه علی زین العابدین،ثم ابنه محمد التقی ، ثم ابنه علی النقی ثم ابنه الحسن العسکری ، ثم ابنه محمد القاسم ، المنتظر المهدی،،(شرح عقائد نسفیه ۔۱۵۶)ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق حضرت علی ہیں پھر ان کے بعد ان کے بیٹے حسن، پھر ان کے بھائی حسین، پھر اُن کے بیٹے علی زین العابدین، پھر ان کے بیٹے محمد باقر، پھر ان کے بیٹے محمد نقی، پھر ان کے بیٹے حسن عسکری، پھر ان کے بیٹے محمد قاسم المهدی المنتظر، رضی اللہ عنہم

ہیں جبکہ اہل سنت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ حق جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس تفضیل کے جاننے کے بعد آیئے دیکھیں کہ علامہ شریف جرجانی کے قول کا مفہوم کیا ہے؟ کہ امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے لیکن یہ ثبوت مسئلہ افضلیت میں مفید قطعیت نہیں اب غور طلب امر یہ ہے کہ امامت سے کیا مراد ہے خلافت یا امامت؟ اگر امامت سے مراد خلافت ہو تو خلافت میں اوّل ہونا مفید قطعیت ہے اس لیے کہ ترتیب خلافت اور خلافت کی بنیاد پر موجود افضلیت پر بھی اجماع ہے اور اجماع جس طرح ترتیب خلافت کی دلیل قطعی ہے اسی طرح ترتیب افضلیت پر دلیل قطعی ہے کہ پوری بحث پہلے آ چکی ہے۔ اور اگر امام ہو جو خلیفہ کا مد مقابل ہے تو یہ شیعہ کا مذہب ہے اور اگر خلفائے ثلٰثہ کو امام مان کر ترتیب افضلیت کو قطعی نہیں مانتے تو بھی یہ اجماع امت کے خلاف ہے ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے فرمایا: ”واما الخلیفة فلیس لهم ان یولوا الخلا فة الا افضلهم و هذا فی الخلفاء خاصة و علیه اجما ع الا مة (شرح فقهه اکبر ۷۵) ترجمہ: ۔امر خلافت میں صحابہ نے انہی کو خلیفہ بنایا جو ان میں سب سے افضل تھے خلفاء کے لیے سب سے افضل ہونا شرط ہے۔ اور اس پر اجماع اُمت ہے معلوم ہوا کہ باجماع اُمت خلیفہ کا سب سے افضل ہونا بنیادی شرط ہے جبکہ امام کے لیے سب سے افضل ہونا ضروری نہیں خلیفہ کا نائب رسول ہونا اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا پیکر ہونا اور طریقہ محمودہ پر گامزن ہونا دلائل خلافت سے ہے جبکہ امام وہ شخص ہے جس کی پیروی کی جائے منتخب کیا گیا ہو یا جبری طور پر مسلط ہوا ہو اس کا کردار مذموم ہو یا محمود اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لفظ امام کی اصطلاح اہل تشیع کی ہے اہل سنت اور متکلمین کی اصطلاح میں یہ لفظ مستعمل نہیں جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ”لکن هذا الا صطلاح مما لم نجده من القوم بل من الشیعة من یزعم ان الخلیفة اعم “ علامہ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا اہل تشیع، امام کو اخص اور خلیفہ کو اعم مانتے ہیں جبکہ اہل سنت اور متکلمین خلافت کو اخص کہتے ہیں اور خلافت سے مراد خلافت علی منہاج النبوۃ ہے جس کی مدت تیس سال ہے علامہ محمود ابوالبرکات النسفی نے فرمایا: ”والخلا فة ثلٰثون سنة ثم بعد ها ملک واما رة رسول الله ﷺ کی رحلت کے

بعد تیس سال تک خلافت راشدہ کا دورانیہ ہے اس کے بعد بادشاہت اور امارت ہوگی علامہ سعد الدین التفتازانی نے فرمایا کہ علامہ نسفی رحمتہ اللہ کے کلام (متن) کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے لقولہ عیہ السلام الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر بعدھا ملکا عضوضاَ "ترجمہ:. میرے بعد تیس سال تک خلافت راشدہ ہوگی اور اس کے بعد خلافت ظالم بادشاہت میں بدل جائیگی اس پر قیل وقال کو چھوڑ کر ہم رواں بمنزل ہوتے ہیں مندرجہ بالا بحث کا اجمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جو نظام خلافت تیس سالوں تک چلتا رہا، متکلمین اور اہل سنت کے نزدیک خلافت راشدہ ہے واضح رہے کہ اہل تشیع خلافت اور امامت کے عنوان میں تفریق کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ امام اپنے تمام اہل زمان سے افضل ہوتا ہے اور وہی رسول اللہ ﷺ کا نائب اور جانشین ہوسکتا ہے اور وہ صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی امام حق ہیں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم خلفاء ضرور ہیں مگر امام حق نہیں امام حق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی رسول اللہ ﷺ کے نائب اور خلیفہ حق ہیں ان کے عقیدہ میں خلیفہ اعم اور امام اخص ہے خلیفہ کوئی بھی ہوسکتا ہے مگر امام ہر کوئی نہیں ہوسکتا امامت رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ابناء کے ساتھ مختص ہے جن کے اسمائے گرامی علامہ سعد الدین تفتازانی کی شرح عقائد کے حوالے سے پہلے نقل ہوچکے ہیں اور زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی مصری رحمتہ اللہ نے حاشیہ مسائرہ میں نقل فرمائے ہیں۔

معصومیت نبی کیلئے ہے امام کیلئے نہیں

یہاں اس بات کا ذکر کرنا یقیناً مفید اور اضافہ علم کا باعث ہوگا کہ اہل تشیع رسالت کے بعد امامت کے قائل ہیں اور امامت کے موضوع میں خواص نبوت کو دخیل کار مانتے ہیں مثلاً ماہیت نبوت کے لیے عصمت معصومیت شرط لازم ہے جس کا سلب اور انفکاک ماہیت نبوت من حیث ھی ھی سے محالات ثلثہ میں سے ہے اس کا تقاضا ہے کہ لازم بین للماہیۃ کو اسی کے ساتھ مختص رکھا جائے وجہ یہ کہ دوسری ماہیت کیلئے اس کا ثبوت اور لزوم محالات میں سے ہے جب ایک ماہیت کے خاصہ لازمہ بینہ کو دوسری

ماہیت کیلئے لازم قرار دیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ پہلی ماہیت کیلئے اس کا لزوم اور ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو محال ہے بلکہ محالات ثلثہ لازم آتے ہیں، کیونکہ معصومیت ماہیت نبوت اور رسالت کے لوازمات میں سے ہے اگر پہلی ماہیت یعنی نبوت بھی اسی خاصہ لازمہ بینہ کی ملزومہ ہے اور دوسری ماہیت امامت بھی بطریق مساوات اور متواطی اس سے متصف اور اس کا مدلول ہو تو ہر دو ماہیات مابہ الاشتراک کی وجہ سے مساوی اور کلی متواطی ہونگی اور ہر کلی کا اطلاق دوسری کلی پر جائز اور ممکن ہوگا اور ہر کلی کے افراد، موجودۃ فی الخارج کے درمیان تمایز اور تغایر جاتا رہے گا اور ایک دوسرے پر حمل اور اطلاق جائز اور ممکن الوقوع ہوگا جبکہ یہ محالات ثلثہ میں سے ہے کیونکہ بدیہی امر ہے کہ امام کا امتی اور خلف ہونا تقاضائے اصول اور ضرورت قانون ہے اگر امام کیلئے بھی معصوم ہونا لازم قرار دیا جائے تو استحالہ لازم آئے گا کیونکہ معصومیت لوازم نبوت میں سے ہے نبی کے علاوہ کوئی فرد انسانیت معصوم ہو ہی نہیں سکتا، غیر نبی کیلئے اس کا نبوت اور لزوم محال ہے، اور اگر پھر بھی امامت کیلئے معصومیت کو ثابت کیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک شی دو متضاد، مغائر ذوات کیلئے خاصہ لازمہ بینہ ہو یہ بھی محال ہے،، بہر حال کوئی ضابطہ امام کو معصوم ماننے اور کہنے کی اجازت نہیں دیتا،، اور نہ ہی کوئی فرد بشر انبیاء اور مرسلین کے علاوہ معصوم عن الخطاء ہو سکتا ہے،،

اہل سنت کے نزدیک امام کا مفہوم

امام کے مفہوم اور مدلول میں اہل سنت اور اہل تشیع کا موقف مختلف ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا عقیدۂ ششم آنکہ امام بعد از رسول بلا فاصلہ ابوبکر صدیق است وہمیں است مذہب اکثر اہل اسلام، وشیعہ متفرد اند بانکار ایں عقیدہ۔ (تحفہ اثناء عشریہ، ص، ۱۸۰)

ترجمہ: چھٹا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام بلا فاصلہ ابوبکر صدیق ہیں، اور اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے صرف شیعہ اس کے منکر ہیں، شیعہ کے نزدیک امام بلا فاصلہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں،

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا؛ باید دانست کہ امامت نزد اہل سنت بمعنی پیشوائی در دین نیز اطلاق کنند

،،وبھمیں معنی امام اعظم امام شافعی را کہ درفقہہ پیشوابودند، وامام غزالی ،وامام رازی را کہ درعقائد وکلام ،ونافع وعاصم را کہ درقرأت امام بودندامام گویندوآئمہ اطہار درجمیع ایں فنون پیشوابودہ اند،خصوصاً در ہدایت باطن وارشادطریقت کہ مخصوص بایشاں بودبایں جہت ایشاں رااہل سنت علی الاطلاق آئمہ دانند نہ امامت مرادف خلافت است،(تحفہ اثناءعشریہ۔۱۸۰)ترجمہ:تمہیں یہ جان لیناچاہیے کہ دین میں پیشوائی کوبھی امامت کہتے ہیں ،امام اعظم ،امام شافعی کوفقہ میں پیشوائی کی وجہ سے امام کہا جاتا ہے ،عقائداورعلم الکلام میں پیشوائی کی وجہ سے امام غزالی اورامام رازی کوامام کہا گیا ہے حضرت نافع اور حضرت اصم کوقرأت میں پیشوائی کی وجہ سے امام کہا جاتا ہے آئمہ اہل بیت اطہاران تمام علوم وفنون میں چونکہ پیشواہوئے ہیں اس لئے ان کوامام کہتے ہیں ۔خصوصی طورپروہ باطن کے ہادی ہیں اور طریقت کی راہنمائی ان کا خاصہ ہےان وجوہات کی بناء پراہل سنت ان کوبدوں تخصیص امام کہتے ہیں اہل سنت ان آئمہ اطہارکی امامت کوخلافت کے معنی میں نہیں لیتے ،،یعنی آئمہ اہل بیت اطہارکوخلفاء نہیں مانتے بلکہ دینی ،روحانی پیشوامانتے ہیں۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہواکہ اہل سنت کے نزدیک امام کامعنی دینی پیشواہے،خلیفہ نہیں،جبکہ شیعہ لفظ امام خلیفہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں،اہل سنت کے نزدیک خلفائے راشدین پانچ ہیں۔(۱)ابوبکرصدیق (۲) عمرفاروق (۳) عثمان غنی (۴) علی المرتضٰی (۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہم جبکہ شیعہ کے امام (خلفاء) بارہ ہیں جن کے اسمائے گرامی پہلے ذکرکردیئے گئے ہیں،اہل سنت انسانی مخلوق میں صرف انبیاءاورمرسلین کومعصوم مانتے ہیں جبکہ شیعہ اپنے بارہ اماموں (خلفاء) کوبھی معصوم مانتے ہیں۔

جبکہ معصوم ہوناانبیاءاورمرسلین کی صفت اورخاصہ ہے،،امام اورامامت کے معنی اورمدلول میں اہل سنت اوراہل تشیع کایہ بنیادی تضاداوراختلاف ہے،جواختصاراًہدیہ قارئین کردیا گیاہے اللہ توفیق فہم عطافرمائے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی کا قول اوراس کی وضاحت

سید صاحب نے حضرت شہاب الدین سہروردی کی کتاب اعلام الہدی وعقیدہ ارباب التقی ص:۵۳ سے یہ عبارت نقل کی ہے: ﴿فان قبلت النصح فامسک عن التصرف فی امرهم واجعل محبتک لکل علی السواء وامسک عن التفضیل وان خامر باطلنک فضل احدهم علی الاخر فاجعل ذالک من جملة اسراره فلا یلزمک اظهاره،ولا یلزمک ان تحب احدهم اکثر من الاخر بل یلزمک محبة الجمیع والاعتراف بفضل الجمیع ویکفیک فی العقیدة السلیمة ان تعتق صحة خلافة ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم﴾

ترجمہ: اگرتو میری نصیحت کوقبول کرے توان کے معاملے میں دخل دینے سے پرہیز کراوران میں سے ہرایک سے مساوی (برابر) محبت کراور تفضیل سے بھی بازرہ اوراگران میں سے کسی ایک کی فضیلت دوسرے پر تیرے دل میں چھا گئی ہے تواس بات کواپنے دل کاایک بھید بنالے،اس کااظہار تجھ پرضروری نہیں ہے کہ توایک سے دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ محبت کرے، بلکہ ان سب کی محبت تجھ پرضروری ہےاورسب کی افضلیت کااعتراف کرے اور تیرے لئے عقیدہ سلیمہ رکھنے کیلئے یہ کافی ہوگا کہ ابوبکر،عمر،عثمان اورعلی رضی اللہ عنہم کی خلافت کااقرار کرے۔ (زبدۃ:۳۴۲)

سید صاحب نے اس پرتبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ ایک سلسلہء طریقت کے بانی ہوکراورعلم عقیدہ کے ماہر متکلم ہوکرتعلیم دے رہے ہیں کہ خلافت کی صحت کاعقیدہ ثابت ہے لہذااس کامعتقد ہوناضروری ہے کیونکہ اس پراجماع صحابہ ہوا۔ (زبدۃ:ایضاً)

جواباً کہا جائے گا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی،سلسلہ سہروردیہ کے بانی اورامام ہیں،اہل سنت کے معتبر شیخ طریقت ہیں انہوں نے تمام صحابہ کرام سے بدرجہ مساوات (یعنی بحیثیت صحابہ رسول) محبت کرنے کی تعلیم دی ہے اور یہ تلقین کی ہے کسی ایک کی محبت کاغلبہ ہوجانے سے دوسروں کی تنقیص شان سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے کسی ایک کے غلبہ محبت کاپرچاراورڈنڈھورانہیں پیٹنا چاہیے بلکہ اپنے دل میں محفوظ اورمستور رکھو شیخ سہروردی کی یہ نصیحت ان لوگوں کیلئے ہے جوایک صحابی کی محبت

میں جنون کی حد تک جا کر باقی صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دربار گوہر بار میں جوان کا مقام اور مرتبہ ہے اس کی نفی اور انکار کرتے ہیں، شیخ موصوف کا اشارہ کن لوگوں کی طرف ہے جو اس کے مصداق اور مرتکب ہیں، بحمد اللہ اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے جمیع صحابہ سے محبت کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جوان کا مقام اور مرتبہ بیان فرمایا ہے اس پر ایمان کامل رکھتے ہیں بالخصوص خلفائے اربعہ کے مناصب جلیلہ کو اسی ترتیب اور اسی تناسب سے مانتے ہیں قرآن، حدیث اور اجماع امت نے جس طرح نشان دہی فرمائی ہے۔

سید صاحب نے آگے لکھا کہ گو کہ اہل علم کے ایک طبقے کو اس پر بھی کلام ہے، کیونکہ سعد بن عبادہ...... شیخین میں سے کسی کی بھی بیعت کئے بغیر احتجاجاً ملک شام چلے گئے وہیں آپ کا وصال ہوا، (زبدة:۳۴۲)

جواباً کہا جائے گا کہ: سید صاحب نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی کتاب سے اقتباس پیش کیا ہے مگر رائے اپنی دے رہے ہیں اقتباس کا آخری حصہ تو خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت پر ہے جس پر اجماع صحابہ ہے اور یہ ترتیب خلافت قطعی ہے تفصیل معہ حوالہ جات پہلے آچکی ہے وہ کون سے اہل علم ہیں، جن کو اس اجماع صحابہ پر کلام (انکار) ہے، سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے نامزد خلیفہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے، استحقاق خلافت پر بولنے والے پہلے مقرر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے ان کی تقریر کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے الائمۃ من قریش سے استدلال کیا تھا اور براہ راست حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اس خبر کی صحت اور تصدیق طلب فرمائی تھی ،، انہوں نے اس کی تصدیق کی ، جب حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت پر چاروں طرف سے لوگ امڈ آئے اور انہوں نے بیعت کی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت عامہ کا سارا عمل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں مکمل ہوا،، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ''حوران'' کے مقام پر ہوا۔

سید صاحب نے تحریر کیا کہ: اہل علم کے ایک طبقے کو ابوبکر صدیق کی خلافت پر ہونے والے اجماع پر اعتراض ہے اس طبقے کو اہل علم کہنا، جہالت کا اظہار اور حماقت کا اقرار ہے اور درحقیقت اجماع صحابہ کا

انکار ہے جو ذی شعور انسان کیلئے روانہیں، کیونکہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار نہیں کیا اور جو دلائل حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت پر دیئے گئے ان کی تردید نہیں فرمائی بلکہ خاموشی اختیار کی، ''السکوت فی معرض البیان'' بیان کے تحت خاموشی رضا ہے،، اگر مخالفت کرتے تو اجماع کے نقض کا احتمال ممکن تھا۔

(۲) جب اہل حل وعقد (صحابہ کبار) بیعت کر چکے تو اجماع منعقد اور بیعت مکمل ہوگئی، محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿وھی انما تنعقد باجتماع اھل الحل والعقد﴾ (الریاض النضرۃ: ۱: ۲۴۴) ترجمہ: بے شک اہل الحل والعقد کے اجتماع سے خلافت منعقد ہو جاتی ہے

(۳) محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے شیخین کی بیعت نہیں کی تو بھی اس سے اجماع میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ:

﴿بل نقول خلاف الواحد مع ظھور العناد والحمیۃ الجاھلیۃ لا یعد خلافا ینتقض بہ الاجماع﴾ (الریاض النضرۃ: ۱: ۲۴۲)

ترجمہ: بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص کے ذاتی عناد، اور طریق جاہلیت پر کیئے جانے والے خلاف کو، خلاف شرعی نہیں کہا جا سکتا، اور نہ ہی ایسی مخالفت کو ناقض اجماع شمار کیا جا سکتا ہے،، محبّ الدین طبری رحمہ اللہ نے وضاحت فرمادی کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تنہا شخص تھے جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی بظاہر انہوں نے مخالفت کی لیکن ان کی مخالفت کے باوجود صحابہ کا اجتماع اجماع ہے کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا الائمۃ من قریش کی تصدیق کرنے کے باوجود بیعت نہ کرنا اور خاموش بیٹھے رہنا اگر چہ بظاہر ان کی مخالفت ہے لیکن یہ خلاف شرعی نہیں، ان کا ذاتی عناد اس کے پس پردہ کارفرما ہے کیونکہ وہ بھی خلافت کے امیدوار تھے، مسلمہ اصول ہے کہ دلیل پالینے، اور علم ہو جانے کے بعد بھی کسی حقیقت کو تسلیم نہ کرنا شیوۂ جہالت ہے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جب فرمان رسول آ گیا انہوں نے اس کی صحت کو تسلیم کرلیا تو بیعت کر لینا تقاضائے ضرورت تھا لہٰذا ان کا خلاف کرنا دلیل شرعی نہیں جو انعقاد اجماع

کیلئے نقصان یا عدم کا باعث ہو، علامہ ابوالبرکات محمود النسفی نے ''منار'' میں فرمایا کہ اجماع کے ارکان دو قسم ہیں، (۱) عزیمت (۲) رخصت

عزیمت پھر دو قسم ہے، (۱) زبانی اتفاق کرنا (۲) کسی امر پر عملی طور پر اتفاق کرنا

دوسری قسم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اوشروعهم فی الفعل ان کان من بابه﴾

اگر اس اتفاق کا تعلق فعل سے ہو، اس فعل پر اتفاق کرنا عزیمت ہے۔

اور عزیمت دو قسم ہے قولی اور فعلی،، حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر اجماع کے رکن اول، عزیمت کی دونوں شقیں موجود ہیں قولی بھی اور عملی بھی ''منار'' کے محشی نے اوشروعهم فی الفعل ''پر فرمایا :''هذا کالاجماع علی خلافة الصدیق رضی الله عنه فان الصحابة بایعوا بایدیهم واقروابالسنتهم ﴾ ترجمہ: عزیمت فعلی کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کا اجماع ہے، صحابہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت عملی بھی کی، اور زبانوں سے اقرار بھی کیا،، یہ اجماع نصی تام ہے۔

محشی رحمہ اللہ ایک سوال اور اس کا جواب نقل کرتے ہیں: ﴿فان قلت ان الشیعة خالفوا فی هذا فکیف یتحقق الاجماع ﴾

اگر یہ کہا جائے کہ شیعہ اس اجماع کے مخالف ہیں یہ اجماع کیسے متحقق ہوگا؟

قلت سے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ان الشیعة من اهل الهواء ولا اعتدا دلهم فی الاجماع علی ان حدوثهم بغد هذا الاجماع فان هذا الاجماع قبل دفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا وجود للشیعة فی ذالک الوقت فهم منکروا هذا الاجماع والاجماع متحقق قبل حدوثهم ﴾

ترجمہ: شیعہ اہل ہواء میں سے ہیں اجماع میں غیر معتبر ہیں (۲) شیعہ اجماع کے بعد پیدا ہوئے ہیں، کیونکہ اجماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن ہونے سے پہلے ہوا ہے اس وقت شیعہ کا جود تک نہ تھا کہ وہ اجماع کی مخالفت کرتے، اجماع کا تحقق تو شیعہ کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔

ثابت ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر منعقد ہونے والے اجماع قولی ،اور فعلی (اجماع نصی تام) کا منکر فقط شیعہ ہے اہل سنت و جماعت کا کوئی فرد اس کا منکر نہیں اور نہ ہی کسی کو اس پر کلام ہے۔

ملا احمد جیون رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿ومنه الاجماع على خلافه ابى بكر ﴾

ترجمہ: حضرت ابوبکر کی خلافت پر ہونے والا اجماع آیت قرآنی اور خبر متواتر کے درجے اور قسم میں سے ہے۔

حتى يكفر جاحده یہاں تک کہ اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اہل علم ہیں سید صاحب نے جن کے معترض اور منکر ہونے کی بات کی ہے ان کا تعلق کس مکتبہ فکر سے ہے؟ ان کے کلام (انکار، اعتراض) کی حیثیت ہی کیا ہے؟ جبکہ بوقت اجماع وہ عالم ارواح کے مکین تھے، نفس الامری حقیقت اور علم و دانش کے مغائر یہ بات سید صاحب کے ذہن اور نوک قلم پر کیسے آ گئی؟

(۴) شیخ شہاب الدین سہروردی سلسلہء سہروردیہ کے رئیس اور سالار اعلیٰ ہیں، ان کی تقریر اور نصیحت عقیدۂ اہل سنت و جماعت کی ترجمان ہے انہوں نے تمام صحابہ سے بدوں ترجیح اور بلا امتیاز محبت کرنے کا درس دیا ہے اگر کسی وجہ سے کسی ایک صحابی کی محبت دل و دماغ پر چھا جائے اس کو صیغہء خفاء اور پردہ رزا میں رکھنے کی تلقین فرمائی ہے تا کہ کسی حوالے اور کسی طریقے سے بھی ان قدسی صفات شخصیات کی عظمت شان اور رفعت مقام پر حرف نہ آئے ، روحانی دنیا کا امام ہونے کے ناطے ان کا فرض یہی تھا جو انہوں نے نصیحت کی صورت میں ادا کر دیا ہے افضل و مفضول، امام و خلیفہ کی ابحاث کا تعلق علم الاکلام سے ہے روحانیت اور تصوف سے نہیں ،، لیکن اس کے باوجود شیخ طریقت رحمہ اللہ نے بھرپور اور واضح انداز میں عقیدۂ اہل سنت و جماعت کو بیان فرمایا: جس کا ہر ہر لفظ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے الفاظ یہ ہیں: ﴿ ويكفيك في العقيدة السليمة ان تعتقد صحة خلافة ابى بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم ﴾ (زبدة : ۱۴۱ ۳)

ترجمہ: تیرے لئے عقیدۂ سلیمہ رکھنے کیلئے یہ کافی ہوگا کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کی خلافت

صیحہ کا اقرار کرے۔

شیخ رحمہ اللہ نے اس آخری جملہ میں سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے جس کی معنویت بے کراں اہل علم پر پوشیدہ نہیں،،

شیخ طریقت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ترتیب خلافت کو تسلیم کیا جائے، خلافت کے بدلے امامت، اور ترتیب امامت کو تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ اہل سنت اور متکلمین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت ہے امامت نہیں،،

خلافت کے عنوان میں سب سے اول اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں، شیخ طریقت نے اس ترتیب خلافت کے ماننے کو عقیدۂ سلیمہ قرار دیا ہے، شیخ موصوف نے اس ترتیب خلافت کو عقیدۂ صیحہ قرار دیکر دو نظریات کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

دوسرا یہ کہ حضرت علی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں،، کا ابطال فرمایا ہے۔

شیخ سہروردی رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک عقیدہ یہی ہے کہ خلفائے اربعہ کی ترتیب خلافت اور اس پر مبنی ترتیب افضلیت پر ایمان رکھا جائے، کیونکہ شیخ موصوف رحمہ اللہ نے نصیحت کا خلاصہ اس آخری کلام میں یہی بیان فرمایا ہے،، خلاصہ یہ کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کا کلام تفضیل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ثابت کرتا ہے اور نہ عقیدۂ توقف کو بلکہ تفضیل ابوبکر صدیق پر واضح بیان اور عقیدۂ حق کا درخشاں نشان ہے اور یہی عقیدۂ اہل سنت ہے،، ☆ وللہ الحمد ☆

سید صاحب نے امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب المستصفی، ج ۱، ص: ۱۸۳،، سے نقل کیا کہ:

﴿ المبتدع اذا خالف لم ینعقد الاجماع دونه اذا لم یکفر بل هو کا لمجتهد الفاسق و خلاف المجتهد الفاسق معتبر ﴾ ترجمہ: مجتہد مبتدع جب مخالفت کرے (اجماع سے اتفاق نہ کرے) تو اجماع منعقد نہ ہوگا جبکہ بوجہ اس کی بدعت کے اس کو کافر نہ قرار دیا جائے بلکہ وہ ایک فاسق مجتہد کی مانند ہوگا اور فاسق مجتہد کا خلاف معتبر ہے۔ (زبدۃ: ۳۴۲)

جواباً کہا جائے گا کہ: سید صاحب نے امام غزالی رحمہ اللہ کے اس قول سے کس اجماع پر معارضہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے؟ صحابہ اور تابعین کے اجماع پر یا ہر دور کے علماء مجتہدین کے اجماع پر؟

امام غزالی رحمہ اللہ کا قول کسی بھی اجماع کے معارض اور مناقض نہیں، صحابہ اور تابعین کا دور قرآن وحدیث کا دور ہے اجماع صحابہ کا دور ہے جو عدول اور مخز نہائے رشد وہدایت کا نمونہ ہیں ان کی حیات مقدسہ کے شب وروز نبوت اور وحی کے آثار اور انوار سے تابندہ ہین ان کے اطوار اور کردار بدعات اور اہواء کی آلودگی سے پاک ہیں، ان کے قلوب واذہان گفتار وکردار اور دیگر معاملات حیات خیـــر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ،ثم الذین یلونھم کی لازوال، ابدی طہارتوں سے دھلے ہوئے صاف اور شفاف ہیں ان کے ہر سانس کی شاہراہ پر اسوۂ رسول اور حب الٰہی کے بورڈ آویزاں ہیں جن سے روگردانی کرنا ان کیلئے جان دینے سے زیادہ مشکل ہے،،

اور اگر اجماع سے مراد ہر دور کے علماء مجتہدین کا اجماع ہے تو درست ہے مگر ان علمائے مجتہدین کیلئے ضروری ہے کہ وہ اہل حق ہوں، خود سید صاحب نے تحریر کیا ہے کہ اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ ہر زمانے کے اہل حق کا اجماع حجت ہے،، (زبدۃ: ۳۰ بحوالہ خزائن العرفان سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ)

اہل تشیع اہل اہواء ہیں اہل اہواء کے پیچھے نماز درست نہیں

علامہ عینی نے تحریر فرمایا: ﴿وعن ابی یوسف من اتخذ من ھذہ الاھواء شیئا فھو صاحب البدعۃ﴾ جو ان چیزوں میں سے کسی کو اختیار کرے، مثلاً خلق قرآن کا قول کرے، ابوبکر صدیق کی خلافت کا انکار کرے یا مشبہ کا مذہب اختیار کرے وہ اہل بدعت ہے،، (زبدۃ: ۱۴۵)

(۲) ﴿وروی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز﴾ ترجمہ: امام محمد نے امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ اہل اہواء (غیر اہل سنت) کے پیچھے نماز درست نہیں۔ (زبدۃ: ایضاً)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿اقول نعم نقل فی البزازیۃ عن الخلاصۃ ان

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهمافهو کافر ،وان کان یفضل علیا فهو مبتدع ﴾(رد المختار :ج،۴:ص،۲۳۷؟)

ترجمہ: میں کہتا ہوں ہاں خلاصہ کے حوالے سے ''بزازیہ'' میں یہ منقول ہے کہ رافضی جب شیخین (ابوبکرصدیق،عمرفاروق رضی اللہ عنہما) کو گالیاں دیتا ہواور لعن کرتا ہوتو وہ کافر ہےاوراگر گالیاں دیتا ہو نہ لعن کرتا ہو،صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے افضل قرار دیتا ہوتو وہ بدعتی ہے۔

سید صاحب نے تبصرہ صفحہ نمبر ۱۴۵ پر لکھا کہ چونکہ ہم لوگ سنی حنفی ہیں ہمارے امام صاحب (امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ) کسی بھی مبتدع کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے لہٰذا ہم کسی مبتدع کے پیچھے نہ ہی نماز پڑھتے ہیں اور نہ ہی جائز قرار دیتے ہیں باوجود اس بات کے کہ ہمارے آئمہ کسی بھی مبتدع کو کافر قرار نہیں دیتے،،(زبدۃ:۱۴۵)

سید صاحب کے تبصرہ اور نقل کردہ دیگر فقہی حوالہ جات سے ثابت ہوا جو بھی مبتدع ہے سنی حنفی شخص کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں،سوال یہ ہے کہ مبتدع کے پیچھے جب سنی حنفی کی نماز جائز نہیں تو وہ اہل حق نہین ،اگر اہل حق ہوتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوتا،،سید نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ نے اہل حق علماء کے اجماع کے حجت ہونیکی بات کی ہے،،اہل بدعت تو اہل حق میں شامل ہی نہیں ،،علامہ حسامی رحمہ اللہ نے فرمایا:﴿والصحیح عند نا ان اجماع علماء کل عصر من اهل العدالة والاجتهاد حجة ولا عبرة لقلة العلماء وکثرتهم ،ولا با لثبات علی ذالک حتی یموتوا ولا بمخالفة اهل الهوی فیما نسبوا به الی الهوی ﴾(حسامی باب الاجماع) ہم احناف کے نزدیک صحیح مذہب یہی ہے کہ ہر دور کے عادل،مجتہد علماء کا اجماع حجت ہے،علماء کی تعداد کا کم،زیادہ ہونا معتبر نہیں،(یعنی تعداد مقرر نہیں) اور مرتے دم تک عدالت اور مرتبہء اجتہاد پر قائم رہنا بھی ضروری نہیں،اور اہل اہواء،یا اہل اہواء کے کاموں کی طرف منسوب لوگوں کی مخالفت کرنے سے بھی اجماع متاثر نہیں ہوتا (بلکہ اہل اہواء اہل بدعت کی مخالفت کے باوجود اجماع منعقد ہو جاتا ہے) معلوم ہوا،ہر دور کے عادل مجتہد علماء کا اجماع حجت اور دلیل شرعی ہے (۲) اہل اہواء اہل

بدعت اہل عدالت نہیں اس اجماع کے انعقاد میں وہ داخل ہی نہیں ،، (۳) مبتدع کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں اس کی مخالفت کے باوجود اجماع منعقد ہو جاتا ہے مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں امام غزالی رحمہ اللہ کا قول باب اجماع میں قول معارض ہے نہ حجت ،،

سید صاحب نے آخر میں لکھا کہ: لیکن افضلیت صحت منداور معتمد دلائل سے ثابت نہیں لہٰذا اس کے متعلق خاموشی اولیٰ واحری ہے ،، (زبدۃ: ۳۴۳)

جواباً کہا جائے گا کہ زبدۃ سید صاحب کا تحقیقی نچوڑ اور تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا آخری فیصلہ اور حتمی اعلان ہے جس کو مقدمہ کتاب سے لیکر ص ۴۰۰ تک پھیلا دیا گیا ہے، سید صاحب نے افضلیت ابوبکر صدیق کی نفی اور انکار میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، اقوال ضعیفہ، روایات شاذہ، اور غیر مسلکی مواد جمع کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، طیش وجوش میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ یہ قول، اور یہ روایت متعدد بار پہلے آچکا ہے پھر سے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، بہر حال کتاب ان کی اپنی، قلم ان کا اپنا سوچ ان کی ذاتی عقیدہ ان کا اپنا جو چاہیں لکھیں جب چاہیں لکھیں، لیکن ایک چیز کو بار بار ذکر کرنے سے ہمیں ہچکچاہٹ ضرور محسوس ہوتی ہے لیکن جواب دینا ہماری مجبوری ہے،، تعجب اس بات پر ہے کہ پہلے نقل ہو چکا ہے کہ افضلیت ابوبکر صدیق قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ عمدۃ التحقیق جلد اوّل میں بھی سیر حاصل بحث کے ضمن میں دلائل کا ذخیرہ نقل کر دیا گیا ہے مگر سید صاحب اب پھر کہہ رہے ہیں کہ: لیکن افضلیت صحت منداور معتمد دلائل سے ثابت نہیں، دیگر دلائل کے علاوہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے قصیدہ بدء الامالی کی شرح کا حوالہ دیتے ہوئے نقل فرمایا: ﴿ای فضل واضح ثابت بالدلائل السمعیة واجماع الامة فمن انکرہ یوشک ان فی ایمانه خطرا﴾

ترجمہ: حاصل یہ کہ تفضیل صدیق قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت جو اس سے انکار کرے قریب ہے کہ اس کے ایمان میں خطر ہو۔

تفضیلیہ اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ

آگے تحریر فرمایا: عجب اس سے جو اجماع صحابہ وتابعین وکافہ اہل سنت کا خلاف کرے پھر اپنے آپ کو

سنی جانے آگے فرمایا: سنی وہ جو تمام عقائد اہل سنت میں ان کے موافق ہوا گر اس میں بھی خلاف کرتا ہے ہرگز سنی نہیں بدعتی ہے اسی لئے علمائے دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے،، (مطلع القمرین:٦٥)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا: ﴿ثم الخلیفة لا تشترط فیه العصمة لانه لیس بمقنن ،وهو ابوبکر ثم عمر ،ثم عثمان ثم علی بالنص والاجماع والافضلیة کذالک بهما﴾ (میزان العقائد) ترجمہ: پھر خلیفہ کیلئے معصوم ہونا شرط نہیں (معصوم ہونا اہل تشیع کا مذہب ہے) کیونکہ وہ قانون بنانے والا نہیں قانون اسلامی کی تعبیر وتشریح کرنے والا اور نافذ کرنے والا ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ حق ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان اور پھر علی ہیں، رضی اللہ عنھم۔ ان کی خلافت نص اور اجماع صحابہ سے معرض وجود میں آئی ہے اور اسی ترتیب خلافت کے مطابق ان کی افضلیت پر نص اور اجماع ہے،، اور یہ اجماع کو صحت مند اور معتمد دلائل نہیں مانتے؟ جمہور امت ان کو دلائل قطعیہ مانتی اور ان سے ثابت ہونے والی افضلیت کو بھی قطعی مانتی ہے۔ سید صاحب ان کی شرعی حیثیت اور اساسی اہمیت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ کیا نص اور اجماع کی مخالفت اور انکار کا نام فکر اسلام ہے؟

سید صاحب نے تحریر کیا کہ یہ کہنا بھی لغو جملہ ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو سب سے افضل نہ جانے وہ سنی نہیں ہوگا۔ (زبدة:٣٤٣)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کا یہ کہنا بذات خود لغو ہے کیونکہ علامہ سعد الدین التفتازانی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے کہ حیث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضیل الشیخین ومحبة الختنین ﴾ (شرح عقائد ،١٥٠) ترجمہ: اسلاف نے شیخین کی افضلیت اور ختنین (حضرت عثمان، حضرت علی، رضی اللہ عنہما) کی محبت کو اہل سنت وجماعت کی علامت قرار دیا ہے۔،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿وفی المنتقی سئل ابو حنیفة عن مذهب اهل السنة والجماعة فقال ان نفضل الشیخین ای ابابکر وعمر ونحب الختنین ای عثمان

وعليا ،الخ (شرح فقهه اكبر ،ص: ۹۰)

ترجمہ: المنتقی میں مذکور ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم شیخین کو تمام صحابہ سے افضل قرار دیں یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو افضل کہیں اور ختنین یعنی حضرت عثمان ،حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کریں،،

ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے شرح عقائد سے نقل فرمایا: ﴿حيث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختنين ﴾(شرح فقه اكبر :۷۵)

اہل سنت وجماعت میں سے ہونیکی علامت یہ ہے کہ شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ پر تفضیل دی جائے ،اور ختنین (عثمان وعلی) رضی اللہ عنہما سے محبت کی جائے ،،معلوم ہوا اسلاف نے ابوبکر صدیق ،اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے افضل قرار دینا سنی ہونے کی علامت اور اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے مذہب اہل سنت کو لغو قرار دینا بذات خود لغو اور سنی نہ ہونے کی واضح دلیل ہے،،مذہب اہل سنت وجماعت کو لغو قرار دیکر سید صاحب کس مذہب کی تبلیغ اور تشہیر کررہے ہیں؟ یہ کون سی فکر اسلام ہے جس نے سید صاحب کو صحابہ ،تابعین ،تبع تابعین اور جمہور امت کے متفقہ عقیدہ (افضلیت ابوبکر صدیق) کو لغو کہنے پر مجبور کردیا ہے،،الحذر ،الحذر

مزید تحریر کیا کہ اگر اس جملہ میں کوئی صداقت ہوتی تو جتنے صحابہ کرام کے حوالہ جات درج کئے گئے دربارۂ افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ تو سنی نہ رہتے ،،.(زبدۃ:۳۴۳)

جواباً کہا جائے گا کہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک حق اور سچ ہے ،صحابہ ،تابعین ،تبع تابعین کے ادوار میں اس میں کوئی توقف ،تردد یا انکار نہیں تھا اس پر مصدقہ ،معتدہ ،دلائل پہلے آچکے ہیں ،امام احمد رضا خاں بریلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ کے حوالہ جات چند سطور پہلے آچکے ہیں کہ ابوبکر صدیق اور دیگر خلفائے ثلثہ کی افضلیت نص اور اجماع سے ثابت ہے نص اور اجماع سے ثابت شدہ افضلیت کو معاذ اللہ جھوٹ کہنا نص اور اجماع کا انکار ہے ایک کلمہ گو مسلمان جس کا بھولے سے تصور تک نہیں کرسکتا ،،سید صاحب کی عجیب فکر اسلام ہے جو قرآن ،حدیث اور

اجماع کے الہامی تقدس اور قطعیت کو سبوتاژ کر کے افضلیت علی مرتضی رضی اللہ عنہ پر اٹکی ہوئی ہے قرآن ،حدیث ،اجماع امت سے مصدقہ افضلیت ابوبکر صدیق کے عقیدہ کو صداقت سے عاری گردان کر اس پر لغویت کا خول چڑھا رہی ہے،سید صاحب نے افضلیت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ پر جتنے اقوال ''صحابہ''یا غیر صحابہ کے نقل کئے ہیں،،وہ شاذ اور اخبار واحدہ ہیں جن کی ادلائی کوئی حیثیت نہیں،الصواعق المحرقہ،،تکمیل الایمان،مطلع القمرین کے مندرجات سے ہم پہلے واضح اور نقل کر چکے ہیں،خلاصہ ءمبحث یہ ہے کہ سنی ہونے اور سنیت میں رہنے کیلئے افضلیت ابوبکر صدیق کا اظہار اور اقرار ضروری ہے۔

کتب احادیث ان کی شروحات اور تواریخ اسلامی کے مطالعہ سے بتذکرۂ افضلیت جو امور سامنے آتے ہیں وہ صرف دو ہیں،،

(۱) انصار ومہاجرین کا استحقاق خلافت پر مکالمہ (۲) اہلیت خلافت بر بنائے افضلیت اجماع صحابہ جب الائمۃ من قریش کے استدلال پر خلافت کا استحقاق مہاجرین کو نصیب ہوا تو پھر مسئلہ افضلیت زیر بحث وتکرار کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواص لازمہ بینہ کی بنیاد پر افضل الصحابۃ قرار دیکر خلیفہ منتخب کیا گیا،اور دو دفعہ آپ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی ایک دفعہ بیعت خاصہ جو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی اور دوسری دفعہ بیعت مسجد نبوی میں ہوئی جو بیعت عامہ کے نام سے مشہور ہے۔

سید صاحب کے نقل کردہ صحابہ،زبدۃ،ص:۳۴۳،اور دیگر لوگوں کا قول اعتراض دربارۂ افضلیت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی ساعدہ میں سامنے آیا نہ مسجد نبوی میں،جب دونوں اہم مقامات پر یہ قول یہ اعتراض پیش ہی نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف بیعت خاصہ اور بیعت عامہ کے اجماع کے بعد اختراع کیا گیا ہے بوقت انتخاب خلیفہ صرف وہی دو امور زیر بحث آئے ہیں جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے اجماع اور بیعت خاصہ اور بیعت عامہ کے بعد پیدا ہونے والے مفروضات اور پیدا کئے جانے والے اختراعات کی کوئی حیثیت ہی نہیں،،

افضلیت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سنی، غیر سنی کا اختلاف تو بہت بعد کا ہے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع تو نبی کریم ﷺ کے دفن ہونے سے پہلے ہوا ہے، اس وقت تفضیل علی رضی اللہ عنہ، سنی اور غیر سنی کا مسئلہ کہاں تھا؟ ☆فتفکر و تدبر☆

امام شعرانی اور شیخ ابن العربی کے اقوال سے مغالطہ دہی اور اس کا جواب

سید صاحب نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی نفی پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا مسلک پیش کرتے ہوئے ان کی کتاب الفتوحات المکیہ سے درج ذیل اقتباس نقل کیا: ﴿فما تاخر عن الاول الا لا مر ایسره وابینه الزمان لان وجود الاهلية فيه من جميع الوجوه فيعلم ان الحكم فى تاخره وتقديم غيره للزمان كخلافة ابى بكر وعمر ثم عثمان ،ثم على رضى الله عنهم جميعهم فما منهم واحد الا وهو مترشح للتقدم ولاخلافة موهل لها فلم يبق حكم لتقدم بعضهم على بعض منها عند الله للفضل﴾

ترجمہ: پہلے سے خلافت متاخر نہیں ہوئی مگر ایک ایسی بات کیلئے جس کی آسان ترین اور واضح ترین وجہ زمانہ ہے کیونکہ متاخر میں ہر طرح کی اہلیت اور قابلیت موجود ہے، پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تاخیر اور دوسرے کی تقدیم محض برائے مصلحت زمانہ ہے جیسا کہ حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق ،عثمان غنی ،علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت ہے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس میں آثار تقدم وخلافت مترشح نہ ہوں ہر ایک اس خلافت کا اہل ہے تو خلافت کے بارے میں ان میں سے کسی ایک کو مقدم کرنا خدا کی بارگاہ میں بوجہ افضلیت کے نہیں اس پر سید صاحب نے تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کیا کہ خلافت میں تقدم وتاخر باعتبار افضلیت کے نہیں ہوتا بلکہ مصلحت زمانہ کے لحاظ سے تقدیم اور تاخیر ہوتی ہے آخر میں لکھا کہ ایک کو مقدم کر دینے کا مقصد افضلیت نہیں ہوتا بلکہ مصلحت زمانہ کارفرما ہوتی ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب الیواقیت والجواہر سے مثال دیتے ہوئے نقل کیا کہ: ﴿لا يلزم التقدم بالفعل فان الله تعالى امرنا باتباع ملة ابراهيم وليس ذالک لكونه احق من محمد ﷺ وانما هو لتقدمه بالزمان فان للزمان حكما فى التقدم من حيث هو زمان لا من

حیث المرتبة وذالک کالخلافة بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴾

ترجمہ: ایک شخص کا دوسرے سے پہلے ہونا وہ صرف زمانہ میں مقدم ہونا ہے اس سے افضلیت میں تقدم لازم نہیں آتا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں مذہب ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے کا حکم دیا یہ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ اس کے حقدار ہیں وہ صرف ان کے زمانے میں مقدم ہونیکی وجہ سے ہے زمانے کو تقدم بحثیت زمانے کے حاصل ہوتا ہے مرتبہ کے اعتبار سے حاصل نہیں ہوتا، تبصرہ کے آخر میں لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام افضل نہیں جو پہلے آئے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں جو پیچھے آئے۔ (زبدۃ: ۳۴۷)

جواباً کہا جائے گا کہ امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿فان الاھلیة للخلافة موجودة فیھم من جمیع الوجوہ فکان سبقھم لا یقتضی التفضیل بمجردہ وانما ذالک بوجود نص قاطع﴾ (الیواقیت الجواھر: ۴۴۳) ترجمہ: خلفائے اربعہ میں خلافت کی اہلیت ہر لحاظ سے موجود تھی، خلافت میں محض مقدم ہونا افضلیت کا تقاضا نہیں کرتا، افضلیت کیلئے نص قطعی کا ہونا ضروری ہے یعنی پہلے خلیفہ بن جانا افضلیت کا تقاضا نہیں کرتا کہ جو پہلے خلیفہ ہو وہی افضل ہو بلکہ افضلیت کا دارومدار نص قطعی پر ہے۔ پھر فرمایا: ﴿وبالجملة فلا ینبغی الخوض فی مثل ذالک الا مع وجود نص صریح، مع اننا قائلون بترتیب ھؤلاء الخلفاء الاربعة کما علیہ الجمھور﴾ (الیواقیت الجواھر: ۴۴۳)

ترجمہ: خلاصہ ء بحث یہ ہے کہ افضلیت پر ہمارا عقیدہ وہی ہے جو جمہور کا ہے. جمہور کا مذہب توقف نہیں بلکہ تفضیل ابوبکر ہے سید صاحب کا توقف کو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب کرنا غلط ہے اگر مذہب توقف ہوتا تو پھر کیوں کہتے کہ ابوبکر صدیق کی افضلیت حضرت عمر پر قطعی ہے اور حضرت عمر کی افضلیت باقی صحابہ پر ظنی ہے اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں، ابوبکر صدیق، حضرت عمر سے افضل ہیں، افضل کا افضل افضل ہے تو ابوبکر صدیق بافضلیت قطعیہ تمام صحابہ سے افضل ہوئے ،، وھو المقصود ،،

مزید فرمایا: ﴿کان الامام بالاجماع بعد رسول الله ﷺ ابابکر ،ثم عمر رضی الله عنه بنص ابی بکر علیه ،ثم عثمان بنص عمر علیه ،ثم علی بنص جماعة جعل الامر شوری بینهم ﴾(الیواقیت الجواهر : ۴۴۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد باجماع صحابہ ابوبکر خلیفہ بنے ، پھر عمر رضی اللہ عنہما ان کے تحریری فرمان پر خلیفہ بنے ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان پر خلیفہ بنائے گئے ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کی جماعت شوری کے تحت خلیفہ بنائے گئے ،،

امام شعرانی رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا تصریح سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت باجماع صحابہ معرض وجود میں آئی ، امام شعرانی نے شیخ ابن عربی کا عقیدہ نقل فرمایا: ﴿وکان الشیخ محی الدین رضی الله عنه یقول تقدیم ابی بکر فی الفضل علی عمر قطعی وتقدیم عمر علی غیره ظنی ﴾(الیواقیت الجواهر : ۴۴۲) ترجمہ: شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت حضرت عمر پر قطعی ہے اور حضرت عمر کی افضلیت باقی صحابہ پر ظنی ہے ،، شیخ محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی رحمہما اللہ کے کلام سے ثابت اور واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت تقدم زمانی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کی افضلیت نص قطعی سے ثابت ہے ،،

اور ابوبکر صدیق کی افضلیت تمام صحابہ پر بشمول حضرت عمر قطعی ہے ،، الیواقیت الجواہر کے اقتباسات اس امر کی واضح دلیل اور بین ثبوت ہیں کہ شیخ اکبر ابن العربی اور امام شعرانی رحمہما اللہ کا ترتیب خلافت اور ترتیب افضلیت میں وہی عقیدہ ہے جو عقیدۂ جمہور ہے اقتباسات نقل کرنے میں سید صاحب نے امانت و دیانت کا اصول مد نظر نہیں رکھا ، تجزیاتی اور تحقیقی بحث کے چند جملے نقل کر کے افضلیت ابوبکر صدیق کو مخدوش اور مسلوب بنانیکی سعی ءلا حاصل کی ہے ،، امام شعرانی کا کلام بڑا واضح ہے ﴿فکان سبقهم لا یقتضی التفضیل بمجرده وانما ذالک بوجود نص قاطع ﴾ یعنی صرف پہلے خلیفہ ہونا ، دلیل افضلیت نہیں ، بلکہ افضلیت کیلئے نص قطعی کا ہونا ضروری ہے جناب

صدیق اکبر کی افضلیت اس وجہ سے نہین کہ وہ پہلے خلیفہ ہیں بلکہ ان کی افضلیت کی دلیل نص قطعی ہے اور وہ اجماع صحابہ ہے، جو آپ کے خلیفہ بننے سے پہلے آپ کی افضلیت پر منعقد ہوا،، افضلیت کی علت اور دلیل میں امام شعرانی رحمہ اللہ کا جمہور کے ساتھ اختلاف نہیں بلکہ ان کے موقف کی مزید وضاحت ہے کہ ابوبکر صدیق کو جو افضل کہا گیا ہے اس کی علت اور وجہ آپ کا خلیفہ اول ہونا نہیں بلکہ نص قطعی ہے جس کی بناء پر آپ کو افضل الامت قرار دیا جا کر خلیفہ اول تسلیم کیا گیا ہے۔

بلا شبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لحاظ سے تقدم زمانی حاصل ہے تقدم زمانی کو دلیل افضلیت قرار دینے میں استحالہ شرعی لازم آتا ہے تقریر استحالہ یوں ہے کہ آپ ﷺ سے قبل دنیا میں تشریف لانے والے انبیاء افضل ہوں گے کیونکہ ان کو تقدم زمانی حاصل ہے اور آپ ﷺ مفضول ہوں گے آپ کا مفضول ہونا محالات شرعیہ میں سے ہے کیونکہ مفضولیت کی صورت میں ان نصوص قطعیہ کا ترک اور انکار لازم آتا ہے جن میں آپ کا افضل الخلق ہونا بیان کیا گیا ہے لہٰذا تقدم زمانی کو افضلیت کی علت قرار دینا محال شرعی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا شبہ تقدم حاصل ہے مگر یہ تقدم صرف زمانی ہی نہیں بلکہ عنوان خلافت میں تقدم شرفی اور رتبی بھی ہے اور یہی دلیل افضلیت ہے،، آپ کے تقدم شرفی اور رتبی پر پائے جانے والے ذخیرہ ہائے دلائل میں سے ہم صرف دو احادیث کی نقل پر اکتفاء کرتے ہیں،، ''واللہ التوفیق''

حضرت ابودرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابوبکر صدیق کے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھ لیا، تو فرمایا کیا تم ایسے شخص کے آگے آگے چلے جا رہے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے بہتر (افضل) ہے آپ نے فرمایا: ﴿ماطلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر﴾ ترجمہ: سورج طلوع ہوا نہ غروب کسی بھی ایسے شخص پر جو انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل ہو،،

حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے آپ نے فرمایا:

﴿یطلع علیکم رجل لم یخلق اللہ بعدی احدا خیرا منہ ولا افضل ولہ شفاعۃ

شفاعة النبيين فما برحنا حتى طلع ابوبکر فقام النبی ﷺ فقبله و الترمذه ،خرجه الحافظ الخطیب ابوبکر احمد بن ثابت البغدادی ﴾(الرياض النضرة : ا :ص:۱۳۶، ۱۳۷)

ترجمہ:تمہارے سامنے ایک ایسا شخص نمودار ہونے والا ہے میرے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر کسی بھی شخص کو پیدا نہیں کیا،،اس کی شفاعت انبیاء کی شفاعت جیسی ہوگی ،تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے ان کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اب کو بوسہ دیا،اور گلے لگایا اس حدیث کی تخریج الحافظ ،الخطیب ابوبکر احمد بن ثابت البغدادی نے کی ہے ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ افضلیت کی دلیل اور معیار تقدم زمانی نہیں بلکہ وہ شرف اور مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کو عطا فرماتا ہے اگر تقدم زمانی افضلیت کی علت ہوتو انبیائے سابقین کے خلفاء اور امتیں ابوبکر صدیق سے افضل ہوں ،جبکہ اولا د آدم علیہ السلام میں انبیاء اور رسولوں کے بعد افضل الابشر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ،

یہ حدیث مرفوع ہے اس میں ﴿لم یخلق الله بعدی احداخیرا منه و لا افضل ﴾ میں بعدی قیو دات اور لم تخلق مقید ہے احداخیرا،ولا افضل بمعنی منفی نکرات ہیں ،تحت النفی الجحد کے تحت آنے سے النفی العموم کیلئے مفید ہیں لم حرف نفی داخل بر مضارع مفید جو د ہے جو زمانہ تخلیق آدم سے لیکر زمانہ نبوی تک کو محیط ہے معنی یہ ہوگا کہ زمانہ آدم علیہ السلام سے لیکر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس تک انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر صدیق سے افضل اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیدا نہیں فرمایا،،لم تخلق کا فعل منفی بعدی احداخیرا وغیرہ قیود سے مقید ہے،قانون تقاضا کرتا ہے کہ کلام منفی مقید میں نفی کا عمل قید کو متاثر کرتا ہے اس کلیہ کی روشنی میں حدیث کا معنی ہوگا،،انبیاء ومرسلین کے بعد اولاد آدم میں ابوبکر سے افضل پہلے کوئی ہوا ہے نہ بعد میں ہوگا،یہ النفی العموم ہے جو مفید السلب الکلی ہے انبیاء اور رسولوں کے بعد ابوبکر کے علاوہ ہر فرد بشر سے افضلیت اور خیریت کی نفی کی گئی ہے یہی سالبہ کلیہ ہے موجب تسلیم ہے ورنہ اس کی نقیض موجبہ جزئیہ قابل تسلیم ہوگی نقیض قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس سے شرعی استحالہ لازم آتا ہے ،وہ استحالہ شرعی اس حدیث مرفوع کا ترک اور انکار ہے،جو ہرگز روا نہیں ،،وللہ الحمد،،

خلاصہ یہ ہے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہء افضلیت خلافت میں تقدم زمانی نہیں بلکہ نص ہے اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ دائیں بائیں کے تانے بانے بحث افضلیت میں نتیجہء خیز اور بارآور نہیں بلکہ افضلیت کا علم اور اس تک رسائی محتاج نص ہے ،افضلیت ابوبکر صدیق پر ایک نص نہیں بلکہ نصوص قطعیہ موجود ہیں ،،اہل علم کیلئے یہی ایک دلیل (نص) کافی اور شافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی علالت کے ایام میں نماز ایسے بلند مرتبت اور اہم رکن دین کی ادائیگی میں اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر مصلیٰ امامت عطا فرمایا تھا،،جبکہ ان ایام میں حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کی جمعیت مدینہ طیبہ میں موجود تھی۔

سید صاحب نے لکھا شیخ محقق رحمہ اللہ کا توقف کو ترجیح دینا جبکہ شیخ رحمہ اللہ کا عقیدہ توقف نہیں ملاحظہ ہو:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی توقف کا نہیں بلکہ افضلیت قطعیہ

اور ترتیب خلافت کا عقیدہ رکھتے ہیں:

۱: چاروں صحابہ کرام کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے دیکھی جاسکتی ہے،، تکمیل الایمان : ۱۵۳، مکتبہ نبویہ لاہو۔

۲: دوسرا مقام یہ ہے کہ ان خلفاء کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب سے شمار کی جائے ،یعنی سب صحابہ سے افضل ترین سیدنا صدیق اکبر پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ،(تکمیل الایمان :۱۶۱،ایضاً)

۳: جمہور اہل سنت کا مذہب اسی ترتیب خلافت پر ہے (تکمیل الایمان :۱۶۲،ایضاً)

۴: امام نووی نے اصول حدیث میں لکھا ہے کہ سب صحابہ سے افضل تو ابوبکر صدیق ہیں ان کے بعد حضرت عمر اور اس فیصلہ پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے، (ایضاً)

۵: الغرض علمائے اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ تمام صحابہ پر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو افضلیت حاصل ہے۔

۶: جمہور آئمہ نے اجماع پر فیصلہ کیا ہے۔

۷: اگر علمائے اہل سنت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر بلکہ اس افضلیت کی قطعیت پر یقین رکھتے ہیں تو وہ حق پر ہیں۔ (تکمیل الایمان: ۱۶۹)

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوا کہ شیخ محقق کا عقیدہ توقف،، یا ترجیح توقف نہیں، بلکہ وہ تمام صحابہ پر تفضیل شیخین کا عقیدہ رکھتے ہیں جس طرح جمہور آئمہ اہل سنت شیخین کی افضلیت کو قطعی مانتے ہیں اسی طرح شیخ محقق بھی شیخین کی افضلیت کو باقی تمام صحابہ پر قطعی مانتے اور اس کو قرار دیتے ہیں سید صاحب کا قول توقف کو شیخ محقق کی طرف منسوب کرنا خطائے فاحش ہے،،،

سید صاحب نے لکھا کہ دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ خلفائے راشدین کی ترتیب خلافت ہی کو ترتیب مرتبہ سمجھنا اور اس پر اجماع کا دعوی کرنا بلا دلیل ہوگا کیونکہ یہ مذہب جمہور ہے اور مطلق جمہور دلیل شرعی نہیں ہے جواباً کہا جائے گا کہ: سید صاحب زبدۃ کے ص: ۲۲ پر یہ تحریر کر چکے ہیں کہ افضلیت ابوبکر صدیق مذہب جمہور ہے جو کہ اسلام میں کوئی قانون ساز ادارہ نہیں ہے لہٰذا اس پر کسی بھی قطعیت کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی،،

سواد اعظم قانون ساز ادارہ ہے، عقیدہ، قول، عمل میں اسکی اتباع واجب ہے

اور یہی بات یہاں بھی دہرائی ہے،، سید صاحب کو مغالطہ لگا ہے افضلیت ابوبکر صدیق مذہب جمہور یعنی قول جمہور سے ثابت نہیں بلکہ اجماع صحابہ، قرآن، حدیث سے ثابت ہے۔ جمہور ان ادلہ ثلثہ سے ثابت ہونے والی افضلیت ابوبکر صدیق پر کاربند ہیں، تفصیلات پہلے آچکی ہیں، رہا یہ کہ جمہور قانون ساز ادارہ نہیں سید صاحب کا یہ کہنا بھی غلط اور فرامین رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علیکم بالسواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار،، رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ، تم پر جماعت کثیرہ (جمہور) کی پیروی لازم ہے جو ان کے خلاف چلا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا،، یہ حدیث دو جملوں اور دو مضامین پر مشتمل ہے (۱) اتباع جمہور (۲) جمہور مخالف افراد کے حکم پر

مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مبارک کہ ہر دو مفاہیم اور ہر دو مضامین کی توضیح کر دی جائے کہ سید صاحب نے جمہور کی شرعی حیثیت اہمیت اور اس کے قانون ساز ادارہ نہ ہونے کا جو ذکر

کیا ہے اس کا بطلان بھی واضح ہو جائے،،،واضح ہو کہ "علیکم" کالفظ اسم فعل ہے اور حدیث میں الزموا کے معنی میں مستعمل ہے،الزموا میں خطاب تمام مسلمانوں کو ہے جن کا دائرہ وجود صبح قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور السواد الاعظم سے مراد، بقول ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ الجماعۃ الکثیر ۃ ہے،اوراس سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سواد اعظم سے مراد جمع المسلمین ہے،،(مرقات)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم پر مسلمانوں کی جماعت کثیرہ (جمہور) کی اتباع،اقتداء لازمی ہے ،جماعت کثیرہ کے بارے میں کتاب "الازہار" میں فرمایا گیا ہے: ﴿اتبعوا الاعظم یدل علی ان اعاظم الناس العلماء وان قل عددھم ،،مرقات ،،السواد الاعظم کے الفاظ ترکیب توصیفی کی صحت میں دلالت کرتے ہیں کہ لوگوں میں (عوام میں) اہل عظمت صرف علماء ہیں ان کی اقتداء اتباع اپنے اوپر لازم کرلو،،یہ اتباع،اوراقتداء کن امور میں لازم اورواجب ہے کیونکہ علیکم اسم فعل بمعنے الزموا فعل امر کے ہے اور امر یہاں وجوب کیلئے ہے وہ امور تین ہیں،،

(۱)عقیدہ (۲) قول (۳) فعل

اب حدیث کا تفسیری معنی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان تم اپنے اوپر جمہور کا عقیدہ،جمہور کا قول اور جمہور کا فعل لازم کرلو،،سوال یہ ہے کہ جمہور کا طریقہ "عقیدہ" قول،فعل،،قبیح (غلط،برا) بھی ہوسکتا ہے اس کا جواب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے﴿وما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ،ومارآہ المسلمون سیئا فھو عند اللہ سیء﴾ محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا﴿اخرجہ الحاکم وصححہ عن ابن مسعود﴾ (الصواعق المحرقہ:۱۳)

مسلمانوں کی اکثریت (بوجہ صیغہء جمع) کے نزدیک جوامر حسن ہے وہ اللہ کے ہاں بھی حسن ہے اور جس امر کو مسلمانوں کی جمعیت قبیح اور برا قرار دے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قبیح اور برا ہے نبی کریم ﷺ نے جمہور کے فیصلہ کو موید من اللہ ہونکی دلیل ارشاد فرمائی،﴿لاتجتمع امۃ محمد علی ضلالۃ ،ویداللہ علی الجماعۃ﴾

اس پر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ﴿قال المظہر فی الحدیث دلیل علی حقیة اجماع الامة﴾ پھر فرمایا: ﴿فالحدیث یدل علی ان اجتماع المسلمین حق والمراد أجماع العلماء﴾ (مرقات)

ترجمہ: میری امت (یا شک راوی کی بناء پر) یا محمد ﷺ کی امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا، اجماع پر اللہ کا دست نصرت اور دست غلبہ ہے یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کا اجتماع حق ہے اور اس سے مراد جمہور علماء ہیں،، مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء ہی حق پرست ہیں ان کے ہر فیصلہ (کسی امر کی اچھائی پر ہو یا اس کے برا ہونے پر) کو اللہ کی تائید اور نصرت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ ایک امر قبیح ہے تو اس کو حسن کہنے اور اگر حسن ہے تو اس کو قبیح کہنے پر ہرگز متفق نہیں ہو سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے جمہور علماء کو اقدام علی المعصیت سے محفوظ رکھا ہوا ہے، اگر جمہور قانون ساز ادارہ نہ ہوتا تو ﴿وما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن، وما رآہ المسلمون سیئا فھو عنداللہ سیء﴾ کے حکم قطعی میں کیوں ہوتا جمہور کی رائے اجتہاد اور از قسم استنباط ہے، ہر دو کا تعلق ان امور سے ہے جو منصوص علیہا نہیں جب جمہور کے اجتہادی اور استنباطی حکم کو اللہ اپنا حکم قرار دے رہا ہے تو جمہور قانون ساز ادارہ کیسے اور کیوں نہ ہوا اور پھر یہ حکم وہ ہے جس پر ید اللہ کی مہر تائید اور توثیق ثبت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ﴿لا یجمع امتی علی ضلالة﴾ کی ضمانت بھی دے رکھی ہے،، جمہور علمائے امت کو قانون ساز ادارہ تسلیم نہ کرنا ان احادیث مبارکہ سے لاعلم ہونے کی دلیل ہے، اور دانستہ صرف نظر کیا گیا ہے، تو انکار کے مترادف ہے یہ بھی شان ایمان و اسلام کے خلاف ہے،،

اب آیئے سید صاحب کی نقل کردہ حدیث کے دوسرے جملے یعنی دوسرے حصے کی طرف دوسرا جملہ/ دوسرا حصہ ☆من شذ شذ فی النار☆ ہے اس جملہ کا پہلے جملے ''علیکم بالسواد الاعظم'' کے ساتھ معنوی تعلق ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غیر منصوص فروعی معاملات میں جمہور علمائے اسلام کی متفقہ رائے خواہ عقیدہ میں ہو یا قول و عمل میں اپنانے کا سختی سے حکم فرمایا ہے اور جمہور علمائے

امت کی رائے کوحکم خداوندی کا درجہ عنایت فرمایا ہے اور ساتھ ہی رائے جمہور کوخواہ کسی امر کے حسن میں ہو یا قبح میں ،،تائید ایزدی سے مزین اور نصرت وغلبہ سے موثق ہونیکی بشارت عطا فرمائی ہے ،جمہور علماء کی متفقہ رائے کوسراپا ہدایت ،قرار دیکر گمراہی اور بد دینی کی کدورتوں سے پاک اور صاف فرمایا ہے جب جمہور علماء کی متفقہ رائے قانون خدوندی ہے اس کونصرت اور غلبہ کی تمام عظمتیں حاصل ہیں تو لامحالہ اس جمہوری رائے پر چلنے والا مستحق جنت ہے اور اس رائے کی مخالفت کرنے والا اور موید من اللہ جمہور علماء کے خلاف صف بندی کرنے والا ادوزخی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس لئے مفہوم مخالف کے طور پر فرمایا، جو جمہور علمائے امت کے عقیدہ،قول،فعل میں ان کی مخالفت کریگا الگ راہ اپنائے گا وہ جہنمی ہے، ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿(من شذ)ای انفرد عن الجماعة باعتقاداو قول او فعل لم یکونوا علیه (شذ فی النار)ای انفر دفیهاو معنا ہ انفرد عن اصحابه الذین هم اهل الجنة والقی فی النار ﴾(مرقات)

ترجمہ: جواعتقاد،قول یا عمل میں جماعت کثیرہ (جمہور علماء) سے الگ چلا (جس پر جمہور علماء ہیں اس پر گامزن نہ ہوا) یعنی وہ جمہور علماء جو اہل جنت ہیں سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا،حدیث میں واقع دو جملے دومختلف معنوں پر دلالت کرتے ہیں پہلے جملے میں اتباع جمہور کاحکم اور جمہوری فیصلے کوحکم خداوندی کی تعبیر اور توضیح فرمایا گیا ہے اور اس پرسختی سے عمل کرنے اور اتباع کرنے کاحکم بخشا گیا ہے دوسرے جملے میں اس حکم ،اور فیصلہ کی خلاف ورزی کرنے والے کا انجام بتایا گیا ہے سخت سرزنش کی گئی ہے دونوں معانی کے درمیان تغائر،تبائن ،اور معنوی اختلاف ردز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے ،،سید صاحب کا یہ کہنا کہ یہ حدیث جماعت کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ اختلاف میں مفید معنی نہیں ہے بلک فرد کے جماعت کے مقابلے میں اختلاف پر تنبیہ ہے،،اولاً تو محل نظر ہے،

ثانیاً: اگر سید صاحب کی اس تعبیر کوتسلیم کرلیا جائے تو بھی یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں کیونکہ سوال یہ ہے کہ فرد کو جماعت کے ساتھ اختلاف رکھنے پر اہل دوزخ ہونیکی تنبیہ کیوں کی گئی ہے؟ وہ اسی لئے کہ جماعت (جمہور) کا عقیدہ،قول ،فعل ،اللہ کے ہاں مقبول اور درست ہے،،اور نصرت خداوندی

سے مالا مال ہے سرچشمہ ہدایت ہے جبکہ اس کے مقابل فرد واحد کا قول مخالف گمراہی اور بے دینی ہے اگر وجود جمہور قانون سازی (احکام شرعیہ کے اجتہاد، اور استنباط) میں کوئی اہمیت اور حیثیت نہ رکھتا تو

''ید الله علی الجماعة''

کی غیر متناہی اور لازوال عظمتوں سے کیوں اور کس طرح بہرہ ور ہوتا؟ اگر قول جمہور کسی امر کے حسن وقبیح میں موثر اور نافذ الحکم نہ ہوتا تو اس کے مخالف فرد کو ''شذ فی النار

کے سخت گیر الفاظ سے آخری اور سنگین نوعیت کی عقوبت اور سزا کیوں سنائی جاتی؟ ماننا پڑیگا کہ سید صاحب کا جمہور کے وجود اور ان کے متفقہ قول کے نفوذ کا انکار کرنا ہر صورت غلط ہے،،

فضیلت اور افضلیت کیا ہے؟ تحقیق کے اجالے میں

افضلیت کسی ایسے وصف کا نام ہے جو کسی ایک میں پایا جائے اور کسی دوسرے میں نہ پایا جائے یا کسی دوسرے میں پایا جائے مگر اس درجے میں نہ پایا جائے جس درجے کے ساتھ اوّل الذکر میں پایا جائے۔

(زبدة:۳۵۳)

جواباً کہا جائے گا کہ یہ تعریف غلط ہے کسی اصول کسی قاعدے نے یہ تعریف بیان نہیں کی، سید صاحب کی خود ساختہ ہے،، افضلیت کی تعریف یہ ہے کہ وصف دونوں افراد میں پایا جا رہا ہے دونوں افراد ایک ہی وقت میں ایک وصف سے متصف ہیں مگر ان میں سے ایک میں زیادہ اور اس کی نسبت دوسرے فرد در شخص میں کم پایا جا رہا ہے، علامہ ابن حاجب نے افضلیت کے معنی اور مدلول ومفہوم کو واضح کرنے کیلئے افعل کا وزن مختص فرمایا ہے جہاں بھی یہ وزن ہوگا، وہاں افضلیت کا معنی متحقق ہوگا ،اور یہ وزن ثابت کرے گا کہ میرے موصوف کو دوسرے فرد کی نسبت اور اس کے مقابلے میں وصف کی زیادتی حاصل ہے اور میرا موصوف اور مدلول اس وصف کی زیادتی سے متصف ہے ماخذ اور معنوی تاثیر میں فرمایا: ''اسم التفضیل ما اشتق من فعل لموصوف بزیادة علی غیرہ'' وھو افعل ، اسم تفضیل اسم ہے مصدر سے مشتق کیا جاتا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اس کے موصوف

میں دوسرے کے نسبت معنی وصفی زیادہ پایا جاتا ہے اور اس کا وزن افعل ہے،، ابن حاجب رحمہ اللہ کی تعریف سے ثابت ہوا کہ وصف دو افراد میں ایک ہی وقت میں پایا جاتا ہے مگر ایک میں زیادہ پایا جاتا ہے اور دوسرے میں کم،، یہ افضل اور مفضول کی صورت ہے، افضل وہی ہے جس کے مقابل مفضول ہو،، افضل کا وجود مفضول کے وجود کے بغیر ناممکن ہے قرآن حکیم نے اس مضمون کو " ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" میں بیان فرمایا ہے،، افضیلت کا تعلق، حس، تجربہ، اور عمل سے ہے، جو عمل انسان کے تابع علم اور مشاہدہ کے ماتحت ہے، جس کے احساس اور ادراک میں عقلی یا نقلی دلیل کی ضرورت نہیں، لیکن فضیلت ایک ایسا وصف اور خاصہ ہے جو دلیل شرعی کے تابع اور اس کا نتیجہ فکر ہے ابن عبد البر اندلسی نے خود نقل کیا ہے:

"واما التعیین فیهم وتفضیل بعضهم علی بعض ،فهذا لایصح فی نظر ولا اعتبار ولا یحیط بذالک الاالواحد القهار المطلع علی النیات الحافظ للاعمال الا من جاء فبه اثر صحیح" ترجمہ: مگران میں تعین کرنا اور بعض کو بعض پر افضیلت دینا یہ نظر اور اعتبار میں صحیح نہیں، اس کا سوائے واحد وقہار کے کوئی بھی احاطہ نہیں کرسکتا،، یعنی افضل اور صاحب فضیلت وہی ہوگا جس کے بارے میں دلیل شرعی قائم ہوگی اس کے تعین اور اختصاص میں پسند وناپسند اور اعتبارات کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ خالص توقیفی الہامی اور شرعی مسئلہ ہے، صاحب فضیلت وہی ہوگا جس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وضاحت اور تصریح فرمائی ہوگی،، ابن عبد البر کی یہ توضیح ثابت کرتی ہے کہ حسب ونسب اور خاندانی تعلق کا شرف اور عظمت اس تعریف افضیلت اور وصف فضیلت میں داخل نہیں، کیونکہ اس کا علم ادراک اور احساس مخلوق کو بھی حاصل ہے مثلاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے برادر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر نبی کریم ﷺ کی ذریت طیبہ کو جو شرف اور فضیلت نسب حاصل ہے وہ شیخین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور دیگر کسی صحابی کو حاصل نہیں، پوری امت کا اس پر اجماع ہے،، دائرہ ایمان میں رہنے کیلئے اس کا اقرار و اظہار کرنا اور اس پر ایمان رکھنا ضروریات میں سے ہے مگر ابن عبد البر اندلسی کی تعریف فضیلت

ان پر صادق آتی ہے نہ محیط ہے کیونکہ اس افضلیت کا حسی طور پر سب کو علم ہے یہ عظمت کسی دلیل کی محتاج نہیں، سب جانتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے جگر کے ٹکڑے ہیں، ان جیسا کوئی نہیں۔

ابن عبد البر اندلسی جب یہ تسلیم کر چکا ہے کہ افضلیت رفضیلت کا وجود اور ثبوت نص قرآنی اور حدیث رسول ﷺ کا مرہون منت ہے، افضل وہی ہوگا صاحب فضیلت بھی وہی ہوگا جس کے متعلق نصوص کا ورود ہو،، نبی کریم ﷺ کی پوری امت نے نصوص کو ملاحظہ کرنے کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل البشر کہا اور تسلیم کیا، اور انہی نصوص مقدسہ کی روشنی میں خلیفہ بھی منتخب کیا گیا تو اب وہ کونسی دلیل شرعی مگر الہامی ہے جس نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضلیت کے منصب سے اتار کر مفضولیت کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا ہے،،

سید سند شریف جرجانی کے اقتباس سے مغالطہ آفرینی

سید صاحب نے سید شریف جرجانی رحمہ اللہ متوفی ۸۱۶ھ شرح مواقف صفحہ ۴۰۴ جز ۸ کے حوالے سے نقل کیا کہ: " **والنصوص المذكورة من الطرفين بعد تعارضها لا تفيد القطع على مالا يخفى على منصف لانها باسرها اما احادا و ظنية الدلالة مع كونها متعارضة**"

ترجمہ: دونوں دھڑوں (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) کی حمایت میں وارد ہونے والی نصوص آپس میں متعارض ہونے کے بعد (کسی کے حق میں بھی) اٹل حکم کا فائدہ نہیں دیتیں، جیسا کہ کسی بھی منصف مزاج آدمی پر یہ امر مخفی نہیں ہے کیونکہ وہ ساری کی ساری روایات یا تو اخبار واحد ہیں، یا ظنی الدلالۃ (غیر یقینی معنی رکھتی ہیں) اور اس کے ساتھ ساتھ آپس میں ٹکراتی ہیں ،، (زبدۃ: ۳۵۳)

سید صاحب کا ان عبارات کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ: افضلیت ابوبکر صدیق کا مذہب بے بنیاد اور بلا دلیل ہے دلائل کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل نہیں ہیں،، اور علامہ سید سند شریف جرجانی کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ جرجانی رحمہ اللہ کا مذہب اور قول فیصل نقل کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ جس طرح یہ عبارت افضلیت ابوبکر صدیق کیلئے مفید نہیں

،اسی طرح تفضیل علی رضی اللہ عنہ کیلئے بھی مثبت اور حجت نہیں کیونکہ علامہ جرجانی نے دلائل طرفین کو تین صفات سے متصف قرار دیکر قابل عمل ہونے سے روک دیا ہے،،

1: دلائل اخبار واحدہ ہیں۔

2: ظنی الدلالۃ ہیں۔

3: باہم متعارض ہیں۔

بقول علامہ جرجانی اور بمطابق نقل سید صاحب دلائل اخبار واحدہ اور ظنی الدلالۃ ہیں تو پھر ان سے اجماع صحابہ تابعین جو دلیل قطعی ہے کا انکار بار بار کیا گیا؟ اور پھر ان کمزور دلائل کی اساس پر تفضیل علی المرتضی کے منکر کو کافر، منافق کیوں کہا گیا؟ جبکہ نفاق اور حکم کفر کیلئے دلیل قطعی کا ہونا لازمی شرعی تقاضا ہے، اور پھر حکم کفر نافذ کرنے کیلئے اسلام کے ارکان خمسہ یا کسی امر قطعی کے انکار کا ثبوت بھی بنیادی ضرورت ہے، سید صاحب نے تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے منکر کے کفر پر تین حدیثیں نقل کی ہیں

(۱): عن ابی حذیفة بن یمان ،قال سمعت النبی ﷺ یقول علی خیر البریة ،من ابی فقد کفر ،، حذیفہ بن یمان سے روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں، جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔

(۲) ابن عساکر کے حوالے سے یہ دوسری حدث ہے "علی خیر البشر من ابی فقد کفر" علی رضی اللہ عنہ سب انسانوں سے (باستثنائے انبیاء علیہم السلام) افضل ہیں، جو اس کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔

(۳) اسی کتاب کی، جلد ۴۲، ص: ۳۷۳، پر ہے "عن جابر علی خیر البشر لا یشک فیه الا منافق" حضرت جابر سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سب انسانوں سے افضل ہیں اس میں منافق کے بغیر کوئی شک نہیں کرتا۔ (زبدۃ: ۲۶۵)

سید صاحب نے پہلی حدیث جو حذیفہ الیمان سے مروی ہے کو حدیث مرفوع کہا ہے۔

کیا افضلیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا منکر کافر ہے؟ نعوذ باللہ، اس کا جواب

حدیث مرفوع مفید قطع ہے مفید ظن نہیں، جب بقول سید صاحب یہ حدیث مرفوع ہے تو خبر احاد نہ رہی ، جب خبر واحد نہ ہوئی تو مفید ظن نہ ہوئی بلکہ قطع ہوئی سوال یہ ہے کہ علامہ جرجانی نے یہ حدیث نہیں دیکھی؟ اگر دیکھی ہے تو بلا دھڑک یہ کیسے کہہ دیا ہے کہ طرفین کے دلائل افضلیت اخبار واحدہ ہو کر مفید ظن ہیں، اور باہم متعارض ہیں، ان احادیث مذکورہ بالا کی موجودگی سے تو تعارض جاتا رہا کہ افضلیت ابوبکر صدیق کے دلائل مفید ظن ہیں کیونکہ وہ اخبار واحدہ ہیں، اور افضلیت علی رضی اللہ عنہ پر دلیل قطعی حدیث مرفوع موجود ہے،، اس حدیث مرفوع کی روشنی میں علامہ جرجانی کا قول غلط ہے، کہ دلائل متعارض، اخبار واحدہ ہیں، مفید ظن ہیں بقول سید صاحب اگر حذیفہ الیمان والی حدیث مرفوع ہے تو اہل علم نے اس پر کلام کیوں کیا ہے؟ اگر حدیث مرفوع ہے تو مفید قطع ہو کر واجب العمل ہے، وجوب عمل کی صورت میں حکم کفر نعوذ باللہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور جمہور امت پر اطلاق کرنا پڑے گا ایسا کوئی مفکر اسلام ہے جو یہ کر سکے کہہ سکے اور پھر فکر اسلام لئے پھرے،، ☆العیاذ باللہ☆

اگر کلام کیا ہے تو یہ حدیث مرفوع نہیں، حدیث مرفوع تو بلا کلام ہوتی ہے،،

اگر اس پر محدثین نے کلام کیا ہے تو یہ حدیث شاذ ہے اور شاذ کی دوسری قسم سے ہے جس کو محدثین شاذ مردود کہتے ہیں، جب شاذ مردود ہے تو دلیل اور حجت نہ رہی جب دلیل و حجت ہی نہیں تو سید صاحب کے ذکر کرنے اور ایک اجماعی عقیدہ میں بگاڑ پیدا کرنے اور تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے منکرین پر حکم کفر جاری کرنے کا مقصد؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر البشر، خیر البریہ ہیں مگر اپنے زمانہ خلافت میں ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور دور خلافت میں ابوبکر صدیق ہی خیر البشر بعد از انبیاء اور مرسلین ہیں اور وہی خیر البریہ ہیں بفضل اللہ ہم دلائل قاہرہ سے اس سے قبل بھی ثابت کر چکے ہیں۔

تفصیل و تصدیق کیلئے ملاحظہ ہو المسامرہ: ص:۲۵۹''

سید صاحب نے علامہ شریف جرجانی کی کتاب شرح مواقف، جز ۸، ص:۴۰۴، سے یہ اقتباس بھی نقل کیا ہے اور لکھا کہ کتاب مذکور کے، ص، مذکور پر علامہ جرجانی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ

افضلیت مسئلہ عقیدہ کا ہے جس میں دلیل ظنی قابل قبول نہ ہوگی، اقتباس یہ ہے:

"واعلم ان مسئلة الافضلية لا مطمع فيها فی الجزم واليقين اذلا دلالة للعقل بطريق الا ستقلال على الافضلية بمعنى الاكثرية فی الثواب بل مستندها النقل ،وليست هذه المسئلة مسئلة يتعلق بها عمل فيكتفى فها بالظن الذی ،هو كان فی الاحكام العملية بل هی مسئلة علمية يطلب فيها اليقين ،والنصوص المذكورة من الطرفين بعد تعارضها لاتفيد القطع على مالا يخفى على منصف لانها باسرها اما احاد او ظنية الدلالة مع كونها متعارضة ايضاً وليس الاختصاص بكثرة اسباب الثواب موجبا الزيادته قطعاً بل ظناً ،لان الثواب تفضل من الله كما عرفته فی،ما سلف فله ان لا فضلية بل غايته الظن" ترجمہ: یہ بات جان لیں مسئلہ افضلیت میں یقین وجزم کو کوئی دخل نہیں کیونکہ عقل کیلئے مستقل طور پر افضلیت کیلئے کوئی راہ نمائی نہیں ملتی، اکثریت ثواب کے معنی میں بلکہ ثبوت اس کا صرف نقل ہے اور یہ مسئلہ ایسا نہیں جو عمل سے تعلق رکھتا ہو جس میں ظن کو بھی کافی سمجھا جائے، جو کہ احکام عملی میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ مسئلہ علمیہ ہے جس میں یقین کی ضرورت ہوتی ہے اور جو نصوص دونوں طرف سے مذکور ہوتی ہیں، باہمی ٹکراؤ کے بعد قطعیت کا فائدہ نہیں دیتیں، جیسا کہ یہ حقیقت ایک منصف مزاج پر مخفی نہیں ہے کیونکہ وہ ساری نصوص یا اخبار واحدہ ہیں یا ظنیۃ الدلالۃ ہیں، باوجود متعارض ہونے کے بھی اور ثواب کے اسباب کی کثرت کے ساتھ مختص ہونا، (افضل کی) زیادتی کا موجب ہونا قطعی امر نہیں ہے، بلکہ ظنی ہے کیونکہ ثواب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جیسا کہ تمہیں گذشتہ تفصیلات سے پتہ چل چکا ہے سو (اللہ تعالیٰ) کو حق حاصل ہے کہ وہ مطیع کو ثواب نہ دے اور غیر کو ثواب عطا فرمادے، اور امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے مگر وہ افضلیت میں قطعیت کا فائدہ نہیں دیتا، بلکہ اس کی انتہا ظن ہے،،

علامہ سید سند شریف جرجانی کا عقیدہ

اس اقتباس سے سید صاحب نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ افضلیت اعتقادی علمی مسئلہ ہے

جس کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے،حضرت علی ،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر جو دلائل دیئے جاتے ہیں ،وہ ظنی الدلالۃ ہوکر مفید ظن ہیں ،کیونکہ وہ اخبار واحدہ ،ظنی الدلالۃ اور باہم متعارض ہیں لہٰذا ان دلائل سے حضرت علی المرتضٰی کی افضلیت بطریق قطعیت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق کی ،جہاں تک ثواب کیلئے کثرت اسباب وذرائع کا تعلق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے وہ چاہے تو گنہگار کو دے اور چاہے تو نیکو کار کو حرماں نصیب بنادے لہٰذا افضلیت کا کوئی قطعی طریقہ نہیں تا کہ افضلیت کو حتمی اور قطعی کہا جائے ،،درحقیقت یہ ایک اعتراض ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت کی نفی اور انکار میں منکرین افضلیت پیش کرتے ہیں یہ علامہ سید شریف جرجانی کا عقیدہ اور قول فیصل نہیں بلکہ منکرین کا اعتراض ہے جس کا جواب علامہ جرجانی :۴۰۵، پر مندرج "لکنا وجدنا السلف ،الخ" سے دیتے ہیں ،علامہ کے تجزیہ دلائل ،اور مبنائے انکار افضلیت کو سید صاحب نے علامہ جرجانی کا عقیدہ سمجھ لیا ہے اگر سہو ہوا ہے تو غلط ہے اور اگر دانستہ طور پر ایسا لکھا ہے تو بددیانتی اور بے اصولی کی انتہا ہے،، جو ناقل کو بالکل زیب نہیں دیتی۔

ملاحظہ ہو علامہ جرجانی نے جواباً فرمایا ہے: "ولکنا وجدنا السلف قالوا !بان الافضل ابوبکر ثم عمر ،ثم عثمان ،ثم علی ،وحسن ظننابھم یقضی بانھم لولم یعرفوا ذالک لما اطبقوا علیه فوجب علینا اتباعھم فی ذالک القول "(شرح مقاصد :۴۰۵)

ترجمہ: لیکن ہم نے اپنے اسلاف کا عقیدہ پایا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ بے شک ساری امت سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں ،پھر عثمان ہیں ،پھر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم ہیں ان کے متعلق ہمارے حسن ظن کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ اس ترتیب میں معرفت نہ رکھتے ہوتے تو اس ترتیب افضلیت پر ہرگز متفق نہ ہوتے ،اس قول (عقیدہ) میں ان کی اتباع کرنا ہم پر واجب ہے ،مذکورہ عبارت اس بات کی تصریح اور اس امر پر مضبوط شہادت ہے کہ علامہ جرجانی مسئلہ افضلیت میں نہ توقف کے قائل ہین نہ ابوبکر کی افضلیت ظنّیہ کے تابع عقیدت ہیں ،اور نہ ہی تفضیل علی رضی اللہ عنہ کے معاون یا پیروکار ہیں ،بلکہ ان کا عقیدہ مسئلہ افضلیت میں وہی ہے جو صحابہ ،تابعین ،تبع تابعین اور جمہور امت کا ہے۔

سید صاحب نے ان کے عقیدے کو دیانت اور امانت سے تہی دامن ہو کر تحریر کیا ہے اور سادہ لوح عوام اہل سنت کو مغالطہ دہی کی سعی ء بے سود کی ہے،، سید صاحب نے محدث ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی غلط لکھا تھا اور مغالطہ دینے کی بھرپور کوشش کی تھی، بحمد اللہ الصواعق المحرقہ سے ہم نے محدث ابن حجر مکی کے عقیدے کی وضاحت کی تھی،، علامہ جرجانی کا عقیدہ توقف، ظنی دربارہ افضلیت ابوبکر یا تفضیل علی رضی اللہ عنہ کا کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ علامہ موصوف نے **المقصد الخامس** :"**الافضل بعدرسول الله** ﷺ" کا عنوان قائم کیا اور پھر نقل فرمایا :"**فی إفضل الناس بعد رسول الله هو عند نا واكثر قد مآء المعتزلة ابوبكر رضى الله عنه وعند الشيعة واكثر متاخرى المعتزلة على** "(شرح مواقف جز ،۸ :۳۹۷)

ترجمہ: پانچواں مقصد اس موضوع پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل البشر کون ہے؟ ہمارے نزدیک یعنی اہل سنت و جماعت کے نزدیک اور متقدمین معتزلہ کی اکثریت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں، اور شیعہ اور متاخرین معتزلہ کی اکثریت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل البشر علی رضی اللہ عنہ ہیں،، اس سے ثابت ہوا کہ علامہ سید شریف جرجانی کا وہ عقیدہ نہیں جو سید صاحب نے نقل کیا ہے اور نہ ہی علامہ موصوف کا عقیدہ شیعہ اور اکثر متاخرین معتزلہ والا ہے بلکہ ان کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کا ہے علامہ موصوف اسی عقیدہ کے پیروکار اور تابع عقیدت ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور جمہور امت کا ہے،،

علامہ جرجانی نے آخر میں فرمایا :"**وتفويض ما هو الحق فيه الى الله** "" ہمیں اسلاف کی پیروی کرنی چاہی اور فی الواقع جو حق ہے وہ اللہ کے سپرد کرنا چاہیے یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلاف کی پیروی اور اتباع ہی عقیدہ صحیحہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اسلاف کا عقیدہ بلا دلیل نہیں،، علامہ نے آمدی کا قول نقل فرمایا: **وقد يراد بالتفضيل اختصاص احد الشيخين عن الاخر اما باصل فضيلة لا وجودلها فى الاخر ،كالعالم والجاهل**"

ترجمہ: آمدی نے کہا بعض اوقات فضیلت سے مراد ایک شخص کا خاصہ ہوتا ہے جو دوسرے شخص میں

نہیں پایا جاتا جیسے علم عالم کیلئے اور جہالت جاہل کیلئے خاصہ ہیں، جاہل خاصہ علم سے محروم ہے اور عالم وصف جہالت سے پاک ہے اسی لئے عالم جاہل سے افضل ہے،، آمدی کے اس کلیہ کی روشنی میں بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، مسلم اور بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے کے درمیان تو اس بندے نے جو کچھ خدا کے پاس تھا اس کو اختیار کیا ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روئے اور عرض کیا ہمارے آباء وامہات آپ پر قربان ہوں ہم لوگ اس بات پر حیران ہوئے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک ایسے بندے کے بارے میں خبر دی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے (تو ایسے میں رونے کی کیا بات تھی مگر واقعہ یہ تھا کہ وہ مخیّر بندہ رسول اللہ ﷺ خود تھے (اس معاملے کو بھانپ جانا ثابت کرتا ہے کہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بڑے عالم تھے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں،

"وکان ابوبکر اعلمنا" قال ابن کثیر کان ابوبکر الصدیق اقراء الصحابة ،ای اعلمهم بالقرآن لانه ﷺ قد مه اماماً للصلوة بالصحابة رضی الله عنهم مع قوله ،یؤم القوم اقرأهم لکتاب الله "ترجمہ: لوگوں کی امامت وہ شخص کرائے جو کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو،،

ترمذی شریف میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لاینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یومهم غیره" ترجمہ: "

جس قوم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں اس میں ان کے سوا کسی دوسرے کو امامت نہیں کرنی چاہیے،،

مندرجہ یہ تصریحات اس امر پر شواہد ہیں کہ جناب صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے ،صحابہ نے ان کے اعلم ہونے کا اعتراف کیا اور بیان بھی فرمایا اور اعلم ہونے کو آپ کی فضیلت منفردہ قرار دیا،، بلکہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر ابوبکر کی موجودگی میں کسی فرد صحابی کو امامت کا حق نہیں، آپ

کے اعلم الصحابہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے جو آپ کی افضلیت کی واضح دلیل ہے۔

آمدی نے اسی افضلیت کے متعلق تحریر کیا: "واما بزیادۃ فیھا ککونہ اعلم مثلاً

آمدی نے پانسہ پلٹتے ہوئے پھر کہا "ذالک ایضاً غیر مقطوع بہ فیما بین الصحابۃ اذ ما من فضیلۃ تبین اختصاصھا بواحدمن منھم الا ویمکن بیان مشارکۃ غیرہ لہ فیھا وبتقد یر عدم المشارکۃ فقد یمکن بیان اختصاص الآخر لفضیلۃ اخری ولا سبیل الی الترجیح بکثرۃ الفضائل لاحتمالہ ان تکون الفضیلۃ الواحد ارجح من فضائل کثیرۃ اما لزیادۃ شرفھا فی نفسھا اوزیادۃ کمیتھا فلا جزم بالا فضلیۃ بھذا المعنی ایضاً" (شرح مواقف : ۴۰۵، جز ۸)

ترجمہ : دوسروں سے اعلم ہونا فضیلت قطعی نہیں کیونکہ جس بھی کسی صحابی میں کوئی فضیلت خاصہ پائی گئی ہے تو دوسرا کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اس میں شریک ہوگا،، اور اگر شرکت نہ پائی گئی تو دوسرا صحابی بھی کسی اور فضیلت خاصہ سے متصف ہوگا (پھر بھی افضلیت خاصہ نہ رہے گی) لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کثرت فضائل دلیل افضلیت نہیں کیونکہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ فضیلت واحدہ فضائل کثیرہ پر حاوی اور غالب ہو،، لہٰذا کثرت فضائل کو بھی دلیل افضلیت قرار نہیں دیا جا سکتا"

افضلیت کے عنوان میں علامہ آمدی کی تقریر اور توضیح سے معلوم ہوا کہ کثرت ثواب کے عوامل اور کثرت فضائل کی حاملیّت اور اتصاف افضلیت کا موجب اور سبب نہیں، کیونکہ یہ تمام امور مفید ظن ہیں اور افضلیت کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔

(۲) تقریر آمدی سے واضح اور ثابت ہوا کہ ایک فضیلت اپنی کمیت اور عظمت کے اعتبار سے فضائل کثیرہ پر حاوی اور غالب ہوتی ہے آیئے دیکھیں کہ جب صحابہ، تابعین، تبع تابعین، نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ ساری امت میں حضرت ابوبکر صدیق افضل ہیں، تو ان کے اجماع کی بنیاد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کون سی فضیلت ہے جو تمام فضائل کثیرہ پر حاوی، غالب اور انفرادی حیثیت کی حامل ہے ملاحظہ ہو! سفر ہجرت اور غار حراء کے حوالے سے عطا ہونے والی وہ فضیلت ہے جس کا کوئی

نعم البدل نہیں اور اس فضیلت عظمٰی میں کوئی صحابی شریک اور مماثل نہیں اور پھر نماز میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بحیثیت امام تقرر فرمانا اور رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا اعزاز وہ بلند پایہ فضیلت ہے جو صرف جناب صدیق اکبر کو ہی ارزاں ہوئی ہے، جناب عمر جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی یہ اعزاز نہیں بخشا گیا،، جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر پر جب تاج نیابت و امامت رکھا گیا تو حضرت عمر ،حضرت علی رضی اللہ عنہما انصار و مہاجرین کے تمام عظیم المرتبت صحابہ موجود تھے، انہی مذکورہ بالا فضائل عظیمہ کو حضرت عمر، حضرت علی رضی اللہ عنہما نے دلیل افضلیت اور اختصاص خلافت کے طور پر صحابہ کے سامنے پیش فرمایا تھا،، اگر یہ فضائل اپنی نوعیت، حیثیت اور کمیت میں تمام فضائل پر حاوی اور غالب نہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی موجودگی میں مصلائے امامت پر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایستادہ کیوں فرماتے؟ بلکہ سب سے بڑھ کر یہ کہ خود ابوبکر صدیق کی اقتداء اور امامت میں نماز کیوں ادا فرماتے؟ ابوبکر صدیق کی اقتداء میں نما ادا فرمانے کا مقصد ان فضائل علیاء کو چار چاند لگانا تھا جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ اقدس سے آپ کو بطور خاص عنایت ہوئے تھے،،

علامہ سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''المقصد الرابع: الامام بعد رسول الله ﷺ الامام الحق بعد رسول الله ﷺ وهو عند نا ابوبكر وعند الشيعة علی رضی الله عنه لنا وجهان: الاوّل ان الطريقه (اما النص او الاجماع) بابيعة اما النص فلم يوجد واما الاجماع فلم يوجد عل غير ابی بكر اتفاقاً من الامة، (الثانی: الاجماع منعقد علی حقية امامة احد الثلاثة ابی بكر وعلی وعباس ثم انهما لم ينازعا ابابكر ولولم يكن علی الحق لنا زعاه كما نازع علی معاوية '' (شرح المواقف جز: ۸، ص: ۳۸۵) ترجمہ: ''چوتھا مقصد اس مسئلہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام حق کون ہے؟ اہل سنت و جماعت کے نزدیک امام حق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور شیعہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق کے

امام حق ہونے کی دو وجہیں ہیں (۱) آپ کی امامت حقہ پر کوئی نص وارد ہوئی یا تمام صحابہ نے بالاجماع آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو امام تسلیم کیا ہو، نص کوئی موجود نہ تھی لیکن حضرت ابوبکر صدیق کے علاوہ کسی صحابی پر امت کا اجماع اور اتفاق نہیں ہوا، دوسری وجہ یہ ہے کہ تین صحابہ پر اجماع ہوا کہ خلافت کے حقدار یہ تین ہیں (۱) ابوبکر صدیق، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم لیکن جناب علی المرتضی اور عباس رضی اللہ عنہما نے خلافت کے مسئلہ میں حضرت ابوبکر صدیق سے جھگڑا نہیں کیا، اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے حقدار، اور امام حق نہ ہوتے تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نزاع کرتے جسطرح خلافت کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استحقاق کی بنیاد پر جناب امیر معاویہ سے نزاع کیا تھا،،

علامہ سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ نے فرمایا ''اما النص فلم یوجد؟،، نص نہیں پائی گئی، یعنی ایسی کوئی نص موجود نہیں تھی جس سے یہ استدلال کیا جاتا کہ خلافت کے حقدار ابوبکر صدیق ہیں۔

لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ میں فرمایا ہے: ''وقیل نص علی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقال الحسن البصری ،نصا خفیا وھو تقدیمہ ایاہ فی الصلوۃ وقال بعض اصحاب الحدیث نصا جلیا وھو ماروی انہ علیہ السلام قال ائتونی بدواۃ ،وقرطاس اکتب لابی بکر کتابا لا یختلف فیہ اثنان ثم قال یأبی اللہ تعالیٰ والمسلمون الا ابابکر ''(حاشیہ : ۳۸۵) ترجمہ: کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی امامت حقہ پر نص موجود ہے، خواجہ الحسن البصری رحمہ اللہ نے فرمایا امامت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نص خفی موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو نماز میں مقدم کیا گیا، اور بعض محدثین کا فرمان ہے کہ نص جلی موجود ہے اور وہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ دوات اور کاغذ میرے پاس لاؤ میں ابوبکر کو تحریر لکھ دوں تا کہ دوسرا کوئی اس میں اختلاف نہ کرے پھر خود ہی فرمایا، اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان ابوبکر کے علاوہ ہر کسی کی امامت کا انکار کرتے ہیں۔

شرح المواقف اور حاشیہ شرح مواقف سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امام برحق، خلیفہ حق

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہی آپ کے بعد افضل الصحابہ اور افضل الامت ہیں۔
جیسا کہ علامہ سید سند شریف جرجانی رحمہ اللہ نے المقصد الخامس میں فرمایا: "افضل الناس بعد رسول الله ﷺ هو عند نا واكثر قد مآء المعتزلة ابوبكر رضى الله عنه وعند الشيعة واكثر متاخرى المعتزلة على "(شرح المواقف :جلد:٨:ص:٣٩٧)

ترجمہ: اہل سنت و جماعت اور متقدمین معتزلہ کی اکثریت کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق افضل الامت ہیں۔

شیعہ اور متاخرین معتزلہ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ ہیں، تفضیل ابوبکر صدیق کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے، جبکہ تفضیل علی رضی اللہ عن کا عقیدہ شیعہ اور متاخرین معتزلہ کا ہے مقام غور ہے سید صاحب کے ہاتھوں اس کی تشہیر اور تبلیغ کیوں ہوئی؟ اور زبدۃ نے چارصد صفحات تک اپنی ضخامت کیوں بڑھائی؟

باعث حیرت یہ امر ہے کہ سید سند شریف جرجانی کے تجزیہ دلائل کو سید صاحب نے علامہ جرجانی کا نتیجہ تحقیق اور ذاتی عقیدہ سمجھ لیا ہے علامہ کا واضح اصل عقیدہ نقل نہ کر کے بے اصولی اور خیانت کے سائے میں اصول استشہاد کو پامال کیا ہے، جبکہ علامہ جرجانی رحمہ اللہ نے دس دلائل قطعیہ سمعیہ سے افضلیت ابوبکر صدیق پر استدلال فرمایا ہے جن میں سورہ واللیل کی آیت نمبر ۱۸، "وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى" سرفہرست ہے فرمایا: "قال اكثر المفسرون وقد اعتمد عليه العلماء انها نزلت فى ابى بكر فهو اتقى ومن هو اتقى فهو اكرم عند الله لقوله تعالىٰ ان اكرمكم عند الله اتقاكم "(الحجرات : ۱۳)وهواي الاكرم عند الله هو الافضل ممن عداه من الامة " اکثر مفسرین کا قول ہے اور اسی پر علمائے امت نے اعتماد کیا ہے بے شک یہ سورہ/آیت ابوبکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے پس وہی اتقی ہیں (سب سے بڑے پرہیز گار) اور وہی اللہ کے نزدیک اکرم ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک وہی اکرم ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور وہی سب سے

افضل ہے نتیجہ یہ نکلا کہ ابوبکر صدیق ساری امت سے افضل ہین کیونکہ وہی اتقی اور وہی اکرم ہیں پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وما لاحد عنده من نعمة تجزی '(والليل : ١٩) اس پر کسی کے احسان کا بدلہ چکانا نہیں، علامہ فرماتے ہیں:"یصرفه عن الحمل علی علی اذ عنده نعمة التربية ،فان النبی ربی علیا وهی نعمة تجزی واذلم یحمل علیه تعین ابوبکر بالاجماع علی ان ذالک الاتقی هو احد لا غیر "اس آیہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر حمل نہیں کیا جا سکتا ان پر احسان تربیت موجود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان کی تربیت فرمائی تھی، پرورش کا احسان ان پر موجود ہے جب اس آیہء کریمہ کا حمل راطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نہ ہوا تو یہ متعین ہو گیا کہ اس آیت کا محمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اتقی دونوں نہیں ہو سکتے صرف ایک ہی ہوگا اور وہ صرف جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور وہی افضل الامت ہیں۔

پھر فرمایا:"الثانی قوله علیه السلام اقتدوا بالذين من بعدی ابی بکر وعمر عمم الامر ،بالا قتداء فیدخل فی الخطاب علی وهو یشعربالا فضلية اذلا یؤمر الافضل ولا المساوی بالا قتداء سيما عندهم اذلا یجوز ون امامة المفضول اصلاً"

دوسری دلیل افضلیت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے میرے بعد تم نے جن کی اقتداء کرنی ہے وہ ابوبکر اور عمر ہیں (رضی اللہ عنہما) رسول اللہ ﷺ نے اقتداء کے معاملہ کو عام رکھا، کسی صحابی یا صحابہ کے گروہ کو مخصوص نہیں فرمایا، حکم اقتداء میں جناب علی المرتضیٰ بھی داخل ہیں، اقتدوا میں خطاب ان کو بھی ہے ان کو بھی مخاطب کیا جانا ثابت کرتا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں کیونکہ افضل کو مفضول کی اقتداء کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا، اور نہ ہی مساوی شخص کو پابند عمل کیا جاتا ہے بالخصوص فقہاء اور علماء کے نزدیک افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے نہ اقتداء، پھر فرمایا:"الثالث قوله علیه السلام لابی الدرداء "والله ماطلعت شمس ولا غربت بعد النبيين والمرسلين علی رجل افضل من ابی بکر " ترجمہ: تیسری

دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد پاک ہے جو آپ نے ابی الدرداء سے فرمایا تھا کہ: خدا کی قسم سورج انبیاء اور مرسلین کے بعد طلوع ہوا نہ غروب جو ابو بکر صدیق سے افضل ہو۔

اور چوتھی دلیل نقل فرمائی کہ : قوله عليه السلام لابی بکر وعمر :هماسيد ا كهول اهل الجنة ماخلا النبيين والمرسلين "رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہے جو آپ نے ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر اور عمر تمام جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔

پانچویں دلیل نقل فرمائی: "ما ينبغى لقوم فيهم ابوبكر ان يتقدم عليه غيره "کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذی شان ہے، جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں ان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کو پیچھے کریں اور ان میں سے کوئی فرد آگے ہو جائے۔

چھٹی دلیل نقل فرمائی: "تقديمه فى الصلوة مع انها افضل العبادات "آپ رضی اللہ عنہ کا نماز میں مقدم کیا جانا (امام بنایا جانا) دلیل افضلیت ہے کیونکہ نماز افضل العبادات ہے،، پھر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے "يأبى الله ورسوله الا ابابكر "ابوبکر کے علاوہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی دوسرے کی امامت کا انکار کرتے ہیں۔

ساتوں دلیل نقل فرمائی : "خير امتى ابوبكر ثم عمر "میری امت کا سب سے افضل انسان ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں۔ (رضی اللہ عنہما)

آٹھویں دلیل نقل فرمائی: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :لو كنت متخذ ا خليلا دون ربى لا تخذت ابابكر خليلا ولكن هو شريكى فى دينى ،وصاحبى الذى اوجبت له صحبتى فى الغار وخليفتى فى امتى ،:ترجمہ: اللہ جو میرا پروردگار ہے اس کے علاوہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن وہ میرے دینی امور میں میرے شریک کار ہیں اور میرا ایسا ساتھی ہے جس کی مصاحبت غار میں واجب کردی گئی ہے اور وہ میری پوری امت میں میرا خلیفہ ہے۔

نانویں دلیل نقل فرمائی: رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر ہوا تو آپ

(ﷺ) نے فرمایا:"واین مثل ابی بکر کذبنی النا س وصدقنی وآمن بی وزوجنی ابنته وجهزنی بما له وواسانی بنفسه وجاهدمعی ساعة الخوف "ترجمہ: ابوبکرجیسا کون ہوسکتا ہے اعلان نبوت کے مسئلہ میں لوگوں نے میری تصدیق نہیں کی جبکہ ابوبکر نے تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے، اپنی بیٹی میرے عقدزوجیت میں دی، میری مالی بھرپور معاونت کی اور اپنی جان کو نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا، کفارومشرکین کے ڈراور خوف کے منڈلاتے ہوئے سایوں میں کمربستہ جہادرہے،،

دسویں دلیل نقل فرمائی :قول علی رضی الله عنه :خیر الناس بعد النبیین ابوبکر ،ثم عمر ثم الله اعلم " ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کاارشادعالی ہے انبیاء کرام کے بعدافضل ترین انسان ابوبکر ہیں، اور پھر عمر ہیں ان کے بعدکون افضل ہے، اللہ بہتر جانتا ہے" (الدلائل مذکورہ کلہامن شرح المواقف لعلامہ الجرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ: جلد:۸:ص:۳۹۷،الی:۳۹۹) دلائل مذکورہ بالا سے علامہ جرجانی نے افضلیت ابوکرصدیق رضی اللہ عنہ کو ثابت کیا ہے جس سے واضح ہوا کہ سید صاحب نے شرح مواقف کی جوعبارت نقل کی ہے وہ تجزیہ دلائل ہے، علامہ کاعقیدہ نہیں، عقیدہ کا بیان اگلی "لکنا والی" عبارت سے شروع ہوتا ہے، جس کوسید صاحب نے اس لئے نقل نہیں کیا کہ وہ ان کے موقف کے خلاف ہے۔

الاتقی صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں نفیس علمی بحث

اہل سنت وجماعت افضلیت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ پر جونصوص قرآنیہ پیش کرتے ہیں ان میں سورۂ واللیل کی یہ آیات مقدسہ بھی ہیں: ﴿سیجنبها الاتقی ☆الذی یوتی ماله یتزکی☆ وما لاحد عنده من نعمة تجزی☆الا ابتغاء وجه ربه الا علی ☆ولسوف یرضی☆﴾ ترجمہ: دوررکھاجائیگااس سے جونہایت ہی پرہیزگار رہے جواپنامال دیتا ہے دل کوپاک کرنے کیلئے اس پرکسی کاکوئی احسان نہیں، جس کابدلہ اسے دیناہو، بجزاس کے کہ وہ پروردگار کی خوشنودی کاطلبگار ہے وہ ضروراس سے خوش ہوجائے گا،، (زبدۃ:۳۵٦)

ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ: ﴿الاتقی ای المتقی الخائف﴾

ترجمہ: الاتقی اس بلند پایہ پرہیز گار کو کہا جاتا ہے جو ہر لحہ اللہ سے ڈرتا رہے،، ثابت ہوا اتقی کا معنی صرف متقی نہیں، بلکہ وہ بلند مقام متقی ہے جو ہر وقت اللہ کے خوف میں مبتلا رہے اور یہ معیار صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارزاں ہوا ہے دوسرا کوئی اس میں شریک اور مماثل نہیں،،

جرالامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

﴿هو ابوبکر رضی الله عنه یزحزح عن دخول النار﴾ الاتقی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جنہیں دخول نار سے دور رکھا جائے گا،،

سید صاحب نے لکھا'' لیجیے سب سے پہلی آیت جو اس باب میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے

: ﴿سیجنبها الاتقی ،الخ،،

سید صاحب نے صرف ایک ہی پہلی آیت ''سیجنبها الاتقی '' کو دلیل افضلیت سمجھ کر اس کی تردید کی ہے جبکہ سورۂ واللیل پوری سورۃ شان ابوبکر میں نازل ہوئی ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا

﴿''والا کثر ان السورة نزلت فی ابی بکر رضی الله عنه وروی ذالک عن ابن مسعود ،وابن عباس وعبد الله بن زبیر وغیرهم﴾

اکثر مفسرین یہی فرماتے ہیں کہ یہ سورۂ ابوبکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ اجلہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے،، مقام غور ہے کہ سید صاحب نے،، زبدۃ: ۳۵۵،، پر پوری سورۂ واللیل لکھی ہے مگر افضلیت ابوبکر صدیق کیلئے صرف آیت'''' وسیجنبها الاتقی '' کو قرار دیا اور پھر بعد میں اس کی بھی نفی کر دی جبکہ امام قرطبی نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانی بتایا کہ پوری سورۃ ابوبکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے پھر مفسر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی لئے اکثر مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے اس روش

سے سید صاحب کی کوتاہ فکری اور کوتاہ نظری کا پتہ چلتا ہے کہ سورۂ مبارکہ میں منزل من اللہ اوصاف یکتائی ابو بکر صدیق کو دینے کیلئے تیار نہیں۔

مفسر ابی جعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سیجنبها الاتقی '' الایات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی الله عنه واعلم ان الشيعة باسرهم ينكرون هذه الرواية ويقولون انها نزلت فی حق علی بن ابی طالب علیه السلام﴾

ہم اہل سنت و جماعت کے تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ الاتقی سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ،تم جان لو کہ شیعہ سارے کے سارے اس روایت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت ☆سیجنبها الاتقی ☆ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے،

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ﴿وهذه الايات علی ما سمعت نزلت فی ابی بکر رضی الله تعالی عنه﴾ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی یہی نقل فرمایا ہے، ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت کے مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اگر اکثر مفسرین والا قول لیا جائے تو بھی ارجح ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس ،حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے،،صرف شیعہ اس روایت سے انکار اور انحراف کرتے ہیں ،سید صاحب نے بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے الاتقی کے معنی ،اطلاق اور مصداق کو سلب کرنے اور ان سے نفی کرنیکی پوری علمی طاقت صرف کی ہے،،لیکن مذکورہ بالا جلیل القدر صحابہ کی روایت اور عظیم المرتبت مفسرین کی تصریحات سے واضح اور ثابت ہو چکا ہے کہ ''الاتقی'' صدیق اکبر ہیں اور بعد کی آیات بینات شان ابو بکر میں نازل ہوئی ہیں،،سید صاحب نے حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کے قول کہ: جو صفات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں وہ سبھی صحابہ کرام میں پائی جاتی تھیں ،(ان کی اعلیٰ ترین مثال حضرت

ابوبکر صدیق میں ملتی تھی) سے معارضہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر پیر صاحب کا یہ کلام کہ سبھی صحابہ توان اوصاف سے متصف تھے ،مگران صفات کی علو اور رفعت پر براجمان ہونے والے فقط ابوبکر صدیق تھے ،، میں افضلیت ابوبکر صدیق واضح ہے جس کو (ان کی عظیم ترین مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ملتی تھی) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے لہٰذا پیر صاحب رحمہ اللہ کا قول معارضہ کہلانے کی سکت نہیں رکھتا بلکہ یہ قول عقیدۂ اہل سنت کا ترجمان ہے ،یعنی آیات میں بیان کئے گئے اوصاف کے مدلول اول اور مصداق حقیقی اور اعلیٰ مثال جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں دوسرا کوئی بھی فرد ان اوصاف کے اطلاق ،اور اتصاف میں آپ کا ہمسر اور ہم پلہ نہیں ،ان اوصاف کے حوالے سے سب سے اعلیٰ ہیں ، یہی معنی افضلیت کا ہے ۔

سید صاحب نے لکھا کہ اس جملے سے (ان کی اعلیٰ ترین مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ملتی تھی) انہوں نے جمہور علمائے اہل سنت کی طرف اشارہ فرمایا ہے مگر یہ ان کا حسن عقیدت ہے جیسا کہ میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں مگر آیات مذکورہ بالا میں اس کا کوئی محل استشہاد نہیں ،(زبدۃ ،۳۵۶)

سید صاحب کا یہ کلام مندرجہ ذیل امور کو ثابت کرتا ہے :

ا: کہ آیت مذکورہ بالا میں حضرت ابوبکر کے اوصاف الاتقی ہونے کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں وہی الاتقی ہیں اور یہ مذہب جمہور ہے جس کو پیر کرم شاہ الازہری نے اختیار فرمایا اور نقل کیا ہے سید صاحب نے اس مذہب کے نقل کرنے اور اظہار حق فرمانے پر پیر صاحب کو حسن عقیدت کا تمغہ دیا ہے ،حسن عقیدت کیا ہے؟ یہی ہے کہ انہوں نے جمہور علمائے اہل سنت کے قول کو حق اور سچ جان کر اسکی اتباع کی ہے اور یہ باور کرایا ہے کہ ان آیات بینات میں بیان کئے گئے اوصاف کی عملی صورت اور بلند ترین مثال جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو زہد وتقوی ،صرف مال وجان کی حدوں کو پھلانگ کر الاتقی کی آخری منازل کی بیکراں رفعتوں کو سمیٹ رہے ہیں پھر سید صاحب نے کہا کہ مین بھی یہی رائے رکھتا ہوں ،، اس کا مقصد یہ ہے کہ جمہوری رائے سے وہ متفق ہیں اسے تسلیم کرتے ہیں اگر تسلیم کرتے ہیں تو پھر دائیں بائیں کے تانے بانے جوڑ کر جمہور اور پیر صاحب کے

خلاف محاذ آرائی کیوں کرتے ہیں؟ اصول وقواعد کی متضاد تعبیرات سے مسلح ہوکر قول جمہور کونشانہ بنا کر اعلیٰ ترین مثال تقوی اور ایثار جناب صدیق اکبر سے خداداد منصب الاتقی کر چھیننے کے در پے کیوں ہیں؟ اور پھر یہ اعلان کرتے ہین کہ میری رائے بھی یہی ہے پھر کہتے ہیں مگر آیات بینات صدیق اکبر کے اعلیٰ ترین مثال ہونے پر دلالت نہیں کرتیں، بالفرض اگر آیات بینات سے جناب صدیق اکبر کے اعلیٰ ترین مثال ہونے سے شہادت میسر نہیں تو رائے جمہور سے اتفاق کرنے کا مقصد ؟اگر رائے جمہور ہی سید صاحب کی رائے ہے تو بانگ دہل جمہور کی مخالفت، اور صیغہ ءاسم تفضیل معہ الف ولام میں پوری قوت ودانش سے وسیع پیمانے پر توڑ پھوڑ کیوں؟

اب رہا سوال یہ کہ آیات بینات افضلیت ابوبکر (اعلیٰ ترین مثال) پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں؟ آیئے دیکھیں.................. چنانچہ امام قرطبی نے نقل فرمایا کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ سورہ واللیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے یہ عبادلہ ثلثہ نزول قرآن، معانی وتفاسیر قرآن کی سند تسلیم کئے گئے ہیں، خلفائے اربعہ کے بعد علوم قرآن، فقہ اور اجتہاد میں تمام صحابہ میں یکتا اور منفرد مقام کے حامل ہیں، ان کا متفقہ قول ہے کہ پوری سورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اگر یہ سورۃ اور یہ آیات محل استشہاد نہیں تو ان جلیل القدر عبادلہ ثلثہ اور دیگر صحابہ نے شان نزول کی بنیاد پر افضلیت ابوبکر صدیق پر کیسے استدلال فرمایا: اگر آیات بینات میں بیان کئے گئے اوصاف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متصف نہ ہوتے ،اور یہ آیات ابوبکر صدیق کے الاتقی ہونے پر محل استشہاد نہ ہوتیں تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ کیوں فرماتے ﴿ثم وصف الاتقی فقال الذی یؤتی ماله یتزکی ،الخ(القرطبی)﴾ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے الاتقی کی صفت الذی یؤتی ماله یتزکی ذکر فرمائی ہے مفسر ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے فرمایا: وسیجنبها الاتقی الآیات، حضرت ابوبکر کی شان میں نازل ہوئی ہیں ،ثابت ہوا الاتقی سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، لفظ الاتقی موصوف ہے اور بعد کی آیات

لفظاً اور معناً اسکی صفات ہیں اگر یہ آیات بینات ذات صدیق جو الاتقی کی صفت افضلیت سے موصوف ہے محل استشہاد نہ ہوتیں تو الاتقی اور ان کے درمیان ترکیب توصیفی کا رشتہ کیوں قائم ہوتا؟

جب یہ امر مسلمہ ہے کہ سورۂ واللیل شان ابوبکر میں نازل ہوئی ہے تو یہ ماننا پڑیگا نزول سورت نے ابوبکر صدیق کی ذات اور فعل کو افضلیت خاصہ سے متصف کر دیا ہے جس میں دوسرا کوئی فرد شریک نہیں کیونکہ شان نزول کا مقصد شخص اور واقعہ کے اختصاص اور انفرادیت کو بیان کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے ذات صدیق کی افضلیت کو بصیغہ ءاسم تفضیل (الاتقی) اور ان کے عمل مخصوص اور نیت خالصہ کو بعد کی آیات میں بیان فرمایا ہے ان آیات قرآنیہ سے بڑھ کر افضلیت ابوبکر صدیق کیلئے اور محل استشہاد کیا ہوسکتا ہے؟ آیات بینات کے محل استشہاد نہ ہونے پر سید صاحب نے دلیل یہ پیش کی کہ: الاتقی میں جو صیغہ ءاسم تفضیل کا ہے جس میں جملہ صحابہ کرام شریک ہیں کسی ایک کیلئے کوئی وجہ ءترجیح نہیں ملتی جواباً کہا جائے گا کہ یہ دلیل کس قدر بھونڈی اور دور از علم ہے عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ پوری سورت ابوبکر صدیق کی شان میں نازل ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''الاتقی ھو ابوبکر رضی اللہ عنہ'' امام قرطبی بعد والی آیات کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفات بتاتے ہیں جب یہ سب حقائق صحابہ کی زبانی ثابت ہیں تو الاتقی صیغہ ءاسم تفضیل واحد مذکر میں جملہ صحابہ کرام کیسے آگئے؟ کیا اصول وقواعد کی دنیا میں واحد کا صیغہ جمع پر بولا جاسکتا ہے؟ سید صاحب کا یہ کہنا کہ الاتقی سے جملہ صحابہ کرام مراد ہوں گے کیونکہ سارے ان ہی اوصاف سے متصف تھے، سو اس بحث سے حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت ثابت ہوتی ہے افضلیت ثابت نہیں ہوتی غلط ہے کیونکہ جمہور مفسرین، اور عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم نے سورۃ کے نزول، اور سورۃ کے مفہوم کو ابوبکر صدیق کے لئے مختص فرمایا ہے اور پیر کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ کے کلام سے بھی یہی ثابت اور واضح ہے عبادلہ ثلثہ جمہور مفسرین، بشمول علامہ الازہری رحمہم اللہ بالخصوص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال صریحہ کہ (الاتقی صرف ابوبکر صدیق ہیں) کے مقابل سید صاحب کی توجیہ اور رائے مردود ہے ،، قابل توجہ ہی نہیں ،،

(۲) سید صاحب کا کلام تضاد پر مبنی ہے کیونکہ سید صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ الاتقی صیغہ اسم تفضیل کا ہے، لیکن واحد مذکر ہے الذی اسم موصول واحد مذکر ہے یؤتی، یتزکی، تجزی، یرضی، صیغہائے مضارع بھی مذکر واحد کیلئے ہیں، ان میں ھو ضمیر مرفوع متصل مستتر عائد ہے الذی اسم موصول کیطرف اسم موصول اپنی عائد کے توسل اور جملہ فعلیہ کے صلہ واقع ہونے سے الاتقی، اسم تفضیل واحد مذکر کی صفت واقع ہو رہا ہے پھر ضمائر مجرورات متصلہ بھی واحد مذکر ہیں اور الاتقی کی طرف راجع ہین، جن کی لفظی اور معنوی تاثیر وحدت شخصی پر دلیل قاطع ہے، جب یہ تمام قرائن لفظیہ اور معنویہ شخص واحد (صدیق اکبر) کے گرد گھومتے ہیں تو جملہ صحابہ کی شرکت کا جواز اور تصور کیسے درست ہے؟ بقول سید صاحب اگر باعتبار صیغہ اور بلحاظ معنی اسم تفضیل، جملہ صحابہ کو اس کا موصوف، مدلول، اور مصداق تسلیم کرلیا جائے تو لازم آئے گا کہ ایک لفظ ایک کلمہ دو متضاد اور دو متبائن معانی پر دلالت کر رہا ہے یہ باطل ہے کیونکہ ایک لفظ، ایک کلمہ کی دلالت معنی کے ترادف اور اشتراک پر واقع ہو سکتی ہے مگر تضاد معنی پر محال عادی اور محال اصطلاحی ہے اور دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ وضع ایک ہو اور موضوع لہ متبائن ہوں یہ بھی محال اصطلاحی ہے وضع خاص اور موضوع لہ عام تو ہو سکتا ہے مگر وضع خاص اور موضوع لہ متبائن نہیں ہو سکتے۔

لہٰذا سید صاحب کا قول غلط ہے،، اندریں حالات ماننا پڑیگا کہ الاتقی کا موصوف، مدلول اور مصداق شخص واحد ہے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہین، دوسرا کوئی فرد صحابی اس میں شریک نہیں۔

(۳) ابن حاجب نے فرمایا: وھو افعل، اسم تفضیل افعل کے وزن پر ہے ملا جامی نے فرمایا: ''ای اسم التفضیل من حیث صیغة افعل للمذکر وفعلٰی للمونث وان کان بحیث الاصل''

ترجمہ: اسم تفضیل مذکر کیلئے بحیثیت صیغہ افعل ہے اور مونث کیلئے فُعلٰی ہے اگرچہ ظاہراً یہ وزن ہو یا اصل مین ہو، یعنی واحد مذکر کیلئے اسم تفضیل کا صیغہ افعل اور واحد مونث کیلئے فُعلٰی کے وزن پر آتا ہے، یعنی یہ وزن حقیقتاً ہو یا حکماً پھر فرمایا ''فلا بد من المطابقة ''اس کی تفسیر میں ملا جامی نے فرمایا: 'ای مطابقة اسم التفضیل لموصوفه وتثنیة وجمعاً وتذکیراً تثنیته اوتانیثاً للزوم

مطابقة الصفة لموصوفها"

ترجمہ: اسم تفضیل کے صیغے اور اس کے موصوف میں مطابقت ضروری ہے یعنی اسم تفضیل کا صیغہ موصوف کے مطابق ہوگا، موصوف اگر واحد ہوتو واحد تثنیہ ہوتو تثنیہ جمع ہوتو جمع مذکر ہوتو مذکر مونث ہوتو مونث ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موصوف کے مطابق صفت کا ہونا لازمی قانونی تقاضا ہے،، سورہ مقدسہ میں اتقی کا صیغہ اسم تفضیل برائے صفت واحد، مذکر ہے کیونکہ اس کے موصوف جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واحد مذکر ہیں، واحد مذکر کا اطلاق جس طرح جمع مذکر پر ممنوع ہے اسی طرح جمع مذکر کا اطلاق واحد مذکر پر محال قانونی اور اصطلاحی ہے لہٰذا اسم تفضیل واحد مذکر جس کے موصوف صرف صدیق اکبر ہیں، میں جملہ صحابہء کرام جو جمع مذکر ہیں کو شامل اور شریک کرنا اصول و قواعد سے بے بہرہ ہونیکی دلیل ہے۔

(۴) اسم تفضیل کی تعریف اور ماہیت من حیث ھی ھی کے لحاظ سے بھی اتقی میں جملہ صحابہ کرام کو شریک کرنا خطائے فاحش ہے وہ اس لئے کہ ابن حاجب نے اسم تفضیل کی تعریف میں فرمایا: "اسم التفضیل ما اشتق من فعل لموصوف بزيادة على غيره "ترجمہ: اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مصدر سے مشتق کیا جاتا ہے تاکہ وہ دلالت کرے کہ میرے موصوف میں معنی مصدری دوسرے / دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔

یعنی اسم تفضیل کی وضع کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ دوسرے افراد کی بہ نسبت اس کے موصوف میں معنی مصدری (وصف) زیادہ پایا جاتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسم تفضیل کا موصوف دوسروں سے افضل، اور دوسرے اس سے مفضول ہوتے ہیں۔ گویا اسم تفضیل اپنی ماہیت اور تعریف کے لحاظ سے دو قسم کے افراد کا تقاضا کرتا ہے۔ (۱) افضل (۲) مفضول

افضل اور مفضول کے درمیان نسبت تساوی نہیں بلکہ اضافی ہے افضل کیلئے مفضول کا ہونا ضروری ہے اور مفضول کیلئے افضل کا ہونا ضروری ہے افضل کا وجود، وجود مفضول پر موقوف ہے اور وجود مفضول وجود افضل پر موقوف ہے اتقی صیغہ اسم تفضیل ہے اس کے موصوف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

لہٰذا اتقی کا صیغہ وضعی اعتبار سے دیگر جملہ صحابہ پر ابوبکر صدیق کے زیادتی تقوی کو اور جملہ صحابہ کیلیۓ صرف تقوی کو ثابت کرتا ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلیۓ اتقی کا صیغہ اسم تفضیل تقوی کی زیادتی اور جملہ صحابہ کیلیۓ صرف تقوی کو ثابت کرتا ہے تو اتقی اسم تفضیل میں جملہ صحابہ کیسے شریک ہو گئے؟ اگر جملہ صحابہ کی شرکت تسلیم کرلی جائے تو خلاف وضع اور خلاف ماہیت لازم آئے گا جو غلط اور مردود ہے،،

(۵) متقی اور اتقی میں وضعی لحاظ سے نسبت عام خاص مطلق ہے جس میں مادۂ اجتماعی صرف ایک ہوتا ہے یعنی صرف ایک مقام پر ان کا اجتماع ممکن ہوتا ہے،، مثلاً یوں کہنا جائز اور ممکن ہے کہ ہر اتقی متقی ہے لیکن ہر متقی اتقی نہیں، اس ضابطے کے تحت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقی اور متقی دونوں ہیں، مگر جملہ صحابہ کرام اتقی اور متقی کی دونوں صفات سے بیک وقت متصف نہیں پس اتقی کے صیغہ اسم تفضیل میں جملہ صحابہ کرام کو شریک کرنا غلط ہے،، شریک ماننے سے نسبت تساوی متحقق ہو گی جبکہ ان کے درمیان نسبت عام خاص مطلق ہے،،

(٦) معقولات کی دنیا کے لوگ بھی سید صاحب کے مفروضے کو تسلیم نہیں کرتے،، ارباب معقول کا کلیہ ہے کہ جب ایک شی کو دوسری شی کے ساتھ تقابل اور تناسب مین لایا جائے تو وہاں تین مراتب ظہور پذیر ہوتے ہیں جنکی تبدیلی اور اختلاف سے شی کے احکام بھی بدل جاتے ہیں،، مثلاً جب انسان کا لحاظ من حیث ھوھو کے کیا جائے یعنی صرف اس کی ماہیت کا تصور کیا جائے تو یہ مرتبہ لابشرط شی کا ہے اور اگر کتابت یا کسی اور خاصے کے عدم کا لحاظ کیا جائے تو یہ بشرط لاشی کا مرتبہ ہے،،

اسی طرح جب تقوی کی ماہیت من حیث ھی ھی کا لحاظ کیا جائے بغیر اس تصور کے کہ کس میں زیادہ ہے اور کس میں کم ہے تو مرتبہ لابشرط شی کا ہے اور اگر تقوی کے ساتھ یہ بھی لحاظ کیا جائے کہ فلاں شخص میں تقوی زیادہ ہے اور وہ اتقی ہے تو یہ تقوی بشرط شی ہے، اور اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ فلاں شخص اتقی نہیں تو یہ مرتبہ بشرط لاشی کا ہے تقوی بشرط شی جس شخص کیلیۓ زیادہ ثابت کیا جائے، یا جس کسی شخص کیلیۓ زیادہ ثابت ہو اور اس کی وجہ سے اسکو اتقی کہا گیا ہو یہ مرکب ہے اور جن کیلیۓ صرف تقوی کا ثبوت ہو اور

اتقی کی نفی ہو یعنی (لا بشرط شی ہو) یہ بسیط ہے ،مرکب اور بسیط اپنے مفہومات عنوانیہ میں ایک دوسرے کے مغائر ہیں ایک دوسرے پران کا اطلاق اور حمل ممنوع ہے،، مقصد یہ ہے کہ الاتقی میں اتقی ملحوظ بشرط شی ہوکر مرکب ہے، جملہ صحابہ ملحوظ بشرط لاشی ہوکر (کہ اتقی نہیں) مفہوم بسیط ہے، شی بسیط کی مساوات بلحاظ وصف عنوانی شی مرکب کے ساتھ محال عقلی ہے،، مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں سید صاحب کا اتقی صیغہ اسم تفضیل میں جملہ صحابہ کوشریک کرنا ، مساوی ماننا غلط اور محال عقلی ہے اگر اتقی صیغہء اسم تفضیل معنوی طور پر ابوبکر صدیق کے حق میں آخری حدوں کو نہ چھوڑ رہا ہوتا تو یہ کہنا ممکن تھا کہ ابوبکر صاحب فضیلت ہیں صاحب افضلیت نہیں ، دیگر صحابہ کے مقابل زیادتی کی حدوں کو نہ چھوڑ رہا ہوتا تو یہ کہنا ممکن تھا کہ ابوبکر صاحب فضیلت ہین صاحب افضلیت نہیں ،، مگر الاتقی معرف بالام نے آپ کی افضلیت پر مہر قطعی ثبت فرمادی ہے۔

سید صاحب نے لکھا کہ: حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اتقان فی علوم القرآن ،جلد ،ا،ص:۳۱'' پر الاتقی پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے یہ آیات بالا جماع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ،اوران آیات میں آپ ہی کو اتقی کہا گیا ہے یہ ان کی دلیل افضلیت ہے اس جگہ انہوں نے سبب نزول کو وجہ اختصاص قرار دیا ہے جو کہ علمائے تفسیر کے نزدیک سخت محل کلام ہے،، (زبدۃ:۳۵۹)

جوابا کہا جائے گا کہ: حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے پہلے ایک کلیہ ذکر فرمایا ہے کہ اگر اس آیت سے کسی مدح یا ذم کی خبر دی گئی ہے تو بھی وہ اس خاص شخص معین اور اس کی مانند دیگر لوگوں کیلئے عام ہوگی ،یعنی اگر آیت کے شان نزول میں کسی شخص کی تعریف یا مذمت بیان کی گئی ہو شان نزول اس شخص تک محدود اور محصور نہ ہوگا بلکہ اس کا حکم عام ہوگا اوران اوصاف مدح وذم کے حامل افراد سب کیلئے ہوگا ،اس کلیے کے بعد تنبیہ کے عنوان میں فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگا جب لفظ میں کسی طرح (لفظی یا معنوی) کا عموم پایا جاتا ہو،،

اور اگر آیت کا نزول کسی شخص معین کے بارے میں ہو اور لفظ میں عموم بھی نہ پایا جائے تو اس کا انحصار

قطعی طور پر اسی شخص کے حق میں ہوگا،، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''سیجنبها الاتقی الذین یؤتی ماله یتزکی ''اس آیت کی بابت بالاجماع مانا گیا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں نازل ہوئی ہے اسی لئے امام رازی رحمہ اللہ نے ﴿ان اکرمکم عند الله اتقاکم ﴾ کے ساتھ ضم کرکے یہ دلیل قائم کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام آدمیوں سے برتر اور بہتر ہیں ،،لہٰذا جو شخص اس آیت کو مذکورہ بالا قاعدہ کے تحت لانے کی غرض سے یہ وہم کرے کہ اس کا حکم بھی ہر ایسے شخص کیلئے عام ہوگا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح اچھے اور نیک کام کرتا ہو تو یہ بات صحیح نہیں ہوسکتی ،، کیونکہ اس آیت میں سرے سے کوئی صیغہ عموم کا ہے ہی نہیں ،،(۱) الاف ولام سے عموم کا فائدہ اسی حالت میں حاصل ہوسکتا ہے جب کہ وہ کسی جمع (بعض نے مفرد بھی کہا ہے) موصولہ یا معرفہ ہو، (۲) یہ شرط بھی ہے کہ وہاں کسی قسم کا عہد (ذہنی، یا خارجی نہ پایا جاتا ہو)
الاتقی میں موصولہ اس لئے نہں ہوسکتا کہ باجماع اہل لغت افعل التفضیل کا وصل کیا جانا صحیح نہیں، (۳) پھر اتقی جمع کا صیغہ نہیں بلکہ مفرد ہے (۴) اور عہد بھی اس میں موجود ہے جس کے ساتھ افعل کا صیغہ تمیز اور قاطع مشارکت کا فائدہ دے رہا ہے ان وجاہات کی بناء پر معنی عموم باطل اور خصوص کا یقین کامل حاصل ہوتا ہے، اور اس آیت کے ابوبکر صدیق ہی کے حق میں نازل ہونے کا انحصار کیا جاسکتا ہے (الاتقان: ۶۷، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات)

مندرجہ بالا تفصیل معلوم ہوجانے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقی کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہونے پر فنی وجوہات، اور علمی دلائل ذکر کئے ہیں، فقط شان نزول کو دلیل نہیں ٹھہرایا بلکہ بتایا کہ باجماع مفسرین اہل سنت اتقی سے مراد فقط ابوبکر صدیق ہیں اور اس پر انحصار کی وجوہات مندرجہ بالا ہیں۔

سید صاحب کا یہ کہنا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے سبب نزول کو وجہء اختصاص قرار دیا ہے جو کہ علمائے تفسیر کے نزدیک سخت محل کلام ہے درست نہیں،، امام نے نحوی قوانین بتائے ہیں، شان نزول کے ساتھ ان قوانین کو بھی دلیل اختصاص ٹھہرایا ہے۔

سید صاحب نے لکھا شان نزول میں خصوص سبب مدار حکم نہیں ہوتا، بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے،،

جواباً کہا جائے گا کہ: یہ سورۃ جناب ابوبکر صدیق کی مدح میں نازل ہوئی ہے اس کا حکم ان صفات کے حامل شخص کی طرف متعدی نہیں ہوسکتا کیونکہ تعدی حکم کیلئے ضروری ہے کہ ابوبکر کی مذکورہ صفات سے متصف اور اتقی کا مدلول اور مصداق شخص خاص الخاص خارج میں پایا جائے / پائے جائیں اس طرح کے اوصاف کا حامل اور مصداق شخص اشخاص کا خارج میں پایا جانا محال شرعی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ﴿ماطلعت شمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر ﴾ حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث میں ہے ﴿لم یخلق اللہ بعدی احدا خیرا منہ ولا افضل ﴾ (الریاض النضرۃ: ج:۱:۱۳۶، ۱۳۷)

تعدی حکم کی علت اور وجہء خاص صفات ابوبکر صدیق سے متصف شخص کا خارج میں پایا جانا تھا جب ایسے شخص کا وجود محال شرعی ہے تو تعدی حکم بھی محال شرعی ہوگا، جب حکم کسی اور شخص کیلئے محال شرعی ہوا تو نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ سورۃ کا شان نزول اور اس میں بیان شدہ حکم کا اطلاق ذات صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے مخصوص اور محصور ہے۔ ☆وھو المراد☆

جملہ صحابہ کیلئے الاتقی کا اطلاق اور ثبوت معنی کا قول کرنا محال شرعی ہے۔

(۲) تعدی حکم الی الغیر لفظ عام کے ساتھ مشروط ہے، الاتقی لفظ عام نہیں ہے بلکہ خاص اور معرفہ ہے ،،اور اس کا موصوف بھی خاص اور معین ہے جو حکم عام کیلئے مانع ہے،، عبادلہ ثلثہ اور جلیل القدر مفسرین کے اقوال پہلے نقل ہو چکے ہیں۔

(۳) سید صاحب نے مشتق کے حکم پر مادہ اشتقاق کو علت حکم قرار دیا ہے درست ہے قال تسلیم ہے ،،اس قاعدے کی رو سے یجنبھا کا حکم الاتقی کیلئے تقوی کی وجہ سے ہے جو علت حکم ہے سوال یہ ہے کہ جس نوع جس معیار اور جس کیفیت کے تقوی سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ متصف ہیں،، ایسا تقوی سارے صحابہ میں پایا جاتا ہے؟ آیئے بحوالہ قرآن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھیں سورہ الزمر، آیت نمبر ۳۳، میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿والذی جاء بالصدق وصدق بہ

اولئک هم المتقون ﴾حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص سچ لایا اس سے مراد سرکار دو عالم ﷺ کی ذات بابرکات ہے اور جس نے سچائی کی تصدیق کی اس سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے (زبدۃ:۸۹) اور یہی لوگ پارسا ہیں،، آیہء مقدسہ میں ﴿اولئک هم المتقون ﴾ کی خبر ہے یا اولئک مبتدا، ھم المتقون جملہ ہو کر پھر اولئک کی خبر ہے اولئک ھم التقون کا جملہ حصر کا فائدہ دے رہا ہے کہ متقین صرف رسول اللہ ﷺ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ سارے صحابہ کرام تقوی کی صفت سے متصف ہیں یہ واضح تضاد ہے آیات قرآنیہ تضادات سے پاک ہیں۔

اس تضاد سے بچنے اور کلام الٰہی کو تضاد سے پاک رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے اس تقوی کو تسلیم کیا جائے اور ایمان لایا جائے جو بحیثیت نبی اور رسول ان کو زیبا ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے اس تقوی کو ثابت کیا جائے اور تسلیم کیا جائے جو بحیثیت افضل البشر بعد الانبیاء والمرسلین آپ کی شایان شان ہو جس طرح آپ رضی اللہ عنہ انبیاء اور مرسلین کے بعد افضل البشر ہیں اسی طرح آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد اتقی الصحابہ ہیں، آیہء مقدسہ کے دوسرے جملہ اولئک ھم المتقون میں قصر بھی ہے اور یہ قصر قلب، قصر افراد اور قصر تعیین بھی ہوسکتا ہے مخاطبین کے اذہان کو جنجوڑ کر تقوی کے عنوان میں مخصوص اور معین فرمایا گیا کہ بحیثیت نبی اور رسول تقوی کی عملی اور آخری صورت دیکھنی ہو تو میرے رسول کے تقوی کو دیکھو اور اگر بحیثیت صدیق اور رفیق اور افضل البشر بعد االانبیاء والمرسلین تقوی کی بلند ااور اعلیٰ ترین مثال دیکھنی ہو تو ابو بکر صدیق کے تقوی اور پرہیز گاری کو دیکھو، بزبان حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور تبصریح قرآن حکیم، رسول اللہ ﷺ کے تقوی کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقوی ہے جس کو ''سیجنبھا الاتقی کے الفاظ مین بیان فرمایا گیا ہے ماننا پڑیگا جس طرح بزم کہکشاں اور ستاروں کی انجمن میں بدر کامل یکتا اور بے ہمتا ہے اسی طرح قافلہ صحابیت کے سالار اعظم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو سر پر تاج اتقی سجائے منزل قرب کے جلال و جمال میں رواں دواں ہیں،، تقوی مادہ اشتقاق ہے اور الاتقی کیلئے علت حکم ہے لیکن علت (تقوی) کا ثبوت

تمام صحابہ کیلئے مساوات اور برابری کی بنیاد پر نہیں ،تو لامحالہ مشتق پر حکم بھی بطریق تساوی اور بصورت تواطوء نہیں ہوگا بلکہ ابوبکر صدیق کیلئے بلحاظ اتقی اور باقی سارے صحابہ کیلئے بلحاظ متقی ہوگا ،،اسی لئے امام قرطبی نے الاتقی کا معنی ای المتقی الخائف فرمایا ہے یعنی سارے صحابہ کرام متقی ہیں اور جناب صدیق اکبر المتقی الخائف ہیں ،،یعنی ہر لمحہ تقوی کا شعار بننے والی اور ہر آن خوف خدا سے سرشار ،،ہونے والی شخصیت الاتقی ہے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ،

سید صاحب نے امام جلال الدین کے نقل کردہ استشہاد کو ناکافی کہا اور اس پر اپنا تبصرہ یوں کیا کہ: کسی کے حق میں کوئی آیت نازل ہونا سبب تخصیص نہیں ہوتا جب تک کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو، (زبدة:٣٦٠)

جواباً کہا جائے گا کہ: فرمودات ،عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم کے مطابق پوری سورۃ کا نزول ابوبکر صدیق کے حق میں ہوا ہے اور مقصد نزول حضرت ابوبکر صدیق کی مدح ہے اگر مدح صدیق نہ ہوتی تو سیجنبھا کا حکم متعدی الی الغیر ہوتا آیات بینات کا مدح صدیق اکبر پر دلالت کرنا ،اور بطور خاص نازل ہونا ،اور بصیغہ اخص جناب صدیق اکبر کو موصوف بصفۃ خاصہ قرار دینا قرائن صارفہ ہیں جو حکم تجنب کو غیر کی طرف متعدی ہونے سے روکتے ہیں ،،

(۲) سیجنبھا الاتقی الایات کا سیاق وسباق قرینہ صارفہ ہے سباق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فاما من اعطی واتقی ''امام قرطبی نے فرمایا: ''قال ابن مسعود (رضی الله عنه) یعنی ابابکر رضی الله عنه وقاله عامة المفسرین ،(القرطبی) ''اس سے مراد اور دونوں افعال کے فاعل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ،،اور عام مفسرین کا یہی قول ہے ،امام قرطبی رحمہ اللہ نے شان نزول کے متعلق نقل فرمایا: ''فروی عن عامر بن عبد الله بن الزبیر قال کان ابوبکر یعتق علی الاسلام عجائز ونساء قال ،فقال له ابوه قحافة ای بنی لو انک اعتقت رجالا جلد ایمنعونک ویقومون معک ؟ فقال یا ابت انما اریدما ارید ''کہ عامر بن عبداللہ بن الزبیر سے مروی ہے کہ ابوبکر اسلام پر (اسلام کے نام پر) بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں (جو کسی کی غلامی میں ہوتے تھے) خرید کر اللہ کیلئے آزاد کیا کرتے تھے راوی کہتے ہیں ابوبکر صدیق سے

ان کے والد ابوقحافہ نے کہا کہ اے بیٹے ،تم صحت مند نوجوان مرد غلاموں کوخرید کر کیوں آزادنہیں کرتے کہ وہ تمہیں محنت مشقت نہ کرنے دیں ،اور تیرے دست بازو بنیں اس پر جناب صدیق اکبر نے کہا ابا جان میرا ارادہ وہی ہے جو ہے یعنی میرا ارادہ ذاتی منفعت کا حصول نہیں بلکہ رضائے الٰہی ہے"

معلوم ہوا سیجنبہا الاتقی کا سباق اور سیاق شان ابوبکر کو بیان کررہا ہے، جس میں کسی فرد ثانی کا ذکر ہے نہ اس کو شامل کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا فاما من اعطی واتقی سباق ہے دونوں افعال کے فاعل جناب صدیق اکبر ہیں یعنی اتقی ہیں جو الاتقی سے پہلے مذکور اور موجود ہیں ،،سیجنبہا الاتقی میں اسی اتقی کو معرف بالام بنا کر ذکر فرمایا گیا تا کہ بتایا جائے کہ الاتقی سے مراد،اور الف ،ولام کا معہود خارجی وہی ہے جو اعطی اور اتقی کا فاعل ہے اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود اور عامۃ المفسرین رضی اللہ عنہم وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہین ،ثابت ہوا سیجنبہا الاتقی کا سباق اور سیاق قرینہ صارفہ ہے جو حکم تجنب کو متعدی الی الغیر ہونے سے روکتا اور الاتقی کے وصف خاص کو ذات صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے مختص کرتا ہے۔

سید صاحب نے مناہل العرفان فی علوم القرآن سے ایک ضابطہ نقل کیا ہے: ﴿**ذهب الجمهور الى ان الحكم يتناول كل افراد اللفظ سواء منها افراد السبب وغيرافراد السبب ولنضرب لک مثلا**﴾ ترجمہ: جمہور کا یہ مذہب ہے کہ کسی لفظ کے مدلول کے جتنے افراد ہوتے ہیں حکم ان سب پر مشتمل ہوتا ہے اس میں افراد سبب یا غیر افراد سبب سبھی برابر ہوتے ہیں، ان کی مثالیں ہم آپ کو بتاتے ہیں۔(زبدۃ:۳۶۰)

جواباً کہا جائے گا کہ: جمہور کا مذہب درست اور معمول بہ ہے مذہب جمہور ہمارے موقف کے خلاف اور نقل شدہ دلائل اور تصریحات کے منافی نہیں کیونکہ جمہور کے قول میں کل افراد الفظ کے الفاظ ہیں ،،جس کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں بتایا گیا اور بیان شدہ حکم لفظ کے تمام افراد پر مشتمل اور محیط اس وقت ہوگا جب لفظ کے افراد ہوں ،اور افراد کب ہوں گے جب وہ لفظ عام ہو اور اس کی وضع اور

موضوع لہ بھی عام ہواور اس کے تحت افراد ہوں، مثلاً ﴿الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة﴾ ترجمہ: زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ،

''الزانية ،والزانی '' صیغہائے عموم ہیں کیونکہ الزانیہ، والزانی میں زانیہ اور زانی صیغہائے اسم فاعل ہیں، ان پر الف ولام بمعنی التی اور الذی اسم موصول مبہم ہیں، زانیہ اور زانی بوجہ اسم فاعل ہونے تجدد اور حدوث پر دلالت کرتے ہیں،، یہ تمام عمومات لفظاً اور معناً ہیں، جن کے تحت افراد ہیں لہٰذا لفظ عام اور اس کے تحت پائے جانے والے افراد کی وجہ سے حکم متعدی الی الغیر ہوگا اور مادۂ اشتقاق علت حکم پر دلالت کرتے ہیں، اور مبہم ہیں اسی طرح واقعہء افک میں نازل ہونے والی آیت کا آغاز''ان الذین جاؤ ابالافک الایه ''اسم موصول برائے جمعیت اور بصیغہء جمع آیا ہے جن میں عموم ہے اور مشتمل برافراد ہے، اور مبہم ہے،،

وضع نحات کے مطابق اسمائے موصولات مبہمات ہیں ان کے صلات بھی جمع ہیں جن میں عموم لفظ کے ساتھ عموم معنی بھی پایا گیا ہے۔

اور جہاں لفظ عام ہو وہاں افراد پائے جاتے ہیں علمائے اصول نے عام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا

:''والعام لفظ ينتظم جمعاً من الافراد اما لفظاً كقولنا مسلمون،مسلمات ،ومشر كون ،واما معنا كقولنا من وما (اصول الشاشی)''

ترجمہ: عام ایک ایسا لفظ ہے جو افراد کے مجموعے پر مشتمل ہوتا ہے یا لفظ صیغہ کے لحاظ سے جمعیت افراد پر دال ہوگا یا یا لفظ تو جمع کا نہیں ہوگا مفرد ہو کر اپنی معنویت کے بل بوتے افراد کی جمعیت پر دلالت کرے گا جس طرح من اور ما موصولات ہونیکی صورت میں معنا جمعیت افراد پر دلالت کرتے ہیں،، مذکورہ بالا آیات بینات میں تمام اسمائے موصولات، مبہمات بصیغہائے جمع ہو کر الفاظ عامہ ہیں جن کے تحت افراد ہیں، اور فرد سبب سے حکم ،ان افراد کی طرف متعدی ہو رہا ہے جن میں علت حکم پائی جارہی ہے لیکن الاتقی لفظ عام اور جمع نہیں واحد کا صیغہ ہے مبہم نہیں معین ہے حکم تجنب کی علت، وہ اعلیٰ معیار اور بلند ترین تقوی ہے جو خاصہء ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے،، لہٰذا قول جمہور سے الاتقی کا

معارضہ کرنا خلاف ضوابط اور خلاف اصول ہے۔

سید صاحب نے الاتقی کے لفظ عام ہونے پر یہ تقریر کی ہے کہ جواباً عرض ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا نام لے لیا گیا ہوتا یا ان کے کسی عمل کی تخصیص کی گئی ہوتی اور ان کے ایسے اوصاف بیان کئے گئے ہوتے جو کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ ہوتے تو احتمال تخصیص تھا مگر جب حکم اوصاف پر لگایا تو ان اوصاف کو علت حکم مانا جائے گا۔ (زبدۃ:۳۶۳)

جواباً کہا جائے گا کہ: سید صاحب کو مغالطہ لگا ہے اور کج فہمی اور کوتاہ فکری کے شکار ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو مذکورہ عبارت اور من گھڑت غلط قاعدہ نقل کرنا پڑا، ہم پہلے نقل کر آئے ہیں آیت سیاق وسباق دلیل مخصص اور قرینہ صارفہ ہے یہ بھی نقل ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اعطی اور اتقی کے فاعل ابوبکر صدیق ہین اور یہ افعال ان کے حق میں نازل ہوئے جن میں ان کی بلند پایہ صفات سخاوت، ایثار، اور تقوی) کو بیان کیا گیا ہے چونکہ پہلے ان کی عطاء اور تقوی کی صفات کا بیان ہو چکا ہے اس لئے الاتقی کو معرف بالام، بلام عہد خارجی ذکر کر کے ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے علم معانی کی زبان میں الکنایہ ابلغ من التصریح کے تحت الاتقی میں ذکر صدیق ،نام صدیق بطریق بلیغ موجود ہے صراحت سے کنایہ اور اشارہ ابلغ ہے اس لئے نام کی صراحت کو ترک کیا گیا ہے لیکن اس نکتہ تک فہم مستقیم ،اور عقل سلیم ہی رسائی حاصل کر سکتا ہے سورہ مقدسہ کا زیادہ حصہ حضرت ابوبکر صدیق کے اعمال مخصوصہ پر مشتمل ہے مثلاً اعطی ،واتقی ،الاتقی ،یؤتی ،یتزکی ،تجزی ،یرضی ، ابوبکر صدیق کے عظیم المرتبت اعمال مخصوصہ کے عنوانات ہیں،، عبادلہ ثلثہ جمہور مفسرین رحمہم اللہ نے ان اعمال کا وجود اور صدور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے متعلق اور منسوب فرمایا ہے ابن جریر طبری اور امام قرطبی رحمہما اللہ کی تفسیرات سے ثبوت نقل ہو چکا ہے لہٰذا سید صاحب کا یہ کہنا کہ ان آیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی عمل کی تخصیص بیان نہیں کی گئی غلط اور عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور مفسرین کے فرمودات کو ٹھکرانے کے مترادف ہے

(۲) سید صاحب نے اوصاف کو علت حکم قرا دیا ہے جو غلط ہے اور ان کی اپنی تحریر اور نقل کردہ قاعدے

کے مغائر ہے سید صاحب نے زبدۃ:۳۵۹، پر تحریر کیا کہ سب سے پہلا قاعدہ جو حرکت میں آتا ہے وہ یہ ہے جب حکم مشتق پر لگے تو مادہ اشتقاق علت ہوتا ہے وضاحت بھی کردی کہ چونکہ جہنم سے بچائے جانے کا حکم الاتقی پر لگا ہے اس کا مادہ اشتقاق تقوی ہے اب علت حکم تقوی ہوگا، مسئلہ زیر بحث الاتقی کا لفظ ہے یہ مشتق ہے اور تقوی علت ہے جو مادہ اشتقاق)(مصدر) ہے ''**الذی یؤتی ماله الایه**'' اس کی صفت ہے یہ الاتقی کی علت نہیں الاتقی کی علت تقوی ہے، سید صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے،، سید صاحب نے تحریر کیا کہ جہنم سے بچائے جانے کی علت تقوی ہے جو ہر مسلمان کیلئے عام ہے لہٰذا یہ حکم ہر مسلمان کیلئے عام ہے کوئی وجہ ء خصوصیت نہیں ،، جواباً کہا جائے گا کہ: اولاً حکم سے مراد، صدیق اکبر کیلئے الاتقی کا حکم ہے کہ صدیق اکبر الاتقی کیوں ہیں؟ وہ اس لئے کہ ان میں بلند معیار کا تقوی پایا جاتا ہے، جیسے زانی کو، زنا سارق کو سرقہ، اتقی اور متقی کو تقوی کی علت کی وجہ سے زانی، سارق، اتقی اور متقی کہا جاتا ہے، یہ تمام الفاظ مشتقات ہیں اور ان کے مصادر ان کیلئے حکم کی علت ہیں۔

ثانیاً: جناب صدیق اکبر متقی ہی نہیں بلکہ اتقی ہیں اور اتقی صیغہ اسم تفضیل اپنے موصوف کیلئے زیادتی وصف کا تقاضا کرتا اور زیادتی وصف پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ علامہ ابن حاجب نے فرمایا: ﴿**ما اشتق من فعل لموصوف بزیادة علی غیره**﴾ متقی کیلئے تقوی علت حکم ہے یعنی متقی کو اس کے صفت تقوی سے موصوف ہونے کی وجہ سے متقی کہا جاتا ہے، متقی اسم فاعل ہے اور اتقی اسم تفضیل ہے متقی کیلئے صرف تقوی علت ہے بدوں لحاظ زیادتی، اور اتقی کیلئے زیادتی تقوی علت حکم ہوگی ، دوسرے لفظوں مین متقی کیلئے تقوی لابشرط شی کے درجہ مین ہوگا،، اور اتقی کیلئے بلحاظ ماہیت، تعریف اور مدلول تقوی بشرط شی (زیادتی تقوی) کے درجہ میں علت حکم ہوگا، یعنی متقی کی علت حکم تقوی بسیط ہے،، اور اتقی کیلئے جو تقوی علت حکم ہے وہ مرکب ہے اس کے درمیان تغائر ہے، متقی اتقی نہیں، جبکہ اتقی متقی ہے،، معلوم ہوا الاتقی مشتق کیلئے جو تقوی علت حکم (الاتقی سے موسوم ہونے کی وجہ) ہے مطلق تقوی نہیں بلکہ بلند تر تقوی ہے قرآن حکیم نے شرک کی لعنت سے بچنے والے توحید پر لانے والے اور اس کے مقتضیات پر کاربند افراد کو متقین کے لقب سے نوازا ہے، **هدی للمتقین**،

اعدت للمتقین ،ان اللہ مع الذین اتقوا ان کے علاوہ بھی بے شمار مثالیں ہین جواس بات کی دلیل ہیں کہ تمام مومنین متقین ہیں مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اتقی فرمایا ،یعنی تمام مومنین اور ساری امت میں سب سے بڑا پرہیز گار واضح امر ہے کہ تمام امت میں سب سے بڑا پرہیز گار ہونا ثابت کرتا ہے کہ اس کا تقوی ،سب سے زیادہ اور سب سے بلند ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اتقی نہ ہوتے ،سید صاحب کا یہ کہنا 'چونکہ تقوی ہر مسلمان کیلئے عام ہے لہٰذا یہ حکم ہر مسلمان کیلئے عام ہے کوئی وجہ ء خصوصیت نہیں ۔(زبدة:۳۶۳)

بالکل غلط ہے کہاں ایک عام مسلمان کا تقوی اور کہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تقوی؟
عام مسلمان کیلئے تابع شرائط تقوی کا حکم مفید ظن ہے کیونکہ یہ ہماری رائے اور ہماری خوش فہمی ہے جبکہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے زیادتی تقوی کا ثبوت اور حکم قطعی ہے کیونکہ حکم باری تعالیٰ ہے ظن اور قاطع کے درمیان وضع اور حکم کے لحاظ سے جو تفاوت ہے وہ ارباب علم ودانش پر پوشیدہ نہیں ،علامہ ناصرالدین قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا،تقوی تین قسم ہے(۱)"التوقی عن العذاب المخلد ،بالتبری عن الشرک " ترجمہ: شرک سے بچنا جو دائمی عذاب کا موجب ہے،اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر"الزمهم کلمة التقوی " میں فرمایا،ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ توحید کے التزام کا حکم دیا ہے۔

(۲)التجنب عن کل مایوثم من فعل اوترک حتی الصغائر عند قوم المتعارف باسم التقوی فی الشرع وهو المعنی بقوله تعالیٰ ولو ان اهل القری امنوا واتقوا " ترجمہ : تقوی کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسی ہر چیز ،سے اجتناب کرنا جس کے کرنے یا چھوڑنے سے گنہگار ہونا لازم آتا ہو یہاں تک کہ ایک جماعت نے صغیرہ گناہوں سے بچنے کو بھی تقوی کا حصہ قرار دیا ہے،شریعت میں تقوی اسی نام سے مشہور ہے اوراس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان لو ان اهل القری امنوا واتقوا میں ہے(کیا اچھا تھا) اگر مکہ والے ایمان لاتے اور مکمل تقوی اختیار کرتے،،
(۳)ان یتنزه عما یشغل سره عن الحق ویتبتل الیه بشرا شره وهو التقوی الحقیقی

المطلوب بقوله واتقوا الله حق تقاته﴾ ترجمہ: ہر اس امر سے اپنے دل ودماغ کو پاک رکھنا جوروح کو ذکر حق تعالیٰ سے باز رکھے اور بندے کا یکسوئی کے ساتھ متوجہ الی اللہ رہنا یہ تقوی حقیقی ہے اور یہی وہ تقوی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے واتقوا الله حق تقاته کے ذریعے پابند عمل فرمایا ہے،، ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے،، علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے تقوی کی تین اقسام بتا کر صاحبان تقوی کو تین اقسام میں تقسیم فرمایا ہے،، (۱) عوام (۲) خواص (۳) اخص الخواص

(۱) عوام کا تقوی یہ ہے کہ شرک، گناہان صغیرہ اور کبیرہ سے اجتناب کرتے ہیں اور اخص الخواص کا تقوی یہ ہے کہ یہ امور تو رہے درکنار، ان کے دل ودماغ میں ذکر اللہ اور تصور توحید کے علاوہ کسی چیز کا خیال اور گزر تک نہیں ہوتا،، اور یہی حقیقی تقوی ہے،، سید صاحب کہتے ہیں چونکہ تقوی ہر مسلمان کیلئے عام ہے لہٰذا یہ حکم (جہنم سے بچایا جانا) ہر مسلمان کیلئے عام ہے،، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا تقوی کی یہ تینوں اقسام ہر مسلمان کیلئے عام ہیں؟ اگر ہر مسلمان ان تینوں اقسام سے متصف اور بہرہ ور ہوتا تو قرآن تقوی کی تین اقسام اور صاحبان تقوی کو متقی اور اتقی کے الفاظ میں کیوں ذکر فرماتا؟

اللہ تعالیٰ نے جناب صدیق اکبر کو اتقی فرمایا ہے جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عام مسلمان مین پائے جانے والے تقوی یا خواص میں پاء جانے والے تقوی سے ہی متصف نہیں بلکہ اخص الخواص کے تقوی سے متصف ہیں،،

اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں محویت، فنائیت اور معیت ہے،،

جس کا اظہار رسول اللہ ﷺ کی وفات پر ہوا، تمام صحابہ بشمول حضرت عمر رضی اللہ عنھم نے آیات موت کو حفظ کر رکھا ہے،، موت کی کیفیت اور حقیقت رسول اللہ ﷺ کی زبانی سن رکھی ہے معرکہائے حق وباطل میں موت کے پھریرے اڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رکھے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں موت کی حاضری پر پورا یقین اور مکمل ایمان ہے، مگر رسول اللہ ﷺ کی وفات پر حب رسول کا سیل بیکراں ان سب حقائق کو بہا کر لے گیا ہے جناب عمر اس شخص کی گردن کاٹنے کیلئے شمشیر

بکف ہیں،

جو یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موت کو قبول فرمالیا ہے قرآن کی ازلی صداقتوں کے خلاف قائم ہونے والے اس منظر کی سرکوبی کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بھیجا جس کی پوری عمر کا ماحصل محبت رسول تھی ،جس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا حب رسول تھا جس کو گھر بار، مال ،اولا ،اور اپنی جان سے پیارتھا تو صرف اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کی دھول تھے وہ آیا پورا منظر دیکھا اس نے صحابہ کے مجمع عام میں اپنے خطبے کا آغاز ان کلمات سے فرمایا: ﴿امابعد ! من کان منکم یعبدالله فان الله حی لایموت و من کان منکم یعبد محمد ا ﷺ فان محمد ا قد مات قال الله تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ،الخ﴾ صدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ کی موت کا اعلان قیامت کبری کے مناظر کی ہولنا کیوں سے کم نہ تھا مگر آج صدیق حب رسول کا ترجمان ،عظمت رسول کا پاسبان ،پروانے اور چراغ ،بلبل اور پھول ،صدیق اور رسول کی داستان عشق کا نشان نہیں بلکہ ذات الوہیت میں محویت ،صفات تقدس میں فنائیت جلوہ توحید کی معیت کا معجز بیان ہے جس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اتـقـی لِلّٰـہ ہونے پر دائمی اور ابدی مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے ،تمام صحابہ بشمول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسول اللہ ﷺ سے بحصہ برابر فیضیاب ہوئے ،ایمان ،عمل ،اور اخلاص کی جلوتوں سے بطریق مساوات مستفید ہوئے ،ہر صحابی کے سرچشمہ ہدایت اور مینارۂ نور بنانے پر رسول اللہ ﷺ نے پوری توجہ دی اور نظر کرم فرمائی ،،لیکن مرتدین اور مانعین زکوۃ کی سرکوبی اور ان کے ساتھ جہاد اور قتال کے مسئلہ میں تمام صحابہ حتی کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی مخالفت میں ڈٹ گئے اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تن تنہا ہو گئے مگر جہاد اور مقاتلہ کے پختہ عزم پر قائم رہے اور اکیلے مرتدین اور مانعین زکوۃ سے نبرد آزما ہونے کا اعلان فرمایا مقام غور ہے صحابہ کی جمعیت سے تنہا ہونے کے باوجود یہ عزم صمیم ،یہ ہمت وجرأت ،بلکہ تن تنہا جہاد کرنے کی قوت اور حوصلہ کس چیز کا غماز ہے یہ اس تقوی کا شعار ،اور اس پرہیز گاری کا اظہار ہے جو بقول خداوندی ،اور بہ تفسیر علامہ بیضاوی اخص الخواص کو دیا جاتا ہے ،رسول اللہ

ﷺ کے بعد آپ ہی اخص الخواص تھے اس لئے تقوی کا یہ مقام آپ کو دیا گیا جس کا اظہار مرتدین اور مانعین زکوۃ کے موقعہ پر آپ ط سے کرایا گیا،، اگر تقوی کا یہ مرتبہ ہر مسلمان کیلئے عام ہے تو پھر صحابہ کرام کو کیوں حاصل نہ ہوا؟ اگر یہ مرتبہ انہیں حاصل ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیق کے موقف سے انکار اور انحراف کیوں کرتے ؟ اور بعد میں یہ اعتراف کیوں کرتے کہ آپ حق پر تھے،، ماننا پڑیگا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی الاتقی ہیں اور وہی تقوی کے آخری مرتبہ پر فائز ہیں،، سید صاحب کا علی الاطلاق یہ اعلان کرنا کہ تقوی ہر مسلمان کیلئے عام ہے بالکل غلط ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الاتقی کے عنوان میں حاصل شدہ تقوی ان کا ہی خاصہ ہے جو کسی بھی فرد کو حاصل نہیں۔

سید صاحب نے لکھا کہ: دیکھیں گے کہ آیا انہوں نے الف لام عہدی کا ترجمہ کیا ہے یا الف لام استغراقی کا؟ آپ اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: ﴿والایه تشمل من فعل مثل فعله رضی الله عنه قیبعد عن النار ویثاب بحواله جلالین شریف ﴾(زبدة : ۳۶۵)

ترجمہ: یہ آیت ہر اس آدمی کو شامل ہے جو ان کا سا کام کرے پس اس کو آگ سے دور رکھا جائے گا اور اس کو ثواب دیا جائے گا (یعنی اس میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں۔ (زبدۃ:۳۶۶)

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کا کلام اور جواب، سوال جو اور جواب گندم کی مثل ہے، سید صاحب سوال نہیں سمجھے اس لئے جواب میں ’’آیت کا حکم تحریر کر دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ’’مناہل الفرقان فی علوم القرآن کے مطابق جلال الدین محلی نے الاتقی میں الف لام عہدی اور معہود حضرت ابوبکر صدیق کو تحریر کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ الاتقی کے مدلول، موصوف اور مصداق جناب صدیق اکبر ہیں،، جواب میں سید صاحب نے مذکورہ عبارت نقل کی اور اس سے استدلال کیا کہ یہ الف لام عہد خارجی نہیں بلکہ استغراقی ہے اس جواب کو پڑھ کر ہم نے سوال جو اور جواب گندم کہا ہے۔

قابل فہم امر یہ ہے کہ سوال الاتقی میں واقع الف لام کے بارے میں ہے جس کو امام جلال الدین محلی نے عہد خارجی تحریر کیا اور معہود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا، سید صاحب نے اس کی

تردید میں آیت کے حکم کوذکر کیا ہے جودووجوہات کی بناء پر غلط ہے:

(۱) سوال صرف الف لام کے بارے میں ہے سورۃ کے متعلق نہیں،

سوال الف لام اوراس کے معہود کے بارے میں ہے پوری سورۃ یا اتقی کے متعلق نہیں،

جواب الف لام کے عہدی،،اور معہود کی تردید ہے آیت کا حکم نہیں، کما لا یخفی علی من له ادنی فهم ،،

سید صاحب نے لکھا جلال الدین محلی نے الف لام عہدی کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ الف لام استغراقی کا ترجمہ کیا ہے جو بتاتا ہے کہ اس صفت کے جتنے بھی افراد ہیں یہ الف لام ان سب کو گھیرتا ہے اس میں ابوبکر صدیق کی کوئی خصوصیت نہیں (زبدۃ:۳۶۶)

جواباً کہا جائے گا کہ: الاتقی میں الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں، سید صاحب نے جلال الدین محلی رحمہ اللہ کی جو عبارت پیش کی ہے یہ آیت کا حکم ہے حکم مفسر کا استنباط ہے جو بعد میں متحقق ہوسکتا ہے لیکن معہود کا پہلے حقیقتاً یا حکماً مذکور ہونا لوازمات میں سے ہے،، ارباب اصول وقواعد کے نزدیک معہود کا تقدم اور حکم کا تاخر قطعیات میں سے ہے۔

(۲) معہود کا تقدم بہر صورت قضیہ ضروریہ ہے اور عبارت سے استنباط حکم قضیہ ممکنہ ہے،، الف لام حرفی ،یا اسمی ہونے کے ناطے غیر مستقل محتاج الی امر آخر ہے، جبکہ حکم "نسبة الشی الی شی ایجابا او سلبا ،، مستقل بالماهیة ہے، جس طرح تقدم بالذات کا معنی تاخر بالذات سے کرنا ممنوع ہے اسی طرح الاتقی کے الف لام حرفی کا معنی اور معہود آیت کے حکم مستنبط کو قرار دینا غلط ہے مزید الاتقی کے علاوہ تجنب عن النار کا حکم من فعل مثل فعلہ کیلئے ثابت کرنا غلط ہے کیونکہ الاتقی صدیق اکبر ہیں ان کیلئے تجنب عن النار کا حکم قطعی ہے اور من فعل مثل فعلہ کیلئے ظنی ہے کیونکہ من فعل مثل فعلہ کا وجود ممکن ہے؟ اگر ممکن ہے تو امکان عام کے درجہ میں ہے یا امکان خاص کے درجہ میں؟ اگر ممکن ہے تو محال شرعی لازم آتا ہے یا نہیں اگر لازم آتا ہے تو تجنب عن النار کا حکم من فعل مثل فعلہ کیلئے ممنوع ہوا، اگر محال شرعی لازم نہیں آتا تو کیوں؟

بہر حال الاتقی صرف صدیق اکبر ہیں، سیجنبها کا حکم قطعی صرف ان کیلئے ہے سیجنبها میں سین تاکید کیلئے

ہے کمافی روح المعانی۔

سید صاحب نے الاتقی سے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موصوف ہونے کے استدلال کو کمزور اور مشکوک بنانے کیلئے ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کی تفسیر تاویلات اہل السنۃ سے حوالہ نقل کیا کہ :﴿قال بعضهم هذه الاية فى ابى الدحداج مالا حد عند ه من نعمة تجزى آیت ابی دحداح کے حق میں نازل ہوئی۔(زبدۃ:۳۶۶)جواباً کہا جائے گا کہ:امام قرطبی کا حوالہ نقل ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ پوری سورۃ ابو بکر صدیق کی شان مین نازل ہوئی ہے اکثر مفسرین کا یہی قول اور اسی پر عمل ہے امام ماتریدی نے صرف ایک آیت کے بارے میں قول بعض کا ذکر کیا ہے، جو مرجوح ہے۔سید صاحب نے تفسیر نیشاپوری سے نقل کیا:

﴿تتناول الايه غيرهما من الاشقياء والاتقياء بالتبعية ،الخ ،﴾

جواباً کہا جائے گا کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ سیجنبھا کا حکم دیگر اشقیاء اور اتقیاء کو شامل ہوگا تو بالذات اور بالاصل نہیں بلکہ بالتبع ہوگا، پھر بھی حضرت ابو بکر صدیق الاتقی، بالذات اور بالاصل ہوں گے بالذات اور بالتبع ،بالاصل اور بالفرع میں جو وضعی اور معنوی فرق ہے وہ محتاج تحریر نہیں، ہماری بحث اس مین ہے کہ الاتقی کا مدلول ،موصوف اور مصداق اصلی کون ہے؟اور سیجنبھا کا حکم مخصوص کس کیلئے ہے؟ وہ یہی ہے کہ الاتقی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور سیجنبھا کا حکم خاص آپ ہی کیلئے ہے،،دوسرا کوئی فرد اس میں شریک نہیں،،صاحب روح المعانی نے سین کو برائے تاکید قرار دیکر سیجنبھا کا حکم آپ کیلئے حتمی اور قطعی قرار دے دیا ہے جس کا متعدی الی الغیر ہونا ناممکن ہے۔

الاتقی صرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور سیجنبھا کا حکم قطعی فقط آپ کیلئے ہے

اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

ا:الف لام عہد خارجی ہے اس کا معہود موجود فی الخارج ہے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، جلال الدین محلی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے،مناہل الفرقان فی علوم القرآن،ج:ا،ص:۱۱۷،،میں محمد

عظیم زرقانی نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔

۲: پوری امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق ہین اور وہی اتقی ہیں جیسا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ﴿ای الناس کان اول اسلاما﴾ سب سے پہلے اسلام لانے والا شخص کون تھا؟ جناب عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا قول نہیں سنا؟

﴿خیر البریه اتقاها و اعدلها بعد النبی و اوفاها بما حملا﴾

ترجمہ: بعد از نبی ساری مخلوق سے وہ اچھا ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، اور سب سے زیادہ عادل ہے اور جو فرائض اپنے ذمے لئے تھے، سب سے زیادہ اچھی طرح نباہنے والا ہے،، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں کہے گئے یہ اشعار، الریاض النضرۃ، الصواعق المحرقہ، المستدرک، تاریخ الخلفاء، تفسیر روح المعانی میں منقول ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کے بعد ساری امت میں افضل، اور اتقی صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں،، اور تمام صحابہ کا یہی عقیدہ ہے،،

سید صاحب نے ان اشعار کو حدیث تقریری کہا ہے جو واجب العمل ہے، اور جن لوگوں نے اتقی کو تقی صفت مشبہ میں ڈھالنے، اور اتقی کے مفہوم اخص میں من فعل مثل فعلہ کے عموم کو شامل اور ضم کرنے کی کوشش کی ہے وہ ان کی اپنی ذاتی سوچ ہے اور اسی طرح سید صاحب کا الف لام عہدی کو الف لام استغراقی میں بدلنا ان کی ذات کاوش ہے، جو حدیث تقریری کے مقابل مردود ہے،،

۲: تمام صحابہ کے نزدیک الاتقی صرف صدیق اکبر ہیں اس کی تائید میں عبادلہ ثلثہ رضی اللہ عنہم کے فرمودات اور جمہور مفسرین کا موقف پہلے آچکا ہے ان کے مقابل ہر شخص کی تاویل، قول باطل ہے جو لائق توجہ نہیں،

۳: جمہور کے نزدیک سورۂ واللیل کی آیات سیجنبها الاتقی الخ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں (شرح المقاصد للتفتازانی بحوالہ زبدۃ: ص: ۳۶۷) جس سے ثابت ہوا کہ الاتقی

میں الف ولام کو استغراقی کہنا ایک بہت بڑی علمی لغزش ہے۔

۴: یہ اشعار حدیث مرفوع حکمی کے درجہ میں ہیں، المستدرک للحاکم اور روح المعانی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی اشعار کہے ہیں؟ مجھے بھی سناؤ، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے ،حضرت حسان نے یہ اشعار رسول اللہ ﷺ کے زمانہء اقدس میں کہے،، جس سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دو فعل زمانہء نبوی میں ہونے ثابت ہوئے۔(۱) اشعار کا فعل تکلم (۲) رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ کے حکم پر سنانے کا فعل، اور رسول اللہ ﷺ کا سن کر اظہار مسرت فرمانا، صحابی کے یہ اعمال اور یہ افعال چونکہ زمانہ نبوی میں ہوئے اس لئے یہ اعمال وافعال اور یہ اشعار جن میں ابوبکر صدیق کو اتقاھا کہا گیا ہے حکماً حدیث مرفوع ہین۔(کما قال الامام الحافظ جلال الدین السیوطی فی تدریب الراوی، والامام النواوی فی التقریب: ص:۵۷)

جب یہ امر پایہء تحقیق کو پہنچ گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کے اتقی ہونے پر حدیث مرفوع حکماً موجود ہے تو اس کے مقابل اور معارض ہر تاویل، ہر توجیہ اور ہر نتیجہء فکر باطل اور مردود ہوگا، کیونکہ حدیث مرفوع حکماً حجت شرعیہ ہے، اور واجب العمل ہے اس کے مقابل ہر مفسر، ہر اصولی اور غیر اصولی کا قول اور رائے حجت ہے نہ دلیل شرعی، فافہم"

۵: اسی طرح طرفہ وغیرہ شعراء کا اسم تفضیل کو صفت مشبہ وغیرہ میں استعمال کرنا حجت نہیں کیونکہ اصول یہ ہے جب تک معنی حقیقی کا وجود متعذر نہ ہو معنی مجازی کا مراد لینا غلط ہے،، الاتقی میں معنی حقیقی وضع ،مدلول، مصداق، جمہور مفسرین کی رائے اور حدیث مرفوع حکماً سے ثابت موجود اور مشہور ہے تو تاویل بعید اور وہ بھی شاعر کے کہنے پر مجازی معنی مراد لینا علمی بغاوت اور خطائے فحش نہیں تو اور کیا ہے؟

۶: حنبلی مذہب کے ایک جلیل القدر امام ابن بطہ اپنی اسناد سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے محمد بن الزبیر الحنظلی کو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا پوچھ آؤ، کیا رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا تھا؟ تو جواب میں فرمایا کیا تمہارے

صاحب (عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ) کو اس میں شک ہے قسم ہے اللہ کی جس کے بغیر کوئی معبود حقیقی نہیں استخلفه لهو كان اتقى لِلّٰهِ (شرح فقہ اکبر:۷۴، مطبع سعید کراچی) رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق کو ہی خلیفہ بنانا چاہا تھا کیونکہ وہ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے، اور اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پرہیز گار تھے،

حضرت الحسن البصری جلیل القدر تابعی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تولد ہوئے، اور ۱۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ معلوم ہوا صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ ابو بکر صدیق ہی الاتقی ہیں

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ الاتقی میں الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں، اگر ابو بکر صدیق اتقی کے موصوف اور الف لام کا معہود نہ ہوتے تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ خدا کے معبود واحد ہونے کی قسم کھا کر جواب کو لام تاکید اور ھو ضمیر سے موکد فرما کر جس کا مرجع جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جواب ارشاد نہ فرماتے،،

یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں جس کا مرجع جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

سید صاحب نے الاتقی میں الف لام کے استغراقی ہونے پر جلال الدین محلی رحمہ اللہ کے اس قول سے استشہاد کیا ہے:

﴿والايه تشمل من فعل مثل فعله رضى الله عنه فيبعد عن النار ويثاب﴾

یہ عبارت محل استشہاد نہیں ہوسکتی کیونکہ ان کا قول بحوالہ مناہل الفرقان فی علوم القرآن محررہ زبدۃ :۳۶۴ پہلے آچکا ہے کہ الاتقی میں الف لام عہدی ہے استغراقی نہیں، اور معہود فی الخارج جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثانیاً مثل فعلہ سے فعل مخصوص مراد ہے کیونکہ یہاں تاثیر اضافت کارفرما ہے آیہء کریمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دو افعال، مخصوصہ پر مشتمل ہے اعطاء (سخاوت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) اور بلند پایہ تقوی، مثل فعلہ میں کس فعل کی طرف اشارہ ہے؟ انفاق فی سبیل اللہ، یا تقوی کی طرف، ہر دو کی

طرف اشارہ کرنا اور فعل من کو فعل صدیق کی مثل قرار دینا اور سمجھنا محالات شرعیہ میں سے ہے،، انفاق فی سبیل اللہ میں حضرت عمر جیسا جلیل القدر صحابی مماثلت پیدا نہ کرسکا، تقوی اور پرہیز گاری میں جرالامت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مماثل نہ ہوسکے تو اور کون ہوسکتا ہے؟ امام جلال الدین محلی رحمہ اللہ کا یہ قول محالات اور از قبیل مفرضات ہے جو دلیل ہے نہ حجت،، پھر یہ آیت کا حکم مستنبط ہے جس کا وجود ضروری نہیں۔

ثالثاً: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ﴿**فلمقام احدهم ساعة یعنی مع النبی ﷺ خیر من عمل احد کم اربعین سنة**﴾ (**شرح فقه اکبر: ۸۱**)

ترجمہ: میرے کسی بھی صحابی کا میری مجلس میں ایک ساعت بیٹھنا تمہاری چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے،،

حضرت وکیع کی روایت میں ہے ''**خیر من عبادة احد کم عمره**'' (**ایضاً**) ترجمہ: میرے کسی بھی صحابی کا میری صحبت میں ایک ساعت رہنا تمہاری پوری عمر کی عبادت سے بہتر ہے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی رسول اللہ ﷺ کی رفاقت اور مصاحبت میں گزری ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ انبیاء اور رسولوں کے بعد دنیائے انسانیت میں کوئی شخص من فعل مثل فعلہ کا مصداق بن کر ذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مثل اور ہم مرتبہ ہو،،

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے شیخین (امام بخاری اور امام مسلم) نے یہ حدیث نقل کی ہے: ﴿**فلو ان احد کم انفق مثل احد ذهبا مابلغ مد احدهم ولا نصیفه**﴾

ترجمہ: تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ اتنا سونا راہ خدا میں خرچ کرے، اور میرا کوئی صحابی ایک صاع جو یا گندم راہ خدا میں خرچ کرے تو تمہارے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے کا ثواب، نصف صاع گندم، جو کے ثواب کو نہیں پہنچتا، جب ایک عام صحابی کی ساعت بھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دوسرے مسلمانوں کی پوری عمر کی عبادت سے افضل ہے، جب دوسرے مسلمانوں کے احد برابر سونے کے صدقہ سے صحابی کے نصف صاع جو کا صدقہ افضل اور زیادہ ثواب کا حامل ہے تو

جناب صدیق اکبر کے صدقہ انفاق فی سبیل اللہ اور فعل عبادت کو کون پہنچ سکتا ہے؟ عام مسلمان تو کسی کھاتے میں ہی نہیں سعیء بسیار کے بوجود عظیم القدر صحابہ وہاں نہیں پہنچ سکے،، لہٰذا جلال الدین محلی کا یہ قول من فعل مثله يبعد عن النار ويثاب ، از قبیل محالات اور مفروضات ہے اسی طرح اس قول سے سید صاحب کا الف لام استغراقی پر استدلال کرنا اصول وقواعد کو مسخ کرنے کے مترادف ہے اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مقام اتقی کو چھیننے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔

سید صاحب نے تفسیر نیشاپوری کا حوالہ نقل کرتے ہوئے تحریر کیا تتناول الايت غيرهما من الاشقياء والاتقياء بالتبعيّة ان لا عبرة بحصوص السبب ﴾ترجمه : یہ آیت ان کے سوا دوسرے اشقیاء واتقیاء کو بھی گھیرتی ہے اور سبب کی خصوصیت کا کوئی اعتبار نہیں۔(زبدة:۳۸۴)

جواباً کہا جائے گا کہ: یہ کلیہ اس وقت جاری ہوتا ہے جب لفظ عام ہو اور اس کے تحت افراد ہوں اور افراد اس وقت ہوں گے جب لفظ عام ہو تو آیات لعان، افک، ظہار، کے الفاظ عام ہیں ان کے تحت افراد ہیں،

لہٰذا سبب خاص اور حکم عام ہوگا لیکن الاتقی کا لفظ خاص ہے اسکا مدلول فرد ہے افراد نہیں زانی اور زانیہ کے بارے میں سورۂ نور میں ہے:

﴿الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ﴾ زنا کار مرد و عورت میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ،،

۲ :﴿ والذين يرمون ازواجهم الايه ﴾ جو اپنی بیویوں پر زنا کاری کی تہمت لگائیں۔

۳ :﴿والذين يرمون المحصنت الاية ﴾

۴ :﴿والذين جاء وابالافک ﴾ جو لوگ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں۔

۵ :﴿ والذين يظهرون منكم الاية﴾ تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت نمبرا،، میں لفظ واحد ہے مگر اسم فاعل اور اس پر الف لام اسمی ہونے، اور تجدد وحدوث پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کے افراد ہیں اس لئے سبب خاص کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ عموم معنی مراد

ہوگا، بقیہ تین آیات میں لفظ جمع کے ہیں، لہٰذا سبب خاص ہی سہی مگر بوجہ افراد حکم عام ہوگا، الاتقی لفظ خاص ہے اور اس کا مدلول فرد اخص اور فرد معین ہے لہٰذا حکم بھی خاص ہوگا، الاتقی میں الف لام حرفی برائے عہد خارجی ہے اور معہود جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو فرد اخص، اور فرد واحد ہیں، اور وجہء نزول آپ کے وہ کارہائے نمایاں ہیں جو آپ کا ہی خاصہ ہیں شان نزول آپ کی مدح اور توصیف ہے جو سورہ مبارکہ کی آیات بینات سے واضح ہے، بزاز، ابن جریر، ابن المنذر، آجری، ابن ابی حاتم اور حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ آیت "سیجنبھا التقی الذی یؤتی مالہ یتزکی" ابوبکر صدیق کی شان کی تعریف میں نازل ہوئی آپ ہی اس کے مدلول اور مصداق ہیں،، الاتقی صیغہ اسم تفضیل ہے جو خصوص کا تقاضا کرتا ہے اپنے موصوف اور مدلول کو ممیّز اور اس کی تعریف میں شراکت غیر کو منع کرتا ہے،، اس لئے افعل تفضیل کو خصوص معنی سے ہٹا کر عموم معنی میں نہیں لایا جا سکتا کیونکہ خصوص معنی حقیقی ہے اور عموم معنی مجازی ہے،، معنی حقیقی متعذر ہو تو معنی مجازی مراد لیا جا سکتا ہے، معنی حقیقی کے تعذر پر کوئی دلیل نہیں جبکہ معنی مجازی مراد لینے کیلئے مندرجہ تمام موانع موجود ہیں لہٰذا زنا کاری، لعان، ظہار

اور افک پر وارد ہونے والی آیات الاتقی کو عموم معنی میں لینے کیلئے محل استشہاد نہیں،، اسی طرح الاتقی کو صیغہء صفت مشبہ، یا اسم فاعل کے معنی میں تبدیل کرنا خلاف اصول اور خلاف وضع ہے۔ ملا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن حاجب رحمہ اللہ نے بزیادۃ علی غیرہ کی قید اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ کو اسم تفضیل کی تعریف، مدلول اور مصداق سے خارج کرنے کیلئے لگائی ہے ملاحظہ ہو ملا جامی کی عبارت وقولہ بزیادۃ علی غیرہ یخرج اسم الفاعل والمفعول والصفۃ المشبھۃ" اسم تفضیل کی تعریف کرتے وقت ان اسمائے ثلثہ کو بزیادۃ علی غیرہ کی قید سے اس لئے خارج کیا گیا کہ اسم تفضیل اور اسمائے ثلثہ کے درمیان لفظی اور معنوی منافرت اور مغائرت ہے اندریں حالات اسم تفضیل کو اسم فاعل اور صفت مشبہ کے معنی میں ڈھالنا خلاف وضع، خلاف اصول اور شاذ ہے۔

سید صاحب نے شرح ابن عقیل سے جو دو حوالے پیش کئے اور تحریر کیا کہ جب اسم تفضیل کا استعمال

اضافت اور من کے بغیر ہواور معرف بالام ہواس وقت غیر تفضیل کیلئے استعمال ہوسکتا ہے (اسم فاعل یا صفت مشبہ کیلئے استعمال ہوسکتا ہے) اس پر دو مثالیں پیش کی ہیں : (۱) وھواھون علیہ (۲) اعلم بکم ،اھون اور اعلم صیغہائے اسم تفضیل ہیں اھون بمعنی ھین صفت مشبہ اور اعلم بمعنی عالم استعمال ہوا ہے،،

جواباً کہا جائے گا کہ سید صاحب کا دعوی اور دیلل سوال جو اور جواب گندم کا منظر پیش کر رہا ہے ،سید صاحب کا دعوی یہ ہے کہ اسم تفضیل مستعمل باضافت اور من نہ ہواور معرف بالام ہوتو اسم فاعل اور صفت مشبہ کا معنی دے سکتا ہے اور جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں اسم تفضیل معرف بالام نہیں بلکہ معری ہے لہذا دلیل دعوی کے خلاف ہے مطابق نہیں ،صحیح یہ ہے کہ اسم تفضیل صفت مشبہ اور اسم فاعل کا معنی دیتا ہے مگر اس وقت جب معرف بالام نہ ہو جیسا کہ وھواھون علیہ اور ربکم اعلم بکم میں بدوں الف ولام ہے،، الاتقی میں اسم تفضیل معرف بالام ہے لہذا اس کو فاعل اور صفت مشبہ کے معنی میں استعمال کرنا وضع اور اصطلاح کے مغائر ہے۔

سید صاحب نے لکھا کہ الاشقی کو بمعنی شقی اور الاتقی کو بمعنی تقی لینے پر کوئی استحالہ عقلی اور نقلی لازم نہیں آتا۔

جواباً کہا جائے گا کہ استحالہ نقلی لازم آتا ہے جیسا کہ ابن حاجب اور ملا جامی کے اقوال سے پہلے ثبات کیا جاچکا ہے کسی لفظ کو وضع اور اصطلاح کے مغائر معنی میں استعمال کرنا محال نقلی ہے عربی زبان کا ہر لفظ صحیح اور حقیقی معنی میں استعمال کرنے میں وضع اور اصطلاح کا لحاظ کرنا شرط لازم ہے لفظ کو غیر معنی موضوع لہ میں اور ارباب اصول کی مقررہ اصطلاح کے غیر میں استعمال کرنا محال نقلی ہے،اور جو نقل کے خلاف ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ وضع اور اصطلاح کا دارومدار عقل سلیم اور فہم مستقیم پر ہے۔

سید صاحب نے تحریر کیا کہ نیشاپوری نے اسم تفضیل کا معنی صفت مشبہ کیا ہے۔(زبدۃ:۳۶۹)

امام ابواللیث سمرقندی نے اسم فاعل کے معنی میں استعمال کیا ہے۔(زبدۃ:۳۷۰)

۳:امام طبری ابن جریر میں الاتقی کا معنی تقی کیا ہے۔

۴:امام اسماعیل آفندی نے روح البیان میں الاتقی کا ترجمہ تقی کیا ہے۔

۵: امام قرطبی نے الاتقی کا ترجمہ تقی کیا ہے۔ (زبدۃ: ۳۷۱)

جواباً کہا جائے گا کہ: امام قرطبی نے الاتقی کا معنی تقی نہیں کیا بلکہ المتقی الخائف کیا ہے اور پھر فرمایا:

﴿قال ابن عباس هو ابوبكر رضى الله عنه يزحزح عن دخول النار﴾ یعنی الاتقی ابوبکر صدیق ہیں جو المتقی الخائف ہیں جنہیں دوزخ سے دور رکھا جائے گا، اسی طرح امام ابن جریر نے الاتقی کا معنی تقی نکرہ نہیں بلکہ التقی معرفہ بالام کیا ہے اور اس سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لئے ہیں، اور آخر میں فرمایا ہے کہ آیات بینات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور وجہ یہ بھی بتائی کہ اعتق ناسا لم يلتمس منهم جزاء ولا شكورا"

سید صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں تحریر کیا کہ قرآن مجید میں اسم تفضیل کے اسم فاعل یا صفت مشبہ کے معنی میں استعمال ہونے کے دو نمونے مل گئے پھر کیا شک باقی رہا،، (زبدۃ: ۳۷۶)

سید صاحب نے اسی صفحہ پر تحریر کیا کہ: جواباً عرض ہے عربی قواعد میں اسم تفضیل کے تین استعمال ہیں (۱) اضافت کے ساتھ (۲) من کے ساتھ (۳) الف لام تعریف کے ساتھ جب اسم تفضیل اضافت و من کے بغیر ہو اور معرف بالام ہو اس وقت غیر تفضیل کیلئے استعمال ہو سکتا ہے۔

سید صاحب نے دو آیتیں نقل کی ہیں، پہلی آیت میں اھون ھین اور دوسری آیت میں اعلم بمعنی عالم مستعمل ہے۔

جواباً کہا جائے گا کہ: جمیع علوم وفنون کا منبع اور سرچشمہ قرآن ہے جو منزل بوحی ربانی ہے جب اسم تفضیل کے استعمال کو تین طریقوں میں منحصر کر دیا گیا ہے تو اس کے علاوہ جو طریق استعمال ہے وہ غیر وضعی غیر اصطلاحی ہے جب یہ امر مسلمہ ہے تو قرآن کے ان دو طریق استعمال کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ کیا قواعد عربیہ کے ماہرین اور واضعین نے ان طریقوں کو نہیں دیکھا؟ تو ان کے خلاف قواعد وضع کرنا قرآن کے خلاف بغاوت نہیں؟ بغاوت نہیں ہو سکتی کیونکہ دور صحابہ سے لے کر آج تک دنیائے علم اور اہل قواعد کا یہی دستور چلا آرہا ہے تو پھر صورت تطبیق کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ اسم تفضیل کے تین طریقوں کا استعمال وضعی، کلی اور اصطلاحی ہے۔

اوران کے بغیر نادراور شاذ ہے، اوراسی طرح اسم تفضیل کو معنی اصلی، وضعی اصطلاحی سے ہٹا کر اسم
فاعل یا صفت مشبہ کے معنی میں استعمال کرنا نادراور شاذ ہے قابل حجت اور لائق استدلال نہیں۔

۲: سید صاحب نے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ اسم تفضیل اضافت اور من کے بغیر استعمال ہو،، اور معرف
بالام ہوتو بمعنی اسم فاعل اور صفت مشبہ ہوگا۔ آیات مقدسہ میں اسم تفضیل معرف بالام نہیں لہذا سید
صاحب کا کلیہ یہاں صادق نہیں آتا، عدم صدق عدم استدلال کو مستلزم ہے، اندریں حالات سید
صاحب کا اھون، اعلم سے الاتقی اسم تفضیل کے حقیقی اور اصطلاحی معنی کو مجروح کرنا ثابت نہ ہوسکا۔

۳: جن حضرات نے اسم تفضیل کے حقیقی معنی کو اسم فاعل اور صفت مشبہ کے معنی میں ڈھالا ہے
انہوں نے تاویل بعید کی ہے جو معنی مجازی اور حکم ہے، ہماری بحث الاتقی کے معنی حقیقی اور معہود خارجی
میں ہے سید صاحب کے کلیے اور تحریرات مانحن فیہ سے نہیں،،

۴: اسم فاعل اور صفت مشبہ کے معانی اور مصادیق مفید ظن ہیں کیونکہ وہ مبہم ہیں، اور تجنب عن
النار کے حکم کی نسبت ذات باری تعالیٰ سے ہے کیونکہ وہ خود فرماتا ہے یغفر من یشاء ویعذب
من یشاء معلوم ہوا ہر متقی کیلئے تجنب عن النار کا حکم قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے جبکہ الاتقی کیلئے تجنب
عن النار کا حکم قطعی ہے

قطعیت کے محل کو ظنیت کے محل میں اتارنا خلاف اصول وقواعد ہے "فتفکر،،

۵: اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ الاتقی بمعنی التقی المتقی، صفت مشبہ اور اسم فاعل کے معنی میں
ہے تو سوال یہ ہے کہ تعریف اسم تعریف مسمی کو مستلزم ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر کہا جائے کہ تعریف اسم
تعریف مسمی کو مستلزم نہیں تو پھر الرجل، اور رجل کے درمیان فرق جاتا رہا،، الرجل، رجل میں تغائر
لفظی ہے جو تغائر معنوی کو مستلزم ہے الرجل معرفہ معین ہے اور رجل دال بر تنکیر ہے اسطرح الاتقی
معرفہ برائے شخص معین ہے جو جناب ابوبکر صدیق ہیں، متقی اور تقی کا اطلاق لفظی اور معنوی ان تمام
افراد امت پر ہے جو اس کے محل، مدلول اور مصداق ہوسکتے ہیں یہ معنی عموم ہے جبکہ الاتقی معرفہ اور
خاص ہے خاص بول کر عموم معنی مراد لینا کیسے جائز ہے؟ اگر جائز کہا جائے اور قول طرفہ شاعر وغیرہ کو

علت اور دلیل قرار دیا جائے تو یہ قول بعض ہوگا، جو اہل قواعد اور اصول کے مقابل، شاذ نادر اور غیر مقبول ہوگا، ماننا پڑے گا عموم معنی کا قول حکم ہے جو ہر آیت کا ہے یہ زیر بحث ہی نہیں، ہماری بحث الاتقی کے حقیقی، وضعی اور اصطلاحی معنی اور الف لام کے بارے میں ہے،،

سید صاحب نے عنوان قائم کیا ''علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے قول کا جائزہ،،

اور اس کے بعد ان کو غیر مسلمہ اکھاڑ پچھاڑ کے ذریعے ہدف تنقید بنانا،، (زبدۃ:۳۷۷)

سید صاحب نے نحوی اصول کے تحت الف لام اور ان کے متعلقہ امور کی توضیح میں الاتقی میں الف لام کے تعین اور معہود فی الخارج کے عنوان مین جتنی توضیح کی اور اپنا موقف ثابت کرنیکی کوشش کی ہے وہ لا نسلم ہے، سب سے پہلے یہ کہ کلام الامام، امام الکلام ہوتا ہے کہاں امام جلال الدین سیوطی اور کہاں سید صاحب۔۔

ہم سب سے پہلے الف لام کی اقسام بیان کریں گے اور اس کے بعد امام جلال الدین سیوطی کے قول کا جائزہ لیں گے۔

بنیادی طور پر الف لام دو قسم ہے: (۱) حرفی (۲) اسمی (۳) اسمی جو اسم فاعل، اسم مفعول پر داخل ہو کر الذی اسم موصول کا معنی دیتا ہے اسم فاعل ماضی معروف اور اسم مفعول ماضی مجہول میں تبدیل ہو جاتے ہیں، ان مین ضمیر فاعل، نائب فاعل معہود اور مسبوق، بالذکر کی طرف راجع ہوتی ہے، اور الف لام چونکہ الذی کا معنی دے رہا ہے اس لئے الذی اپنی عائد (ضمیر) کے الحاق اور توسل سے اسم فاعل اسم مفعول جزو جملہ بنتے ہیں یعنی مسند الیہ بنتے ہیں یا مسند

الف لام حرفی دو قسم ہے زائدہ (۲) غیر زائدہ، جیسے اللات، العزی، لات، عزی اصل ہے الف لام ساقط کرنے سے تغیر معنی لازم نہیں آتا، اسی طرح البیت، اصل بیت ہے الف لام کے حذف کرنے سے معنی متاثر نہیں ہوتا۔

زائدہ پھر دو قسم ہے، (۱) لازم (۲) غیر لازم۔ لازم جو ہمیشہ اسم پر پایا جائے جیسے: البیت، کعبۃ اللہ کیلئے اور المدینۃ، مدینہ منورہ کیلئے الثریا، ثریا، اور النجم، نجم کیلئے، غیر لازم جیسے الاعز، اور الاذل، ان کا

استعمال اعز، اوراذل کی صورت میں ہوتا ہے، لازم پھر دو قسم ہے لازم عوض، لازم غیر عوض، جیسے اللہ ،کہ اصل الہٌ ہے الف لام کے دخول کے بعد ال الہ ہوا ہمزہ کا کسرہ نقل کر کے ماقبل لام کو دیا ہمزہ ساکن حذف کر دیا گیا لام کو لام میں بوجہ وحدت جنسی ادغام کیا اللہ ہوا، اسی طرح الناس، اصل الاناس ہے ہمزہ کی حرکت ''کسرہ'' لام کو دی،، ہمزہ ساقط کر دیا گیا، لام مکسورہ ہوا، لام اور نون متحدہ المخرج ہیں لام کو بوجہ اتحاد مخرج نون میں تبدیل کر دیا گیا، اور بعد ازاں نون کو نون میں ادغام کرنے سے الناس ہو گیا،، غیر لازم غیر عوض،، جیسے الکلمۃ الکلام''

غیر زائدہ چار قسم ہے: (۱) جنسی (۲) استغراقی (۳) عہد ذہنی (۴) عہد خارجی

الف لام جنسی وہ ہوتا ہے جو شی کی ماہیت من حیث ھی ھی کی طرف بدوں لحاظ افراد کل اور بعض اشارہ کرتا ہے،، اور استغراقی جو شی کی ماہیت معہ ملاحظہ جمیع افراد پر دلالت کرے، عہد ذہنی وہ جو معہود فی ذہن المتکلم اور مخاطب ہو، اور عہد خارجی وہ جو معہود فی الخارج پر دلالت کرے، آیئے دیکھیں الاتقی کا الف لام کونسا ہے؟ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اتقی اسم تفضیل ہے اسم تفضیل کی تعریف پہلے شروع میں نقل ہو چکی ہے سید صاحب نے قواعد عربیہ کے مطابق استعمال کے تین طریقے نقل کئے ہیں یہ درست ہیں ابن حاجب نے کافیہ میں انہی تین استعمالات کو شرح جامی کا متن بنایا ہے''سورۃ واللیل میں اتقی صیغہء اسم تفضیل الف لام تعریف کے

ساتھ مستعمل ہے اور الاتقی کی صورت میں مذکور ہے ملا جامی رحمہ اللہ نے فرمایا جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ مستعمل ہو تو پھر الف لام حتمی اور قطعی طور پر عہد خارجی ہوگا، اور اس کا معہود، پہلے ظاہراً مذکور ہوگا اور الف لام سے اشارہ شخص معین کی طرف ہوگا،، مفضل علیہ اور مفضل کی تعیین کا سبب اور ذریعہ بنے گا، الاتقی اسم تفضیل معرف بالام ہے نحوی قاعدہ کے مطابق یہ الف لام عہد خارجی ہے اور اس کا معہود جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر پہلے من اعطی واتقی میں باعتبار افعال لفظاً اور باعتبار ضمیر فاعل حکماً موجود ہے علامہ جامی نے فرمایا: "واما مع الام فھو فی حکم المذکور ظاھراً لانہ یشار بالام الی معین بتعیین المفضل علیہ مذکور قبل لفظاً او معناً''

ترجمہ : اسم تفضیل معرف بالام سے ایسے معہود کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو معین اور مذکور ہے (یعنی اس کا معہود موجود فی الخارج ہوتا ہے) کیونکہ الف لام سے ایسے معہود کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو معین اور مذکور لفظاً یا معناً ہوتا ہے اور مفضل علیہ کی تعیین معہود کی تعیین کا وسیلہ بنتی ہے۔

علامہ جامی نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا "کما اذا طلب شخص افضل من زید قلت عمر والا فضل ،ای شخص الذی قلنا انه افضل من زید فعلی هذالاتکون الام فی افعل التفضیل الا للعهد " ترجمہ: ایک شخص نے زید سے افضل شخص جاننے کا مطالبہ کیا (یہ جاننا چاہا کہ زید سے افضل کون شخص ہے؟) جواب میں کہا گیا کہ "عمروالفضل من زید" الافضل اسم تفضیل معرف بالام ہے قانون کے مطابق الف لام کا معہود، مشارالیہ پہلے مذکور ہونا چاہیے تھا، اس لئے عمرو کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور وہ معین شخص عمر ہے، پس اس قانون کے تحت اسم تفضیل معرف بالام کا الف لام صرف اور صرف عہد خارجی ہوتا ہے ثابت ہوا الاتقی میں الف لام عہد خارجی برائے معہود شخص معین فی الخارج کیلئے ہے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو سباق میں من اعطی واتقی میں بصورت ضمیر حکماً مذکور ہیں تو گویا یہ پوچھا گیا کہ تمام صحابہ سے اتقی کون ہے تو فرمایا گیا کہ جو اعطی اور اتقی کے افعال میں معناً مذکور ہے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں،،

علامہ جامی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی لئے اسم تفضیل معرف بالام کا الف لام عہد خارجی ہوتا ہے جو مفضل اور مفضل علیہ کی تعیین کیلئے آتا ہے اتقی پر الف لام آنے سے صدیق اکبر معین ہوئے مفضل ہوئے اور دیگر صحابہ مفضل علیہ معین ہوئے،،

سید صاحب نے الاتقی کے الف لام استغراقی کی بنیاد پر زبدۃ میں جو مواد جمع کیا ہے فضول، بے مقصد اور بے ربط ہے۔

سید صاحب نے کہا کہ بعض اہل علم ان دونوں آیتوں کو صغری، اور کبری بنا کر نتیجہ منطقیہ نکالتے ہیں ،بایں طور کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ متقی ہیں، اور جو سب سے زیادہ متقی ہے افضل ہے لیکن یہ غلط ہے جب تک الاتقی جزی حقیقی متشخص نہیں بن پائے گا اس وقت تک اس کا بطور

صغری کے استعمال نہیں ہوسکتا ہے (زبدۃ: ۳۸۵) جواباً کہا جائے گا کہ: الاتقی کا بطور صغری ہونا، بنایا جانا، استعمال ہونا درست ہے کیونکہ الاتقی معرف باللام اسم تفضیل ہے علمائے نحو، اور وضع کے مطابق اسم تفضیل والا الف لام عہد خارجی ہی ہوتا ہے او اس کا معہود شخص معین موجود فی الخارج ہوتا ہے اور ہمیشہ لفظاً اور معناً پہلے مذکور ہوتا ہے جیسا کہ ملا جامی رحمہ اللہ کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے الاتقی جزی حقیقی ہے اور اس سے مراد شخص معین موجود فی الخارج جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، اس کے صغری بننے، بنائے جانے استعمال ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔

سید صاحب نے تاویلات بعیدات کا ایک انبار لگایا، اسم تفضیل (الاتقی) کے شان نزول، مدلول، مصداق، الف لام کے عہد خارجی ہونے شخص معین کیلئے وضع ہونے اور معہود فی الخارج ہونے کیلئے نظر نہ آیا نظر آیا تو الاتقی کا حکم نادر، اور شاذ اور مفروضہ نظر آیا۔ ☆**یا للعجب** ☆

ثانیاً: علمائے تفسیر کا کام، آیت کا شان نزول، سباق و سیاق اور حکم بیان کرنا ہے لفظی، معنوی، وضعات، اصول و استعمالات بیان کرنا علمائے اصول و قواعد کی ذمہ داری ہے، علمائے اصول کا کلیہ ملا جامی رحمہ اللہ نے توضیح سے بیان فرما دیا ہے جلال الدین سیوطی اور جلال الدین محلّی نے بھی الاتقی کے الف لام کو عہد خارجی تسلیم کیا، اور قرار دیا ہے،، جلال الدین محلّی رحمہ اللہ نے **والآیۃ تشتمل من فعل مثل فعلہ رضی اللہ عنہ عند فیبعد عن النار ویثاب** " سے حکم بیان فرمایا ہے الاتقی کا معنی بیان نہیں فرمایا، اور پھر الف لام کا استغراقی ہونا بیان نہیں فرمایا، بحث تو الف لام میں ہے آیت اور اس کے حکم میں نہیں، سید صاحب کو اسم تفضیل اور اس پر مدخولہ الف لام، اور آیت میں فرق معلوم نہیں ہو سکا الف لام کی صنف،، مدلول، اور معہود فی الخارج شخص معین مذکور لفظاً معناً اور آیت اور اس کے حکم کے درمیان لفظی معنوی، وضعی اور اصطلاحی تغائر کا علم نہیں ہوا؟ یہ کس علم کا کلیہ اور قانون ہے کہ بحث صیغہ اور اس پر مدخولہ الف لام کے وضعات، معہودات موجودہ فی الخارج میں ہو مگر معنی اور دلیل میں آیت کا حکم پیش کر دیا جائے اور وہ بھی از قبیل محالات۔

واضح رہے کہ جمہور مفسرین نے الاتقی کا معنی تقی نہیں کیا، جنہوں نے صفت مشبہ یا اسم فاعل کا معنی

کیا ہے، وہ صرف اسم تفضیل منکر کا کیا ہے،، الاتقی اسم تفضیل المعرف بالام کا نہیں کیا، پہلے بیان ہو چکا ہے "فتفکر"

سید صاحب نے کہا کہ الاتقی کو صغری میں لا کر اور الاکرم کو کبری میں لا کر بصورت شکل اول نتیجہ حاصل کرنا غلط ہے کیونکہ صغری کا موجبہ ہونا، اور کبری کا کلیہ ہونا شرط ہے جو یہاں نہیں۔

جواباً کہا جائے گا کہ: شکل اول کے صحیح نتیجہ دینے کیلئے کلیت کبری شرط ہے لفظ کل کا لفظاً مذکور ہونا ضروری نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ اگر کبری میں لفظ کل لفظاً موجود نہیں لیکن اگر لفظ کل وہاں لگا دیا جائے تو معنی درست رہے، اور نتیجہ مختلف برآمد نہ ہو اگر لفظ کل لانا صحیح نہ ہو تو یہ صورت عقیم کہلاتی ہے کیونکہ صغری کبری صحیح نتیجہ نہیں دے سکے، صورت زیر بحث میں اگرچہ لفظاً، لفظ کل آیہء مقدسہ میں موجود نہیں لیکن ،اتقکم اکرمکم ،، صیغہاے اسم تفضیل مستعمل بمن، ہیں اور کم ضمیر ہر دو جگہ برائے جمع مخاطب ہے اتقی اور اکرم اسم تفضیل کا موصوف واحد مذکر ہے جو عموم کا فائدہ دے رہا ہے اور یہ مرادف لفظ کل ہے اب آیت معنوی طور پر اس ترکیب میں ہوگی صدیق اکبر اتقی ہیں تم میں سے جو بھی اتقی ہے وہ اکرم ہے" الصدیق الاکبر اتقی و کل اتقی منکم اکرم " یہاں کلیۃ کبری بھی ہے اور نتیجہ بھی صحیح ہے کہ صدیق اکبر اکرم ہیں اس کا عکس مستوی بھی صحیح ہے" الصدیق ا لاکبر اکرم و کل اکرم منکم اتقی "، نتیجہ صحیح ہے کہ اتقی صدیق ہیں،، شکل اول اس وقت عقیم ہوتی ہے جب نتیجہ مختلف اور صحیح نہ ہو یہاں نتیجہ ہر دو صورتوں میں صحیح ہے،، اور اگر اکرمکم کو مستعمل بمن نہ مانا جائے تو بھی بوجہ اضافت اکرم اور اتقی معرفہ ہوں گے اور شخص معین پر دال ہوں گے اور وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

برہان انی اور لمی سے بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے برھان لمی کہ حداوسط اکبر کی جو نسبت ذہن متکلم، اور خارج میں ہے دونوں کیلئے علت بنے، منطقیوں کی مثال یہ ہے هذا متعفن الاخلاط ،و کل متعفن الاخلا ط محموم ،فهذ امحموم "یوں ہی،، الصدیق الاکبر الاتقی ،و کل الاتقی اکرم " نتیجہ......... الصدیق الاکبر اکرم "صدیق اکبر اکرم ہیں۔

برہان انی حد اوسط فقط نسبت ذہنی کیلئے علت بنے" الصدیق الاکبر اکرم وکل اکرم اتقی "
نتیجہ صدیق اکبر اتقی ہیں کیونکہ "ان اکرمکم عند الله اتقکم "میں اکرم اور اتقی کے درمیان
نسبت تساوی اور حمل بالمواطات موجود ہے۔

سید صاحب نے "ان اکرمکم عند الله اتقکم "کو قضیہ مہملہ کہا ہے جو غلط ہے یہ قضیہ شخصیہ
موجبہ جزئیہ ہے کیونکہ اتقکم میں اتقی سے مراد الاتقی ہے جس کا مدلول، معہود فی الخارج جناب صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ شکل اول ہو، یا برھان انی یا لمی یا عکس مستوی، نتیجہ صحیح اور مفید ہے
،، الاکرم بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور الاتقی بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سید صاحب نے خود ایک سوال وارد کیا اور خود ہی اس کا جواب بھی دیا: سوال یہ ہے کہ لفظ اھل البیت
اگرچہ عام ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ شخصیات پر چادر ڈالی اور فرمایا: اللھم ھوَلاء اھل بیتی پھر
المنہاج الواضح سے یہ کلیہ نقل کیا کہ: مسند الیہ کو اسم اشارہ لایا جاتا ہے کئی ایک وجوہات کے پیش نظر
جن کو بلیغ لوگ مدنظر رکھتے ہیں، (۱) مسند الیہ کو مکمل طور پر ممتاز کرنا ہوتا ہے، کیونکہ حال اس بات کا
تقاضا کرتا ہے جیسا کہ مقام، مقام مدح ہو، (۲) یا مسند الیہ کسی انوکھے حکم سے مختص ہو، مثال نقل کی
آیت تطہیر میں اہل بیت (آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تطہیر سے مختص ہونا تھا، یعنی ھوَلاء مسند الیہ اسم اشارہ ہے
اس کے لانے کا مقصد اہل بیت کی مدح اور ان کیلئے حکم طہارت کو مختص کرنا تھا، جواباً کہا جائے گا کہ
بعینہ یہی قاعدہ والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون میں جاری ہوتا ہے،،
کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق والذی جاء بالصدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
ذات بابرکات ہے اور جس نے سچائی کی تصدیق کی اس سے مراد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
ذات ستودہ صفات ہے (زبدۃ:۸۹)

اولئک اسم اشارہ اور ھم ضمیر مسند الیہ کے مقام پر واقع ہے اس مقام پر ان کا وقوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح کیلئے ہے (۲) اور اس بات کیلئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے
بحیثیت نبی اور رسول تقوی مختص ہے، اور بحیثیت غلام، صحابی، عاشق اور مرتبہء صدیقیت کے لحاظ

سے مخصوص قسم کا تقوی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے مختص ہے، اس تقوی خاصہ میں کوئی فرد صحابی آپ کا ہم پلہ نہیں، یہی الاتقی کا معنی ہے جو ذات صدیق کیلئے مدح اور خاصہ ءلازمہ بینہ ہے۔
اھل البیت کا لفظ عام ہے مگر اس میں نزول آیت سے پہلے بھی اور بعد میں تخصیص پائی گئی ہے لہٰذا اس میں عموم لفظ کا اعتبار ہوگا نہ حکم کا (زبدۃ:۳۸۹) یہ کلیہ ہمارے موقف کے معارض اور مناقض نہیں کیونکہ
(۱) الاتقی کا لفظ عام نہیں، خاص معین معہود موجود فی الخارج کیلئے ہے۔
(۲) الاتقی کی تخصیص پر حدیث مرفوع حکمی موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے الاتقی کے مخصوص ہونے پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے، لہٰذا الاتقی کو کسی صورت عموم معنی، یا عموم افراد پر حمل نہیں کیا جا سکتا۔
الاتقی اصطلاحی اور وضعی اعتبار سے خاص ہے اور خاص فرد واحد موجود فی الخارج مذکور لفظاً یا معناً کیلئے ہے کیونکہ مستعمل بالام ہے،، جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ سورہ ، بالخصوص یہ آیت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے خود سید صاحب نے علامہ زرکشی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: جس جگہ کوئی شان نزول متعین ہو جائے پوری امت بھی اگر ملے تو اس میں کمی کر سکتی ہے نہ بیشی کر سکتی ہے یعنی شان نزول کو پوری امت کے اجماع کے ذریعے بھی خارج نہیں کیا جا سکتا ،، (نعرۂ حیدری:۱۱) اگر آیت کے شان نزول کو اجماع کے ذریعے بھی خارج نہیں کیا جا سکتا، تو الاتقی والی آیت کا شان نزول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو اس کے شان نزول کو سید صاحب اپنی ذاتی شخصی رائے سے کیسے نکال سکتے ہیں؟ اور الاتقی کے موصوف شخص واحد معین موجود فی الخارج سے ہٹا کر کل تقی کے عموم مطلق کی طرف کیسے لے جا سکتے ہیں؟
سید صاحب نے قیاس اقترانی اور قیاس استثنائی کی امثلہ پیش کر کے الاتقی کے لفظ عام ہونے پر استدلال کیا ہے جو ان الفاظ میں ہے: "اللفظ العام الوارد علی سبب خاص ھو الحجۃ وحدہ عند الشارع و کل ما کان کذالک یعتبر عمومہ فاللفظ العام الوارد علی سبب خاص یعتبر عمومہ وھو المطلوب " ترجمہ: جو لفظ عام کسی خاص سبب پر وارد ہو وہی

اکیلا ہی شارع کے نزدیک دلیل اور ہر وہ لفظ جو ایسا ہو اس کا عموم معتبر ہوتا ہے اور یہی مطلوب ہے۔

جواباً کہا جائے گا کہ:

☆واعلم ان عموم اللفظ والخصوص معتبر بحسب الوضع لا بالا عتبار والفر ض ،ومعنى العموم والخصوص متعين ومتعارف بين القوم ،وصيغتهماايضامخصو صة باوزان لا شك ان الاتقى اسم تفضيل بحسب الوضع والوزن ،معرف بالام الحرفى ،يشارالى المعهودالمعين الموجود فى الخارج ،باقتضاء الاصطلاح كما نقل عن العلامة الجامى رحمه الله فالا تقى لفظ خاص،والام للعهد،معهوره شخص معين وموجود فى الخارج مذكورباعتبار الاية ،واما من اعطى واتقى لفظاً،ومراداً ،وباعتبار ضمير الفاعل معناً وهو الصديق الاكبر ،لا غير ه كما ظن عبد القادرشاه المعترض ،،فلفظ الاتقى خاص بحسب الوضع والاصطلاح ، والموصوف والمدلول ،والمعهود ،،كما قاله العبادلة الثلاثة ،واكثر المفسرين وحمله على لفظ العام وعموم المعنى فمردود باطل ،فاحفظ ،، والحمد لله على تكميل الجلد الثانى الموسوم بعمدة التحقيق فى عنوان افضلية ابى بكر الصديق رضى الله عنه ،والصلوة والسلام على رسوله الكريم ،وعلى آله الطيبين الطاهرين ،واصحابه المتطهرين المرضين ،وعلماء امته الراسخين المهديين ☆

العبد المذنب:

قاضى محمد عظيم ،النقشبندى عفى الله عنه

كوئى رته ،الكشمير الحرة



زبدۃ التحقیق کے بڑے مصادر: مؤلفہ سید عبد القادر شاہ

1: مناقب آئمہ اربعہ..................مؤلفہ: قاضی ابوبکر باقلانی

معتزلی ہے، بحوالہ شرح فقہ اکبر، مصنفہ علی بن سلطان محمد القاری، ص، ۱۵۱۔

2: مروج الذھب، مؤلفہ امام ابوالحسن علی بن الحسین بن علی

شیعہ ہے..................بحوالہ الکنی والقاب، الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، اعیان الشیعہ، تنقیح المقال منتخب التواریخ، بحوالہ، (میزان الکتب مؤلفہ علامہ محمد علی لاہوری رحمہ اللہ

3: حلیۃ الاولیاء، مصنفہ، حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شیعہ ہے،..........ملا باقر مجلسی کا جدّ اعلیٰ ہے،.....الذریعہ، اعیان الشیعہ، الکنی والالقاب، بحوالہ (میزان الکتب)

4: ینابیع المودۃ.....مصنفہ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی،، شیعہ ہے، (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ) بحوالہ میزان الکتب۔

5: الملل والنحل، مصنفہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی،.....غالی شیعہ ہے۔

طبقات الشافعیہ، منہاج السنۃ امام تیمیہ جز ثالث، ص:۲۰۷، ۲۰۹، الکنی والالقاب، بحوالہ، میزان الکتب

6: الفصل فی الملل، مصنفہ ابن حذم اندلسی، فرقہ ظاہریہ کا پیروکار، شریعت کی چوتھی دلیل قیاس کا منکر ہر بات کو منطق کی کسوٹی پر پرکھتا تھا، معاصرین علماء نے اس کو رد کر دیا تھا، اصولیات میں تاویلات کرتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۱۲، ص:۹۸)

7: الاستیعاب.....مصنفہ ابن عبد البر اندلسی،، امام ابن حجر مکی ہیتمی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی نے اس کی روایت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ شاذ، غیر مقبول اور غیر مستند گردان کر رد کر دیا ہے اس نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث جو بخاری میں ہے کو "وہم" اور غلط کہا ہے جبکہ وہ حدیث مرفوع ہے، اصل عبارت ملاحظہ ہو: "واختلف السلف ایضا فی تفضیل علی وابی بکر، وفی اجماع الجمع، الذی وصفناہ دلیل علی ان حدیث ابن عمر وھم وغلط وانہ لایصح معناہ وان کان اسنادہ صحیحا (زبدۃ: ص:۳۳۴)

عمدۃ التحقیق کے مصادر

1:قرآن حکیم

2:تفسیر کبیر ....امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ

3:تفسیرقرطبی ....ابی عبد اللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی

4:تفسیر الطبری ....محمد بن جریر الطبری

5:تفسیر ابن کثیر ....حافظ عمادالدین ابن کثیر

6:تفسیر بیضاوی ....عبد اللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی

7:تفسیر اتقان ....جلال الدین عبد الرحمن السیوطی

8:تفسیر روح المعانی ....سید محمو د آلوسی بغدادی

9:بخاری شریف ......امام محمد بن اسماعیل البخاری

10:مسلم شریف ....امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری

11:ترمذی شریف ....امام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ

12:ابودائو د شریف ....ابی دائو د سلیمان ابن الاشعث السجستانی

13:ابن ماجہ شریف..........ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ

14:نسائی شریف..........عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی

15:مشکوۃ شریف ....ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب

16:مرقات شرح مشکوۃ ....علی بن سلطان محمد القاری

17:فتح الباری شرح بخاری..........شہاب الدین ابن حجرالعسقلانی

18:ارشاد الساری شرح بخاری ....اما م احمدبن محمد قسطلانی

19:شرح مسلم ....امام ابوذکریا یحییٰ بن شرف النواوی

20:فتح الملھم شرح مسلم ....علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی

21:قوت المغتذی ....علامہ سید علی بن سید سلیمان الشاذلی المالکی

22:کنز العمال ....علامہ علاء الدین المتقی الھندی

23:المستدرک ......امام حافظ ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری

24:الریاض النضرۃ ....الشیخ امام احمد بن عبداللہ (المحب الطبری)

25:تدریب الراوی ....امام عبد الرحمن جلال الدین السیوطی

26:الصواعق المحرقہ ......شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجرالھیتمی مکی

27:موطاامام مالک (اسعاف المبطاء برحال الموطاء امام جلال الدین السیوطی)

28:اکمال الرجال فی اسماء الرجال ....شیخ ولی الدین صاحب المشکوۃ

29:تاریخ الخلفاء ....امام عبد الرحمن السیوطی

30:المسائرہ ......کمال الدین محمد بن عبد الواحد الحنفی المعروف ابن الھمام

31:المسامرہ ....محمد بن ابی بکر بن علی بن ابی شریف

32:شفاء شریف ....قاضی عیاض مالکی اندلسی

33:شرح شفاء ....علی بن سلطان محمد قاری

34:الیواقیت والجواہر ....الشیخ عبد الوھاب بن احمد بن علی الشعرانی

35:البدایہ والنھایہ ....عمادالدین ابن کثیر الدمشقی

36:فقہ اکبر ....الامام الھمام ابوحنیفہ

37:شرح فقہ اکبر .... علی بن سلطان محمد قاری

38:التمھید ....علامہ ابوشکور محمد بن عبد السعید السالمی

39:شرح المواقف ....سید سند شریف علی بن محمد الجرجانی

40:حاشیہ المواقف..........علامہ عبد الحکیم السیالکوٹی

41:تکمیل الایمان ....شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دھلوی

42:تحفہ اثناء عشریہ ....شاہ عبد العزیز محدث دھلوی

43:میزان العقائد ....شاہ عبد العزیز محدث دھلوی

44:مطلع القمرین ....اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

45:تصفیہ مابین سنی وشیعہ..........اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی

46:کشف المحجوب .... داتا گنج بخش علی بن عثمان ھجویری۔

47:سبع سنابل ....میر عبد الواحد بلگرامی

48:کافیہ ....ابن حاجب

49:شرح جامی ......ملا عبدالرحمن جامی ابوسعید خانی حاشیہ شرح مائۃ عامل

50:قطبی ....علامہ قطب الدین الرازی

51:لواء الهدیٰ ....علامہ عبد الحی الکھنوی

52:اصول الشاشی ....علامہ نظام الدین الشاشی

53:نور الانوار..........علامہ شیخ احمد ملا جیون

54:قمر الاقمار..........علامہ عبد الحکیم الکھنوی

55:منار ....ابوالبرکات محمود احمد النسفی

56:حسامی ....علامہ حسام الدین الحنفی

57:ردالمختار ....علامہ ابن عابدین الشامی

58:نعرئہ حیدری ....سیدعبدالقادر شاہ

59:زبدۃ التحقیق..........سیدعبد القادر شاہ

60:چودہ ستارے ....نجم الحسن کراروی

61:شرح عقائد.......... علامہ سعد الدین التفتازانی

62:خیالی ....علامہ خیالی

63:نبراس ....علامہ عبد العزیزفرھاروی ملتانی

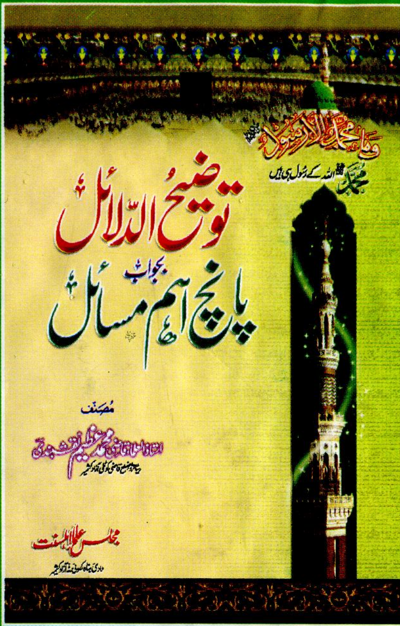
64:میزان الکتب ....علامہ محمد علی لاھوری

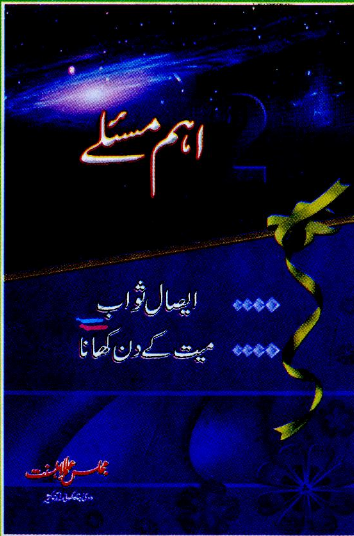
65:عمدۃ القاری شرح بخاری..........علامہ بدرالدین ابی محمد محمود ابن العینی

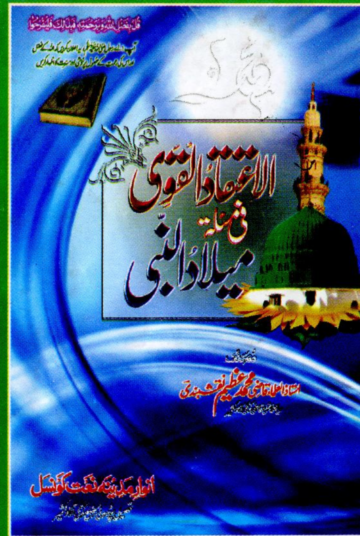
66:المنجد

67:مکتوبات شریف ....مجدد الف ثانی شیخ احمد سرھندی فاروقی﴿رحمھم اللہ اجمعین﴾

استاذالعلماء
کی دیگر
علمی تصانیف







مجلس علماء اہلسنت وادی بناہ کھوئی رٹہ آزاد کشمیر
0344-5751600, 0355-8103999, 0301-5802417
0346-5286259, 0300-9536420, 0312-9537375